

مؤسس

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

فائل 2004ء

مارچ، جولائی

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan

0092 303 2886671 /makhtarraza1011



وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتئ اعظم ہند جگر گوشۂ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری**

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation, Karachi, Pakistan. WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM

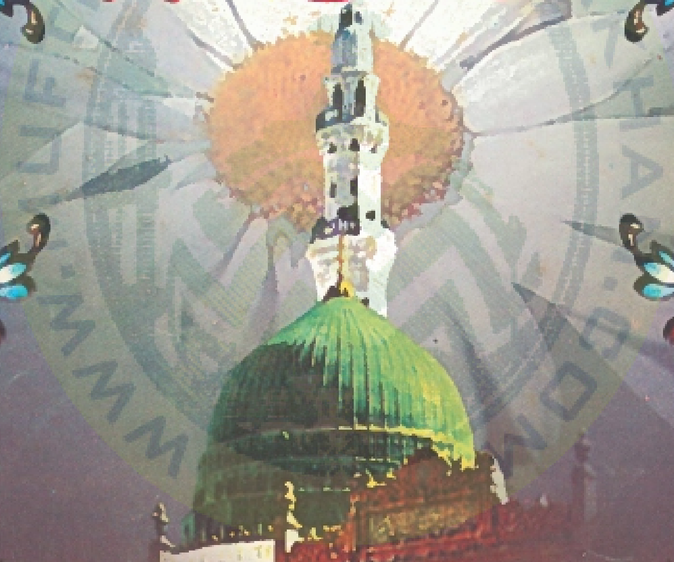
تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

مرکز سواد اعظم اہلسنّت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنّی دنیا



مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

مالک ونگراں: جانشین مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

نائب نگراں: محمد عسجد رضا خاں قادری　**مدیر:** محمد شہاب الدین رضوی

مرکز سواد اعظم اہلسنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

کا

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنی دنیا

جلد: ۲۰ شمارہ: ۳

مارچ ۲۰۰۴

مالک و نگراں: جانشین مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

نائب نگراں: محمد عسجد رضا خاں قادری مدیر: محمد شہاب الدین رضوی

☆ فی شمارہ: ۱۰ روپے ☆ زر سالانہ: ۱۰۰ روپے ☆ بیرون ممالک: ۳۰۰ روپے ☆ لائف ممبری: ۲۰۰۰ روپے

رابطہ کا پتہ:

دفتر سنی دنیا ۸۲، سوداگران بریلی شریف (یوپی)

فون 2552278,2472166 فیکس: 0581-2472166

W.Site:markazeahlesunnat.com

www.hazrat.org

اشاریات

مرکزی حکومت کے نمائندہ نے علماء اہلسنت سے بابری مسجد قضیہ پر گفتگو کی پیش

اداریہ: مولانا محمد شہاب الدین رضوی

چار سو سالہ قدیم بابری مسجد کو ۶ ردسمبر ۱۹۹۲ء کو اجودھیا ضلع فیض آباد میں شرپسندوں اور فرقہ پرستوں نے دن کے اجالے میں شہید کر دیا تھا، جب کہ اس وقت کی اتر پردیش حکومت نے مرکزی حکومت اور سپریم کورٹ کو اس بات کی یقین دہانی کرائی تھی کہ ”باوجودیکہ مجمع کثیر ہوگا مگر مسجد سے بالکل چھیڑ چھاڑ نہیں کی جائے گی اور مسجد کی ایک اینٹ بھی ہلانے نہ دیا جائے گا“۔ سپریم کورٹ نے اتر پردیش کی حکومت سے باقاعدہ حلف نامہ داخل کرایا تھا، چونکہ پورے ملک میں لوگوں کے ذہن میں یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ بابری مسجد کو شہید کر دیا جائے گا، اور ہوا بھی یہی۔

بابری مسجد کو شہید ہوئے آج بارہ سال کا ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے، مسلمانوں کے مطالبہ پر مرکزی حکومت نے ”لبرہن کمیشن“ جو ایک تحقیقاتی ادارہ ہے، قائم کر دیا اور وہ آج ہر چھ ماہ میں یک ملزم کو نوٹس جاری کر دیتا ہے پھر خرگوش کی نیند آجاتی ہے۔ ”لبرہن کمیشن“ صرف حکومت کا آلۂ کار بن کر رہ گیا ہے۔ ہائی کورٹ میں بابری مسجد مقدمہ کے مدعی جناب ہاشم انصاری (مرید حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ) اپنی عمر درازی اور مفلوک الحالی کی وجہ سے بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ ان کی کہیں سے کوئی بھی مدد کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں ہے۔ سنی وقف بورڈ لکھنؤ کی طرف سے وکیل ظفریاب جیلانی اپنی شہرت اور مقبولیت کے لئے بابری مسجد مقدمہ کی وکالت کر رہے ہیں۔ مدعی ہاشم انصاری، ظفریاب جیلانی سے مطمئن نہیں ہیں، دوسری طرف سپریم کورٹ میں ملکیت کے مقدمہ کا ٹائٹل ابھی فائنل نہیں ہو سکا ہے۔ اس مقدمہ میں یاچیکا دائر کرنے والے اسلم بھورے (دہلی) ضرور پیروی کر رہے ہیں۔ قضیہ بابری مسجد کا حل کورٹ کے ذریعہ آج ہو یا کل، اس میں ”لبرہن کمیشن“ نے قصوروار فرقہ پرستوں کو ہی گردانا ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے ہمیشہ یہ واضح کیا جاتا رہا ہے کہ کورٹ جو بھی فیصلہ دیتا ہے اس کو ہم ماننے کے لئے تیار ہیں۔ مگر اکثریتی طبقہ کی طرف سے یہ بار بار علی الاعلان کہا جاتا رہا ہے کہ ”اگر کورٹ کا فیصلہ مندر کے حق میں ہوتا ہے تو ہم مانیں گے اور اگر مسجد کے حق میں ہوتا ہے تو ہم نہیں مانیں گے۔ کیونکہ یہ ہماری آستھا کا معاملہ ہے“ اس طرح کی کھلم کھلا کورٹ کی توہین پر کوئی سرزنش نہیں کی جارہی ہے، دراصل یہ معاملہ اکثریتی طبقہ کا ہے، اگر یہی بات اقلیتی طبقہ کی طرف سے کہی جاتی تو ملک مخالف، ٹاڈا، مکوکا وغیرہ وغیرہ جیسے قانون کی دھاراتیں استقبال کے لئے آدھمکتیں اور پھر کالی کوٹھری ان کا مسکن ہوتا۔

افسوس اور صد افسوس یہ ہے کہ ملک کی جمہوریت انارکی کی طرف جارہی ہے۔ میزان عدل صرف ایک معمہ بن کر رہ گیا اور مسلمانوں کو طفل تسلیاں کے علاوہ کچھ حاصل ہونے والا نہیں ہے۔

بابری مسجد ایک ایسا موضوع ہے جس کے سہارے بہت ساری تنظیموں اور شخصیات کے نام وقتاً فوقتاً ملکی منظر نامہ پر نمودار ہوتے رہتے ہیں۔ مسلم پرسنل لا بورڈ، بابری مسجد ایکشن کمیٹی، ملی کونسل اور جمعیۃ علماء ہند اور نو وارد اجودھیا جامع مسجد ٹرسٹ وغیرہ ایسی جماعتیں ہیں جو اس موضوع کو اپنی ضرورت کے تحت ابھارتی ہیں اور پھر خاموشی کا لبادہ اوڑھ لیتی ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ان میں کوئی بھی تنظیم یا شخصیت بابری مسجد قضیہ کے حل کے لئے مخلص نہیں ہے بلکہ مفاد پرستانہ سیاست کی جارہی ہے۔

لوک سبھا انتخابات کی دستک کے ساتھ ہی بابری مسجد قضیہ کے حل کے لئے کوششیں تیز ہو گئی ہیں۔ ماضی کے اوراق اٹھا کر دیکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ علماء دیوبند کی منشا و مرضی سے بابری مسجد کا تالا کھولا گیا، اور پھر مسجد کی زمین پر شیلانیاس ہوا۔ سابق وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی کے ایک بہت قریبی مشیر نے یہ بات بڑے اعتماد کے ساتھ کہی کہ جب بابری مسجد کا تالا کھولنے کا مسئلہ درپیش ہوا، تو اس وقت مسٹر راجیو گاندھی نے مولوی ابوالحسن علی ندوی سے صلاح و مشورہ کیا تھا، مولوی ندوی نے تالا کھولنے پر کوئی تحریک نہ چلانے کی ”مفاہمت“ کر کے مسٹر راجیو گاندھی کو مسلمانوں کی طرف سے اجازت دے دی تھی۔

مذکورہ بات کی تائید ایسے بھی ہوتی ہے کہ مولوی ابوالحسن علی ندوی نے اپنی ایک کتاب میں بابری مسجد تحریک کے سلسلہ میں مسلم قائدین کو تنقید کا نشانہ بنایا اور اکثریتی طبقہ کی طرف داری کرتے ہوئے بازیابی کے محرکین کو سخت ہدف ملامت بنایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ”راقم نے یہ بھی کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ بابری مسجد کی تحریک جس طرح چلائی گئی اس نے اکثریت کے دل میں ہندو احیائیت کا جوش پیدا کر دیا، جو بڑے سے بڑے ہندو مذہبی پیشوا اور داعی نہیں پیدا کر سکے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے بڑی ناعاقبت اندیشی، کوتاہ نظری،

بلکہ مسلمانوں کے دینی وملی وجود کے لحاظ سے ایک اجتماعی خودکشی کے مرادف تھی کہ ہم سایہ قوم میں اپنے مذہب کے احیاء کا سیاسی اور معاندانہ طریقہ پر وہ جوش پیدا ہو جائے کہ جو کسی مسجد اور مدرسہ اور اسلامی شعائر کے اظہار واعلان کا روادار نہ ہو"۔ (کاروان زندگی ۳، ص ۱۳۰، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۹۹ء)

گویا کہ جو آج فرقہ پرستی اور ہندو لیڈران کے ذہنوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت بھری ہوئی ہے۔ بقول ان کے کہ اس کی ذمہ داری دراصل "بابری مسجد تحریک" ہی ہے اور خود "مسلم قائدین" ہیں۔ چونکہ مولوی ابوالحسن علی ندوی نے راجیو گاندھی سے تحریک نہ چلانے کا وعدہ کر لیا تھا، اور دوسری طرف مسلم قائدین نے پرزور تحریک مزاحمت شروع کر دی، جس سے مولوی ندوی کی دی گئی ضمانت کی دھجیاں اڑ گئیں، اس لئے انہوں نے مسلم قائدین پر اس طرح کے الزامات لگا کر ہدف ملامت بنایا، ایک دوسری تحریر میں انہوں نے تھوڑی رعایت کرتے ہوئے دونوں فریقین کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے "راقم السطور نے رام جنم بھومی اور اجودھیا کی بابری مسجد کا قضیہ کے بعد جس کو فریقین نے خالص جذباتی اور سیاسی انداز پر چلایا اور وہ سب وسائل اختیار کئے جو مذہبی اور نسلی جذباتیت کو بھڑکانے، اپنے اپنے فرقہ میں مقبول بننے اور قیادت ومقبولیت کے مقام پر فائز ہونے کے لئے مفید ہیں" (کاروان زندگی ص ۱۲۹)

مسلم پرسنل لا بورڈ کے سابق صدر مولوی ابوالحسن علی ندوی نے دیکھا کہ بابری مسجد تحریک میں ان کی قیادت کی گرفت ڈھیلی پڑتی جارہی ہے۔ تو انہوں نے ۱۹۹۰ء میں بیوروکریسی کے ذریعہ اپنا ایک پیغام کانچی پورم کے شنکر آچاریہ کو بھجوایا۔ یہاں پر یہ بات یاد رہے کہ موصوف کے والد حکیم عبدالحئی نے ہندوستان کی ۲۸؍مساجد قدیمہ کا اپنی تاریخی کتاب میں تذکرہ کیا ہے۔ جس میں اجودھیا کی بابری مسجد بھی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے تحریر کیا کہ "بابری مسجد جہاں پر تعمیر ہے وہاں پر سیتا کی رسوئی تھی"۔ گویا کہ مسجد ماننے سے انکار کرتے ہوئے مندر کی نشاندہی کی اور اپنی طرف سے مخالفین کو ایک فرضی ثبوت بھی پیش کر دیا۔ حکیم عبدالحئی کی کتاب کا چرچا اس وقت ملک کے سامنے آیا جب سابق وزیر اعظم مسٹر چندر شیکھر نے چند علماء اور دوسرے فریق سے قضیہ کے حل کے لئے محفل سجائی تھی۔ اس وقت وشو ہندو پریشد کی طرف سے اس کتاب کا حوالہ دیا گیا تو ان علماء اور مسلم قائدین کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ بعد میں یہ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ مولوی ابوالحسن علی ندوی نے اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کرتے ہوئے ملک کی تمام لائبریوں اور نجی کتب خانوں کے لائبریرین کو خطوط لکھ کر کتاب کو غائب کرا دیا۔

سابق گورنر بہار مسٹر یونس سلیم اور سابق گورنر آندھرا پردیش کرشن کانت کے ہمراہ مولوی ابوالحسن علی ندوی ۱۷؍مارچ ۱۹۹۰ء کو مدراس پہنچے اور ۱۸مارچ کو شنکر آچاریہ نمبر۲ سے ملاقات کی۔ بابری مسجد قضیہ کے موضوع پر دونوں کی تفصیلی ملاقات ہوئی۔ یہ ملاقات وگفتگو کافی اہمیت کی حامل تھی، اس میں کیا بات ہوئی اور دونوں کے درمیان کیا مفاہمت ہوئی، اس کی تفصیلات نہیں ملتی تاہم اس کی افادیت انہی کی زبان سنئے، لکھتے ہیں "کانچی پورم کے شنکر آچاریہ کی اس گفتگو کے بعد اچھی امیدیں قائم ہو گئی تھیں، لیکن مسلم قائدین کی حد سے بڑھی ہوئی جذباتیت واشتعال کے نتیجہ میں اس پر عمل نہیں ہو سکا۔ (سوانح مفکر اسلام از عبدالحئی ندوی ص ۳۱۸ مطبوعہ لکھنؤ ۱۴۲۴ھ)

یہاں پر قابل ذکر بات یہ ہے کہ "اچھی امیدیں قائم ہو گئی تھیں" اور "جذباتیت واشتعال کے نتیجہ میں عمل نہیں" کا مطلب کیا ہے؟ آخر پس پردہ ضرور کوئی ایسا سمجھوتہ ہوا تھا جس کا یہاں پر ان الفاظ کے ذریعہ اظہار ہو گیا۔ جہاں تک انسان کی فکر پہنچ رہی ہے وہ یہی ہو سکتا ہے کہ ماضی میں جوان کے والد مولوی عبدالحئی نے لکھ دیا تھا اسی کو مضبوطی کے ساتھ عملی جامہ پہنانے کی بات ہوئی ہوگی۔ اس کے عوض میں نوازشات، ہوئے ہوں گے۔ مگر ان کو افسوس اس بات کا یہ ہے کہ مسلم قائدین کی تحریک نے اچھی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ جب کہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ گفتگو میں کیا کیا موضوعات شامل بحث رہے ان سب کی تفصیل سے عوام کو روشناس کرایا جاتا۔

گزشتہ دنوں کانچی کے شنکر آچاریہ کے ذریعہ مرکزی حکومت نے مسلم پرسنل لا بورڈ کو مسجد کے حل کے لئے ایک فارمولہ بھیجا، اور اس پر بورڈ کے ارکان نے گفتگو کی میز سجائی اور اندرون خانہ مفاہمت بھی چلتی رہی مگر آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ کو جیسے ہی "مفاہمت" کی خبر ملی، اس نے بورڈ کی ساری تیاریوں پر پانی پھیر دیا۔ آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ کا مطالبہ تھا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ امت مسلمہ کی نمائندہ جماعت نہیں ہے۔ یہ صرف ۲۰؍فیصد بدعقیدہ لوگوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ اور ۸۰؍فیصد سنی مسلمانوں کا اس پر اعتماد وبھروسہ نہیں ہے۔ اور دوسرا کہنا یہ تھا کہ بابری مسجد کا مسئلہ خالص مذہبی مسئلہ ہے اس کے حل کے لئے علماء وفقہاء کو ہی دعوت دی جانی چاہئے۔ اس میں سیاسی شخصیات کی شمولیت غلط ہے۔ مسئلہ کا حل علماء

کرام ہی کرسکتے ہیں۔ پورے ملک میں اہل سنت وجماعت اکثریت میں ہیں، اس لئے ان سے رجوع کیا جانا چاہئے تھا۔ بورڈ، جماعت رضائے مصطفیٰ کی آواز پر ہل گیا، شنکر آچاریہ اور بورڈ کی گفتگو سے قبل بورڈ نے اپنے نائب صدر کو بریلی بھیجا، انہوں نے بریلی میں آکر ایک پریس کانفرنس کی، اور مجبوراً اعلان کرنا پڑا کہ ''بورڈ سنی علماء کو رکن بنانے کے لئے تیار ہے''۔ بورڈ کے نائب صدر نے جماعت رضائے مصطفیٰ کے ذمہ داران سے رابطہ قائم کیا تو بورڈ کو واضح الفاظ میں یہ بتا دیا گیا کہ علماء اہل سنت ایسی کسی بھی تنظیم میں شامل نہیں ہوسکتے جس میں مخالفت عقیدۂ اہل سنت ہوں، بورڈ میں شیعہ، وہابی، دیوبندی، جماعت اسلامی، بورہ، خوجہ، غیر مقلد وغیرہ ہر بدمذہب کے افراد شامل ہیں، اس لئے اس میں ہماری شمولیت کا کوئی امکان نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہی گئی کہ علماء اہل سنت اپنا الگ متبادل ڈھانچہ تیار کرنے پر غور کررہے ہیں اور بورڈ کو ملی مسائل پر چیلنج کریں گے۔ دراصل مسلم پرسنل لاء بورڈ اپنے اغراض ومقاصد سے انحراف کرکے صرف ایسے مسائل میں دلچسپی لے رہا ہے جو چرچہ کا موضوع ہوں۔ آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ کے موقف کے سامنے بورڈ کو جھکنا پڑا اور جماعت نے علماء اہل سنت کی شمولیت کو خارج از امکان قرار دے دیا۔

جس طرح سے لوک سبھا کے الیکشن قریب سے قریب تر آتے جارہے ہیں، بالکل اسی طرح بابری مسجد قضیہ کے حل کے لئے گفتگو کا ماحول بنایا جارہا ہے، مرکزی حکومت کی منشاء ہے کہ الیکشن سے قبل بابری مسجد کا مسئلہ حل ہوجائے، ہندوستان اور پاکستان کے رابطے مضبوط ہوجائیں۔ اور کشمیر کا مسئلہ کسی کروٹ بیٹھ جائے۔ حکومت کی اس منشاء کو انجام دینے کے لئے قومی اقلیتی کمیشن حکومت ہند نے بابری مسجد کے حل کے لئے عثمانی کمیٹی تشکیل دی۔ عثمانی کمیٹی کا صدر، قومی اقلیتی کمیشن کے وائس چیئرمین ڈاکٹر ایم ایس عثمانی کو بنایا گیا۔ اور چند نامور شخصیات جو بیوروکریسی سے تعلق رکھتی ہیں، ان کو ممبر نامزد کیا گیا ہے۔ عثمانی کمیٹی نے مسجد کے مسئلہ پر سب سے پہلے بورڈ کے صدر مولوی رابع حسن ندوی سے رجوع کیا، اور ان سے مذاکرات کے لئے کمیٹی کے ارکان ندوۃ العلماء گئے جہاں پر بند کمرے میں کیا گفتگو ہوئی اس کو منظر عام پر نہیں لایا گیا۔

عثمانی کمیٹی کے صدر ڈاکٹر ایم، ایس عثمانی کا دوسرا دورہ بریلی شریف کا ہوا، ۱۹ر فروری ۲۰۰۴ء کو قومی اقلیتی کمیشن کے آفس سے راقم السطور کو اطلاع موصول ہوئی کہ ڈاکٹر ایم ایس عثمانی کل صبح آستانہ عالیہ رضویہ پر حاضری دیں گے، اور آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ کے صدر مولانا عسجد رضا خاں قادری سے خصوصی ملاقات کرکے مرکزی حکومت کا پیغام دیں گے۔ ان کے پروگرام کی اطلاع پر جماعت رضائے مصطفیٰ سے تعلق رکھنے والے علماء کرام ودانشوروں اور پریس سے جڑے صحافیوں کو مدعو کیا گیا، تاکہ جو بھی بابری مسجد قضیہ سے گفتگو ہو وہ وزن دار ہو، اور اس کی ''شفافیت'' پر کوئی حرف نہ آنے پائے اور عوام میں کوئی بھی غلط مفہوم وابہام کا شبہ تک نہ ہو۔ بالکل ایسا ہوا بھی۔ ۲۰ر فروری صبح دس بجے آستانہ شریف پر ڈاکٹر عثمانی پہنچے، سب سے پہلے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ اور دیگر بزرگان دین کے مزارات مقدسہ پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کے بعد مولانا عسجد رضا خاں قادری سے ملاقات کی۔ اور ان کی نشست گاہ پر ''مصالحت کا فارمولہ'' پیش کیا۔ مولانا کی ترجمانی کرتے ہوئے راقم نے ڈاکٹر عثمانی سے چند سوالات کئے (۱) تحریری کوئی فارمولہ پیش کریں (۲) یہ مسئلہ جب کورٹ میں زیر سماعت ہے تو بات چیت کی ضرورت کیوں پیش آئی (۳) کیا مقدمہ کے اصل مدعی ہاشم انصاری اور سپریم کورٹ میں پاچیکا دائر کرنے والے اعظم بھورے سے بھی کوئی بات چیت ہوئی (۴) ۸۰ر فیصد سنی مسلمانوں کی نمائندگی کرنے والے علمائے اہل سنت سے اب تک رجوع کیوں نہیں کیا گیا، اب آخر میں گفتگو کی ضرورت کیوں در پیش ہوئی وغیرہ وغیرہ۔

مرکزی حکومت کی طرف سے مذاکرہ کار ڈاکٹر عثمانی کے پاس ان سوالات کے معقول جوابات تو نہیں تھے پھر بھی کچھ اس طرح جوابات دیئے۔ انہوں نے کہا کہ ''تحریری طور پر کوئی فارمولہ طے اس لئے نہیں کیا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پہلی ہی نشست میں فارمولہ کو لے کر تنازع کھڑا ہوجائے اور ہم اپنے مقصد میں ناکام رہ جائیں، اس لئے صرف گفتگو ہی ایک فارمولہ ہے''۔ آگے کہا کہ ''قومی اقلیتی کمیشن نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں گفتگو کے ذریعہ اپنی بات رکھوں اور آپ کے خیالات جانوں''۔ ڈاکٹر عثمانی نے مولانا عسجد رضا خاں قادری کے سامنے یہ بات رکھی کہ ''عثمانی کمیٹی یہ چاہتی ہے کہ بابری مسجد کا مسئلہ بات چیت کے ذریعہ حل کیا جانا چاہئے، چونکہ ملک میں فرقہ وارانہ خطوط تیار ہیں، یہاں پر ہم اکثریتی لوگوں سے مفاہمت کئے بغیر معاشی اور اقتصادی کامیابی حاصل نہیں کرسکتے۔ مسلمانوں کو جو ہندوؤں سے شکایت ہے یا ہندوؤں کو مسلمانوں سے شکایت ہے تو دونوں ایک میز پر بیٹھ کر بات چیت کے ذریعہ حل کرلیں، اس کی

ساری تیاری کمیشن کرانے کے لئے تیار ہے''۔ مولانا نے بہت گہرائی کے ساتھ ان کی گفتگو کو سنا اور پھر اپنا شرعی موقف واضح کیا کہ ''صاف ستھری زمین پر جہاں مسجد بن گئی، وہاں کی جگہ تحت السرا سے لے کر عرش معلیٰ تک مسجد ہی ہے، مسجد کی مسجدیت پر ہم قطعاً کوئی مفاہمت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بابری مسجد جہاں تھی وہ مسلمانوں کے حوالے کی جانی چاہئے، وہاں سے مندر نما چبوترہ ختم کیا جانا چاہئے۔ یہ مطالبہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک بازیابی کی تحریک مکمل نہیں ہو جاتی''۔ جماعت کے صدر نے یہ بھی کہا کہ ''بابری مسجد کے بعد کاشی اور متھرا کا بھی معاملہ ہے اور اس کے علاوہ آر ایس ایس کے ذریعہ جاری کی گئی سیکڑوں مسجدوں کی فہرست ہے۔ اب ایسی صورت میں بات چیت کی میز پر کیسے بیٹھا جائے اور رہی دوسرے موضوعات پر گفتگو کی بات تو ان موضوعات پر گفتگو کی جا سکتی ہے مگر ان میں شامل افراد صرف مذہبی ہی ہونا چاہئے، اس میں ایسی کسی پارٹی یا شخصیت کو شامل نہیں کیا جانا چاہئے جس کے ہاتھ بابری مسجد کی شہادت میں ملوث ہوں۔

علماء کرام نے ڈاکٹر عثمانی کو واضح انداز میں بتا دیا کہ ''ابھی ماحول سازگار نہیں ہے، الیکشن کا موقع ہے، اس وقت کوئی بھی گفتگو کی جائے گی تو اس کے اغراض ومقاصد سیاسی ہوں گے، اس لئے الیکشن کے بعد ہی کوئی بات چیت ممکن ہو سکتی ہے''۔ یہ کہنے میں علماء کی منشاء یہ شامل تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بات چیت کی میز پر پہنچ کر دوسرا فریق مشتعل کرنے والی جذباتی باتیں کر کے گفتگو کو ختم کرنے کی تحریک پیدا کر دے اور پورا کا پورا الزام مسلمانوں پر آ جائے کہ یہ فریق بات کرنا نہیں چاہتا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ الیکشن کا موقع ہونے کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ انتخابات کا ماحول ہندو مسلم کی بنیادوں پر ہو جائے جس میں فرقہ پرست پارٹی کو تقویت مل جائے، اس گرما گرم بحث کے دوران علماء کو جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر عثمانی نے کہا کہ ''میں آپ کی اس شکایت کو دور کرنے کے لئے آیا ہوں کہ حکومت مسلم مسائل میں اہل سنت وجماعت کے قائدین سے نہ کوئی مشورہ کرتی ہے اور نہ ہی ان کا نظریہ معلوم کرتی ہے۔ آپ حضرات کو میں دعوت دینے آیا ہوں''۔ مزید انہوں نے کہا کہ ''قابل افسوس بات یہ ہے کہ پورے ملک میں اہل سنت کی آبادی اکثریت میں ہے مگر ان کو نظر انداز کیا جاتا رہا ہے اب ایسا نہیں ہوگا''۔

علماء کرام نے یہ بھی صاف گوئی کے ساتھ بتا دیا کہ ۸۰ فیصد سنی مسلمان مسلم پرسنل لا بورڈ اور دیگر بد مذہبوں کی جماعت پر قطعاً بھروسہ نہیں کرتے ہیں، اور نہ ہی ان پر اعتماد ہے، مستقبل میں ایسے کسی بھی فیصلے کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں''۔ جب ڈاکٹر عثمانی نے بابری مسجد کی مثال مسجد ضرار سے دینا چاہی تو علماء ناراض ہو گئے اور اس کا زوردار انداز میں رد کیا، پھر انہوں نے صلح حدیبیہ کے واقعہ کا ذکر کیا تو اس پر علماء نے ان کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے تاریخی حقائق سے ثابت کر دیا کہ صلح حدیبیہ کے واقعہ کو بابری مسجد کے مسئلہ سے منطبق نہیں کیا جا سکتا ہے اس وقت کے حالات ومواقع کچھ دوسرے نہج کے تھے۔ آج کے حالات وکوائف بالکل مختلف ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خاصہ ہے کہ غیب کی خبر تھی جس کی وجہ سے صلح فرمائی اور مستقبل میں شاندار کامیابی نصیب ہوئی۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔

قومی اقلیتی کمیشن کے نائب صدر ڈاکٹر ایم ایس عثمانی اور نبیرۂ اعلیٰ حضرت مولانا عسجد رضا خاں قادری کی گفتگو تقریباً ڈھائی گھنٹہ چلی، بابری مسجد مسئلہ کے علاوہ ملک کی فرقہ وارانہ صورت حال، مدارس اسلامیہ میں دہشت گردی، مسلمانوں کے آتنک وادی رول، کشمیر اور پاکستان کے مسائل پر بھی گفتگو ہوئی، ان سبھی موضوعات پر مولانا نے حکومت کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے بیباکانہ جوابات دیئے۔ اور ثابت کر دیا کہ اکثریتی طبقہ وفرقہ پسند افراد اسلامیان ہند پر بلاوجہ الزامات لگا رہے ہیں جب کہ اسلام امن عالم کا داعی ہے اور اس رہنما خطوط پر تمام اسلامی تحریکات گامزن ہیں۔ اس خصوصی مجلس میں مفتی مظفر حسین رضوی، علامہ معید رضا فریدی، مولانا یونس رضا اویسی، ڈاکٹر محمود حسین بریلوی، الحاج ابرار محمد خاں ایڈووکیٹ، مولانا لیاقت حسین مولانا فریاد علی رضوی، ناظم بیگ، وسیم احمد خاں، محمد اکرام خاں اور راقم السطور وغیرہ موجود تھے۔

ملک کی موجودہ صورت حال یہی ہے اب تک قومی مسائل ومعاملات میں وہابی عقیدہ کے لوگ ہی کل امت مسلمہ کی نمائندگی کرتے آئے ہیں۔ انہوں نے اپنے دعویٰ کو ایک حد تک صحیح ثابت کرنے کی کوشش بھی کی اس کی وجہ یہی ہے کہ اہلسنت وجماعت کے قائدین تمام مسائل سے گریز کرتے رہے، اور ہر مسئلہ کو سیاسی مسئلہ بتا کر اپنا دامن جھٹک دیتے ہیں اور بس مگر اب ضرورت اس بات کی ہے کہ قومی وملی مسائل میں آگے آئیں اور اپنی بات زوردار انداز سے ملکی منظر نامے پر رکھیں۔

☆☆☆

تجلیاتِ نعت

مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

اگر چمکا مقدر خاک پائے رہرواں ہوکر
چلیں گے بیٹھتے اٹھتے غبار کارواں ہوکر
شبِ معراج وہ دم بھر میں پلٹے لامکاں ہوکر
بہارِ ہشت جنت دیکھ کر ہفت آسماں ہوکر
چمن کی سیر سے جلتا ہے جی طیبہ کی فرقت میں
مجھے گلزار کا سبزہ رلاتا ہے دھواں ہوکر
تصور اس لبِ جان بخش کا کس شان سے آیا
دلوں کا چین ہوکر جان کا آرامِ جاں ہوکر
کریں تعظیم میری سنگ اسود کی طرح مومن
تمہارے در پہ رہ جاؤں جو سنگ آستاں ہوکر
دکھا دے یا خدا گلزارِ طیبہ کا سماں مجھ کو
پھروں کب تک پریشاں بلبل بے آستاں ہوکر
ہوئے یمن قدم سے فرش وعرش ولامکاں زندہ
خلاصہ یہ کہ سرکار آئے ہیں جانِ جہاں ہوکر
ترے دستِ عطا نے دولتیں دیں دل کے ٹھنڈے
کہیں گوہر فشاں ہوکر کہیں آبِ رواں ہوکر
فدا ہوجائے امت اس حمایت اس محبت پہ
ہزاروں غم لئے ہیں ایک دل پہ شادماں ہوکر
جو رکھتے ہیں سلاطیں شاہی جاوید کی خواہش
نشاں قائم کریں ان کی گلی میں بے نشاں ہوکر
وہ جس رہ سے گزرتے ہیں بستی رہتی ہے مدت تک
نصیب اس گھر کے جس گھر میں وہ ٹھہریں مہماں ہوکر
حسن کیوں پاؤں توڑے بیٹھے ہو طیبہ کا رستہ لو
زمینِ ہند سرگرداں رکھے گی آسماں ہوکر

حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وصف کیا لکھے کوئی اس مہبطِ انوار کا
مہرومہ میں جلوہ ہے جس چاند سے رخسار کا
عرشِ اعظم پہ پھریرا ہے شہ ابرار کا
بجتا ہے کونین میں ڈنکا مرے سرکار کا
دو جہاں میں بٹتا ہے باڑہ اسی سرکار کا
دونوں عالم پاتے ہیں صدقہ اسی دربار کا
جاری ہے آٹھوں پہر لنگر سخی دربار کا
فیض پہ ہر دم ہے دریا احمدِ مختار کا
روضۂ والائے طیبہ مخزنِ انوار ہے
کیا کہوں عالم میں تجھ سے جلوہ گاہِ یار کا
دل ہے کس کا جان کس کی سب کے مالک ہیں وہی
دونوں عالم پہ ہے قبضہ احمدِ مختار کا
کیا کرے سونے کا کشتہ، کشتہ تیرِ عشق کا
دید کا پیاسا کرے کیا شربتِ دینار کا
فق ہو چہرہ مہرومہ کا ایسے منہ کے سامنے
جس کو قسمت سے ملے بوسہ تری پیزار کا
لات ماری تم نے دنیا پہ اگر تم چاہتے
سلسلہ سونے کا ہوتا سلسلہ کہسار کا
میں تری رحمت کے قرباں اے مرے امن واماں
کوئی بھی پرساں نہیں ہے مجھ سے بدکردار کا
ہیں معاصی حد سے باہر پھر بھی زاہد غم نہیں
رحمتِ عالم کی امت بندہ ہوں غفار کا
تو ہے رحمت بابِ رحمت تیرا دروازہ ہوا
سایۂ فضلِ خدا سایہ تیری دیوار کا
کعبہ واقصیٰ وعرش وخلد ہیں نوری مگر
ہے نرالا سب عالم جلوہ گاہِ یار کا

☆☆☆

ضیائے قرآن

ترجمہ (کنز الایمان)
امام احمد رضا فاضل بریلوی

تفسیر (خزائن العرفان)
صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی

سورہ آل عمران مدنی ہے اس میں دو سو آیتیں اور بیس رکوع ہیں

(آیت نمبر ۱۱۱ سے ۱۱۶ تک)

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے مگر یہی ستانا ف۱ اور اگر تم سے لڑیں تو تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے ف۲ پھر ان کی مدد نہ ہوگی ان پر جمادی گئی خواری جہاں ہوں امان نہ پائیں ف۳ مگر اللہ کی ڈور ف۴ اور آدمیوں کی ڈور سے ف۵ اور غضب الٰہی کے سزاوار ہوئے اور ان پر جمادی گئی محتاجی ف۶ یہ اس لیے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید یہ اس لیے کہ نافرمانبردار اور سرکش تھے سب ایک سے نہیں کتابیوں میں کچھ وہ ہیں کہ حق پر قائم ہیں ف۷ اللہ کی آیتیں پڑھتے ہیں رات کی گھڑیوں میں اور سجدہ کرتے ہیں ف۸ اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم اور برائی سے منع کرتے ہیں ف۹ اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں اور وہ جو بھلائی کریں ان کا حق نہ مارا جائے گا اور اللہ کو معلوم ہیں ڈر والے ف۱۰ وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور اولاد ف۱۱ ان کو اللہ سے کچھ نہ بچائیں گے اور وہ جہنمی ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا ف۱۲

ف۱ زبان طعن و تشنیع اور دھمکی وغیرہ سے **شان نزول** یہود میں سے جو لوگ اسلام لائے تھے جیسے حضرت عبداللہ ابن سلام اور ان کے ہمراہی رؤساء یہود ان کے دشمن ہوگئے اور انہیں ایذا دینے کی فکر میں رہنے لگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو مطمئن کر دیا کہ زبانی قیل و قال کے سواء وہ مسلمانوں کو کوئی آزار نہ پہنچا سکیں گے غلبہ مسلمانوں ہی کو رہے گا اور یہود کا انجام ذلت و رسوائی ہے۔ ف۲ اور تمہارے مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں گے یہ غیبی خبریں ایسی ہی واقع ہوئیں ف۳ ہمیشہ ذلیل ہی رہیں گے عزت کبھی نہ پائیں گے اسی کا اثر ہے کہ آج تک یہود کو کہیں کی سلطنت میسر نہ آئی جہاں رہے رعایا و غلام ہی بن کر رہے ف۴ تھام کر یعنی ایمان لا کر ف۵ یعنی مسلمانوں کی پناہ لے کر اور انہیں جزیہ دے کر ف۶ چنانچہ یہود کو مالدار ہو کر بھی غناء قلبی میسر نہیں ہوتا ف۷ **شان نزول** جب حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب ایمان لائے تو احبار یہود نے جل کر کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم میں سے جو ایمان لائے ہیں وہ برے لوگ ہیں اگر برے نہ ہوتے تو اپنے باپ دادا کا دین نہ چھوڑتے اس پر یہ آیت نازل فرمائی گئی عطاء کا قول ہے کہ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ سے چالیس مرد اہل نجران کے بتیس حبشہ کے آٹھ روم کے مراد ہیں جو دین عیسوی پر تھے پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ف۸ یعنی نماز پڑھتے ہیں اس سے یا تو نماز عشاء مراد ہے جو اہل کتاب نہیں پڑھتے یا نماز تہجد ف۹ اور دین میں مداہنت نہیں کرتے ف۱۰ یہود نے عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب سے کہا تھا کہ تم دین اسلام قبول کر کے ٹوٹے میں پڑے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دی کہ وہ درجات عالیہ کے مستحق ہوئے اور اپنی نیکیوں کی جزا پائیں گے یہود کی بکواس بیہودہ ہے ف۱۱ جن پر انہیں بہت ناز ہے ف۱۲ **شان نزول** یہ آیت بنی قریظہ و نضیر کے حق میں نازل ہوئی یہود کے رؤساء نے تحصیل ریاست و مال کی غرض سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ ان کے مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں گے وہ رسول کی دشمنی میں ناحق اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین قریش کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ ابوجہل کو اپنی دولت و مال پر بڑا فخر تھا اور ابوسفیان نے بدر و احد میں مشرکین پر بہت کثیر مال خرچ کیا تھا ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت تمام کفار کے حق میں عام ہے ان سب کو بتایا گیا کہ مال و اولاد میں سے کوئی بھی کام آنے والا اور عذاب الٰہی سے بچانے والا نہیں۔

بہارِ حدیث

احکام جنازہ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا "جنازہ لے کر جلدی جلدی چلو۔ اگر وہ نیک تھا تو اسے تم خیر کے قریب کردو اور اگر وہ اس کے علاوہ تھا تو وہ برا تھا جسے تم اپنی گردنوں سے جلد اتار دو۔" (طحاوی)

عبدالرحمٰن بن مہران رضی اللہ عنہ نے بیان کیا جب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو آپ نے کہا کہ مجھے جلدی لے جانا کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: جب کوئی نیک بندہ چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ مجھے جلدی آگے لے چلو۔ مجھے جلدی آگے لے چلو۔ اور جب برے آدمی کو چارپائی پر رکھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے افسوس! تم لوگ مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ (طحاوی)

لیث بن ابی سلیم نے بیان کیا۔ ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے ان کے والد نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے ایک جنازہ گذرا جسے لوگ بڑی تیزی کے ساتھ لے جا رہے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے لیے سکون و اطمینان لازم ہے۔ (طحاوی) تم پر جنازوں کو درمیانی چال سے لے جانا لازم ہے۔ (طحاوی)

سالم ﷛ نے اپنے والد سے بیان کیا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو جنازوں کے آگے چلتے ہوئے دیکھا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جنازوں کے آگے چلتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمر ایسا ہی کیا کرتے تھے (طحاوی)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جنازوں کے آگے اور کبھی پیچھے چلا کرتے تھے۔ (طحاوی)

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سوار جنازہ کے پیچھے رہے اور پیدل چلنے والا جہاں چاہے وہاں چلے۔ (طحاوی)

حمید الطویل ﷛ نے ابو ہریرہ ﷛ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم جنازہ کو الوداع کہنے جاتے ہو تو اس کے آگے پیچھے دائیں بائیں چلو۔ (طحاوی)

نافع ﷛ نے بیان کیا۔ عبداللہ بن عمر ﷛ ایک جنازہ کے ساتھ چلے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ اس جنازہ کے ساتھ کچھ عورتیں بھی تھیں انہیں دیکھ کر آپ ٹھہر گئے اور فرمایا! انہیں واپس کرو یہ زندہ مردہ دونوں کے لیے ابتلاء و آزمائش کا سبب ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جنازہ کے ساتھ آگے یا پیچھے کس طرح چلنا چاہئے؟ آپ نے فرمایا! کیا تم مجھے نہیں دیکھ رہے ہو کہ میں پیچھے چل رہا ہوں (طحاوی)

موسیٰ بن عمران بن مناخ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ ابان بن عثمان ﷛ کے پاس سے ایک جنازہ گذرا تو آپ اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ حضرت عثمان کے پاس سے ایک جنازہ گذرا تو آپ اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے جنازہ گذرا تو آپ اس کے لیے کھڑے ہوئے۔ (طحاوی)

عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! جب تم جنازہ دیکھو تو اس کے لیے کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ رکھ دیا جائے یا تم سے الگ ہو جائے۔ (طحاوی)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو اس کے ساتھ جائے وہ اس کے رکھے جانے سے پہلے نہ بیٹھے۔ (طحاوی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص کسی میت پر نماز جنازہ پڑھے اور اس کے ساتھ آگے نہ جائے تو کھڑا رہے یہاں تک کہ وہ نظر سے اوجھل ہو جائے۔ اور اگر اس کے ساتھ جائے تو جب تک اسے رکھا نہ جائے نہ بیٹھے۔" (طحاوی)

علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کے ساتھ کھڑے رہے یہاں تک کہ اسے رکھا گیا اور دوسرے لوگ بھی آپ کے ساتھ کھڑے رہے۔ اس کے رکھے جانے کے بعد آپ بیٹھے اور دوسرے لوگوں کو بھی بیٹھنے کا حکم دیا۔ (طحاوی)

اسمٰعیل بن مسعود بن حکم زرقی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ میں عراق میں ایک جنازہ کے ساتھ گیا وہاں میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ کھڑے ہو کر اس جنازہ کے رکھے جانے کا انتظار کر رہے ہیں اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ انہیں بیٹھنے کا اشارہ کر رہے ہیں۔ علی مرتضیٰ نے کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہوتے دیکھا تو ہم کھڑے ہو گئے اور آپ کو بیٹھتے ہوئے دیکھا تو ہم بیٹھ گئے۔ (طحاوی)

زید بن وھب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ ہم لوگ علی مرتضیٰ کے پاس ایک بار جنازہ کے لیے اٹھنے کے مسئلہ پر گفتگو کر رہے تھے۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ علی مرتضیٰ نے فرمایا کیا تم یہودی جیسا کام کروگے؟ (طحاوی)

انیس بن ابی یحییٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ میں نے اپنے والد سے سنا وہ کہتے تھے کہ عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام جنازہ رکھنے سے پہلے بیٹھ جایا کرتے تھے۔ (طحاوی)

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ میرے والد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ کے ساتھ میں حاضر ہوا تو آپ نے اس پر چار تکبیریں کہیں۔ (طحاوی)

ابو سلمان مؤذن رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ ابو شریحہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھاتے ہوئے چار تکبیریں کہیں۔ ہم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے (طحاوی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے انتقال کی خبر اسی دن لوگوں کو دے دی جس روز وہ فوت ہوئے۔ پھر آپ نمازگاہ کی طرف گئے لوگوں کی صف بندی کی اور چار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھائی۔ (طحاوی) ☆☆☆

از: جانشین حضور مفتی اعظم فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری، ازہری دامت برکاتہ العالیہ

باب الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ۔

علمائے بریلی اہل سنت وجماعت نے کتاب حسام الحرمین شریفین میں علماء دیوبند کو وہابی بتا کر اور ان کے عقائد باطلہ پر کفر کا فتویٰ دیا ہے وار ان کے مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے کو اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو حرام بتلایا ہے مگر ان کی کتاب پڑھنے سے معلوم ہوا کہ یہ ان پر بہتان وافترا لگایا ہے اگر یہی عقائد باطلہ علماء دیوبند کے پاس روانہ کئے جائیں تو وہ بھی کفر ہی کا فتویٰ صادر فرمادیں گے انہوں نے اپنی کتاب ''عقائد علماء دیوبند'' اور ''عقائد وہابیہ نجدیہ'' وکتاب ''الشہاب الثاقب'' مصنفہ مولانا حسین احمد صاحب مدنی میں علیحدہ علیحدہ تحریر کئے ہیں اور یہ بتلایا ہے کہ عبد الوہاب نجدی ظالم باغی خونخوار شخص تھا اور ہم ان میں سے نہیں ہیں یہ ہم پر بہتان لگایا گیا ہے اور ہمارے عقائد اہل سنت والجماعت کے ہیں اور علمائے بریلی بدعتی ہیں انہوں نے اپنی طرف سے بہت سے نئے کام ایجاد کئے ہیں جو کہ صرف اپنے پیٹ پالنے کے لئے ایجاد کئے ہیں اور عوام کو دھوکہ دیا ہے یہ تمام نئے کام قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں نہیں تھے علاوہ ان کتابوں کے اور کتابوں میں بھی ان کا جواب دیا گیا ہے جیسے کتاب ''فیصلہ کن مناظرہ'' ''دیوبند سے بریلی تک'' ''المہند علی المفند'' اصلاح الرسوم'' ''شریعت یا جہالت'' ''السحاب المدرار'' ''تزکیۃ الخواطر'' ''راہ سنت'' ''توضیح البیان'' ''بدعت کی باتیں'' بدعت کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ دریافت طلب یہ ہے کہ واقعی جو ان کتابوں میں تحریر ہے کیا وہ غلط ہے یا ہمارے سمجھ میں نہیں آیا ان کتابوں میں بڑی بڑی کتابوں کے حوالے دیئے گئے ہیں میں اپنے عقائد سے بدلا نہیں ہوں اب میری دلی تسکین کے لئے ان کا جواب مفصل تحریر فرمائیں تاکہ میں اپنے عقائد صحیح میں مضبوط اور قائم رہوں اور ان ۱۱ ر کتابوں کو پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

المستفتی: بندو حسن جوالاپوری، کلیر جوالاپور، سہارنپور، یوپی

الجواب: اتنی بات ہر دیوبندی کو تسلیم ہے کہ ''براہین قاطعہ'' ''حفظ الایمان'' ''تحذیر الناس'' میں وہ عبارتیں لفظ بہ لفظ موجود ہیں جن پر علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اگر وہ عبارتیں نہ ہوتیں تو افترا وبہتان کہنا صحیح ہوتا اب ان کے مفاہیم میں اختلاف ہونا ضرور ہے مجرم اپنے جرم کا اقرار مشکل سے کرتا ہے اگر وہ اقرار کرے تو اس کا جرم ختم ہو جائے جو مفہوم ومطلب ان عبارتوں کا تھا علماء اہل سنت نے پیش کیا اس کا فوٹو بھی لے کر بتایا ''وقعات السنان وادخال السنان'' وغیرہا کے جواب سے دیوبندی اب تک عاجز رہے اور انشاء المولیٰ تعالیٰ عاجز رہیں گے تو انہوں نے اس قسم کے خرافات شروع کئے۔

منظور نعمانی نے فیصلہ کن مناظرہ میں طرح طرح سے فریب دینے کی کوشش کی ہے یہی حال ''دیوبند سے بریلی تک'' کے مصنف کا بھی ہے مگر ان لوگوں نے جو باتیں کہیں ہیں ان کا جواب علماء اہل سنت بہت پہلے دے چکے ہیں اب ان اعتراض کا دہرانا پرلے درجے کی ہٹ دھرمی ہے۔ مثلاً اس کا یہ کہنا ہے کہ ''تحذیر الناس'' کی تین جگہ کی عبارت کو لے کر کفری معنی پہنائے گئے ہیں اور مصنف تو اس عقیدہ ختم نبوت کا قائل ہے یہ محض فریب ہے ''تحذیر الناس'' کی ہر عبارت مستقل کفر ہے تو تقدیم وتاخیر سے کوئی فرق نہیں پڑتا، حضور آقائے نعمت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کا امکان ماننا بھی کفر ہے اور اس عقیدہ ختم نبوت کو عوام کا خیال بتانا بھی کفر ہے ''براہین قاطعہ'' کی عبارت پر جو کچھ لکھا ہے وہ بھی محض بکواس ہے ''الموت الاحمر'' میں ان عبارتوں پر دیوبندیوں نے جو کچھ کلام کیا ہے ان سب کا مفصل جواب ہے ''حفظ الایمان'' و''بسط البنان'' کا رد بلیغ ''وقعات السنان'' و''قہر واحد دیان'' میں موجود ہے دیوبندیوں نے مابعد کی کتابوں میں کوئی جدید

تاویل نہیں کی۔ ہے وہی پرانی سڑی سڑائی تاویلیں پیش کر رہے ہیں پھر یہ تاویلیں ان کے قائلین سے کفر کو اٹھا نہیں سکتیں وہ خود اپنی مراد ظاہر کر چکے ان کی مرادیں واضح پھر اس کفر کو کون اٹھا سکتا ہے۔ "تحذیر الناس" والے نے ہزارہا جگہ ختم نبوت کا اقرار کیا ہو مگر تحذیر الناس کی ان عبارتوں کا قائل ہونے کی وجہ سے کافر ہی رہے گا جب تک اس قول سے بالاعلان توبہ رجوع نہ کرے تجدید ایمان نہ کرے اور اب یہ مشکل ہے کہ وہ مر کر مٹی میں مل گیا، اسی طرح المہند اور "الشہاب الثاقب" وغیرہ میں جو عقائد بتائے گئے ہیں وہ کبرائے وہابیہ کے عقائد کے خلاف ہیں "المہند" ص ۵۷/ میں عربی میں ہے۔ هذه خلاصة تصديقات السادة العلماء المكة المكرمة زادها الله تعالىٰ شرفا وفضلا اور اس کا اردو ترجمہ یہ کہتا ہے کہ یہ مکہ مکرمہ زاداللہ شرفاً وتعظیماً کے علماء کی تصدیقات کا خلاصہ ہے اب یہاں غور طلب یہ بات ہے کہ "المہند" تو سراسر تلبیس تھی ہی مگر اس عبارت نے اس کی رہی سہی ساکھ کو بھی خاک میں ملا دیا کہ مکروفریب سے بھری کتاب پر بھی جو کچھ تصدیق کے نام سے لکھا گیا ہے وہ تصدیقی تحریریں پوری پوری مکمل اور انہیں الفاظ کے ساتھ نہیں ہیں بلکہ ان کا خلاصہ ہے تو ضرور کانٹ چھانٹ کے بعد چھاپی گئی پھر اس کتاب کا کیا اعتبار ہے ظاہر ہے جو مطلب کے خلاف باتیں رہیں ہوں گی انہیں حذف کر کے خلاصہ بنایا ہے حالانکہ تصدیق وتقریظ کے چھاپنے کا قاعدہ واصول یہی ہے کہ انہیں بے کم وکاست چھاپا جائے اب اہل دیوبند سے کیا امید کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے تصادیق کے الفاظ میں کیا کیا دیانت داری کا مظاہرہ کیا ہوگا تو وہ علماء حرمین کی دستی تصدیق نہیں ہے بلکہ خلیل احمد کی تلبیس ہے پھر تصدیق میں یہ نہ لکھا گیا کہ تھانوی وگنگوہی وانبیٹھی ونانوتوی طواغیت دیوبندیہ کی عبارت کفریہ حق وصحیح ہیں ان عبارتوں کے قائل وراضی ہونے کے بعد بھی وہ مسلمان ہیں اور اس میں یہ بھی نہیں کہ حسام الحرمین میں جو ان کے طواغیت پر فتویٰ ان کی عبارتوں کی وجہ سے صادر فرمائے گئے وہ غلط ہیں ناقابل عمل ہیں نہ یہ ہے کہ حسام الحرمین میں جو ہمارے فتویٰ ہیں وہ ہمیں دھوکہ دے کر ہم سے لے گئے ہیں ہم نے ناواقفی میں لکھے ہیں نہ یہ ہے کہ وہ حسام الحرمین والے فتویٰ ہم نے واپس مانگ لئے اور اب جو انہیں پیش کرے وہ جھوٹا ہے نہ یہ ہے کہ خلیل احمد انبیٹھی نے ہمارے سامنے "حفظ الایمان" ص ۶ وص ۷ "براہین قاطعہ" ص ۵۱ فوٹو فتاوائے گنگوہی "تحذیر الناس" ص ۳ وص ۲۸ کی عبارات بعینہا وبالفاظہا پیش کیں اور ہم نے غور کر کے سمجھا عبارات مندرجہ کتب مذکورہ میں کوئی کفر نہیں، ان عبارات مندرجہ کتب مذکورہ کا قائل ومصنف ومعتقد ومصدق کافر نہیں مرتد نہیں جب یہ تفصیل وتوضیح نہیں اور ہرگز نہیں اور المہند کی عیاریاں مکاریاں فریب کاریاں کھل چکیں اور باقرار خود اصل تصدیق چھاپی نہیں بلکہ خلاصہ چھاپا تو ثابت ہوا کہ وہ تصدیقات المہند وخلیل احمد کے خلاف تھیں اس لئے تلبیس کی اور اصل تصدیق کو چھپایا یہ اکابر دیوبندیہ کی کذابیوں مکاریوں کا ادنیٰ مظاہرہ کھلا ہوا نظارہ ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم.

اور یہیں سے ثابت ہوگیا کہ حسام الحرمین حق وصحیح ودرست ہے پھر ان تصدیقوں کے خلاصہ کو ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء مکہ معظمہ کے نام سے چھ تصدیقیں انبیٹھی نے لکھا جن میں تین غیر مکی ہیں لہٰذا یہ بھی جھوٹ ہوا اور ناقابل قبول اور دو تصدیقیں مفتی مالکیہ اور ان کے بھائی صاحب کی واپس مانگ لی گئیں انہیں پھر بھی لکھنا بے حیائی اور تلبیس ہے تو چھ میں سے پانچ مردود وباطل ہو گئیں اور پہلی کو خلاصہ کر کے اور خلاصہ لکھ کر خود انبیٹھی باطل ومردود ٹھہرا چکا تو مکہ معظمہ کے کسی عالم کی بھی کوئی تحریر المہند کی حمایت میں نہ رہی یہی حال علمائے مدینہ کی تصادیق کا ہے کہ وہاں بھی اصل تصادیق نہیں بلکہ خلاصہ شائع کیا گیا ہے اور اس میں بھی فریب اور تلبیس کی ہے کہ الامان والحفیظ چنانچہ علمائے مدینہ کی تصدیقات بتانے کے لئے ص ۶۳ / میں لکھا کہ سب سے پہلے امام فقہائے زمانہ حضرت مولانا سید احمد برزنجی شافعی مفتی آستانہ نبویہ دامت فیوضہم کے رسالہ کا ملخص تین مقام سے لکھتے ہیں اب آپ خود غور فرمائیں کہ دیوبندیوں کا بڑا محدث ومعتبر ومستند خلیل احمد نے کتنی عظیم تلبیس کی ہے کہنا بڑا دھوکہ دیا کہ جب علماء مدینہ نے اس کی تصدیق نہ کی تو خلیل احمد نے مولانا برزنجی کے رسالہ "كمال السيوف والتقويم" کے تین مقاموں کی

مختلف عبارتیں قطع وبرید کر کے نقل کیں اور اس کی ساری تصدیقات اور مہریں کہ عوام سمجھیں کہ سب تصدیقیں المہند ہی پر ہیں یہ مختصر حال تصدیق کا ہے جس میں ذرہ برابر صداقت کی جھلک نہیں بلکہ مکمل تلبیسات اور فریب ودجل ہے صداقت اس وقت ہوتی کہ ان کفری عبارتوں کو پیش کرتے اور علمائے حرمین طیبین سے اس بات کا فتویٰ لیتے کہ یہ عبارتیں کفری نہیں حسام الحرمین میں جو فتویٰ دیا گیا ہے وہ غلط ہے مولانا احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے ہمیں دھوکہ دیا پھر المہند کے مضامین قصر وہابیت ودیوبندیت کو ڈھادینے والے ہیں المہند میں ''فتاویٰ رشیدیہ'' و''تقویت الایمان'' و''حفظ الایمان'' ''براہین قاطعہ'' ''تحذیر الناس'' کے خلاف عقائد اہل سنت وجماعت کو لکھ کر فتویٰ لیا گیا ہے اور اپنا وہ عقیدہ بتایا ہے جو اہل سنت وجماعت کا ہے مکروفریب کی اس سے زیادہ گندی گھنونی چال نہیں ہوسکتی ہے چنانچہ علامہ سیفسطی کی تصدیق کے نام سے ایک مضمون چھاپا ہے جو ص ۶۹ پر ہے کہ جناب رسول اللہ کی روح پرفتوح کے تشریف لانے میں کچھ استبعاد نہیں کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں باذن خداوندی کون میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں علامہ کی اس عبارت نے دیوبندی دھرم اور اس کی پستک ''تقویت الایمان'' کو جہنم رسید کردیا اس کے صفحہ ۸؍ میں ہے کہ پھر خواہ یوں سمجھے کہ طاقت ان کو اپنی ذات ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے اور اسی میں ہے ''کہ پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے'' اور ص ۲۳؍ میں ہے کہ ''جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سو اب اس پر شرک ثابت ہوجاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے'' اور ص ۳۴؍ پر ہے کہ ''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں'' اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ امام الوہابیہ کے فتویٰ سے المہند ص ۶۹؍ کا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے اور جو اس عقیدہ کی تعلیم دے وہ مشرک اور مشرک گر ہے اور اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اختیار نہیں اور المہند امام الوہابیہ کے فتویٰ سے شرکی کتاب ہے لہٰذا اس کا مصنف اور اس کے مصدقین ہندی مشرک ٹھہرے دیوبندیوں کو امام الوہابیہ کا یہ شرکی فتویٰ مبارک ہو فلعنة اللّٰه علی الکافرین اسی ''تقویت الایمان'' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھا ہے یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں مرنے والا ہوں علامہ موصوف کے فتوے سے اس قول کا بھی رد ہوجاتا ہے اب اگر ''تقویت الایمان'' کا یہ قول وہابیہ مانے تو المہند جھوٹی اور المہند کو صحیح مانیں تو ''تقویت الایمان'' ''فتاویٰ رشیدیہ'' جھوٹی قرار پائیں گی اور حقیقت میں تینوں کتابیں جھوٹی ہیں پھر ''براہین قاطعہ'' کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد اقدس میں تشریف آوری کا بہت زوردار رد کیا ہے اور اس میں وہ کفری بول بکا ہے جس پر علماء نے اسے کافر بتایا علامہ کے اس ارشاد نے تو اسے جہنم کے نچلے حصہ میں پہنچا دیا ''التلبیسات'' میں تو اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا ''البتہ جہت ومکان کا اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت ومکانیت اور جملہ علامات حدوث سے منزہ وعالی ہے'' ص ۲۳ مگر درحقیقت ان کا یہ عقیدہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے جہت ومکان سے منزہ جاننے کے عقیدہ کو بدعت سمجھتے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو امام الوہابیہ دہلوی کی ''ایضاح الحق'' ص ۳۵ وص ۳۶ ''وتنزیہ اوتعالیٰ از زمان ومکان وجہت وماہیت وترکیب عقلی (الی) ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد'' یہ عیاری ہے کہ عقیدہ کچھ اور ہے اور ظاہر کچھ اور کرتے ہیں ''التلبیسات'' ص ۱۷؍ میں لکھا ہے ''جو اس کا قائل ہو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم پر بس اتنی جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے'' یہاں تو یہ ظاہر کیا اب ذرا ''تقویت الایمان'' اور ''براہین قاطعہ'' کی عبارتوں کو ملاحظہ کریں کہ اس میں کیا عقیدہ لکھا ہے ''انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے'' ''تقویت الایمان'' ص ۶۸ اور

''براہین قاطعہ'' ص۳۰؍اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے کے آپ کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کہہ دیا کہ وہ خود نص کے موافق کہتا ہے'' اس مکاری کی کیا انتہا ہے جو عقیدہ بار بار چھاپ چکے ہیں اس کے خلاف ''التلبیسات'' میں ظاہر کر کے اپنے ایمان دار ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں ''التلبیسات'' ص۱۸ کی عبارت ملاحظہ ہو ہم زبان سے قائل اور قلب سے معتقد اس امر کے ہیں کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمامی مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے جن کا ذات وصفات اور تشریعات یعنی احکام عملیہ وحکم نظریہ اور حقیقتہائے حقہ واسرار مخفیہ وغیرہ سے تعلق ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ اور نہ نبی ورسول اور بیشک آپ کو اولین وآخرین کا علم عطا ہوا اور آپ پر حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے'' اس عبارت سے سارا قصر وہابیہ مسمار ہو گیا یہ عبارت دلیل صریح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی وسعت پر اور حضور کا تمام خلق سے اعلم ہونے پر اب ''تقویت الایمان'' کا ص۳۱؍ملاحظہ ہو جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا خواہ قبر میں خواہ آخرت میں ہو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا نہ دوسرے کا'' اور ''براہین قاطعہ'' میں لکھا ہے ''اور شیخ عبد الحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں تو ظاہر ہو گیا کہ حقیقت میں عقیدہ یہ ہے اور ظاہر وہ کیا گیا جو التلبیسات میں ہے اس فریب ودجل کی داد دیجئے''۔ ''التلبیسات'' ص۱۹ میں لکھا ہے کہ ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم سے اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے بعض حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے'' اور ''براہین قاطعہ'' میں اسی خبیث نے شیطان لعین کے لئے وسعت علم ثابت کیا اور حضور کے حق میں اس کے ثبوت کا انکار کیا۔ یہاں جس چیز کو کفر بتایا اس کے قائل خود آنجناب ہی ہیں۔ ''براہین قاطعہ'' ص۴۷؍میں لکھتے ہیں ''شیطان ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک

شرک ثابت کرتا ہے ہر عاقل پر روشن ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ کہہ دیا کہ مخلوقات سے زیادہ علوم عطا ہوئے مخلوق میں سے کوئی بھی ان کے پاس نہیں پہنچ سکتا نہ مقرب فرشتہ نہ نبی رسول آپ کو اولین وآخرین کا علم عطا ہوا تو اب عبارت ''براہین قاطعہ'' جو اس قائل کا حقیقی عقیدہ ہے اس کا کفری ہونا روشن اور خود اپنے قول سے مصنف ''براہین قاطعہ'' ومصدق (رشید احمد گنگوہی) دونوں کافر ہو گئے یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ منظور نعمانی نے فیصلہ کن مناظرہ میں جو بحث اس عبارت کے متعلق کی ہے محض باطل ہے کہ خود ''براہین قاطعہ'' کا مصنف عبارت ''براہین قاطعہ'' کو التلبیسات میں کفر بتا رہا ہے اور صاف لکھ رہا ہے کہ جو شخص کسی کو حضور علیہ السلام سے اعلم بتائے وہ کافر ہے اور یہیں سے منظور کی پیش کردہ عبارت یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی الخ کا جواب ہو گیا اس طرح ''التلبیسات'' ص۲۴؍میں ہے جو شخص نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کو زید وبکر وبہائم ومجانین کے علم کے برابر سمجھے یا کہے وہ قطعاً کافر ہے اور ''حفظ الایمان'' ص۷و۸ کی عبارت پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا (الی آخرہ) اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ''حفظ الایمان'' کی عبارت مذکورہ صریح کفری ہے اور اگر منظور نعمانی اور حسین احمد ٹانڈوی کی اس عبارت سے متعلق تاویلوں کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو بات اور زیادہ واضح ہو جائے گی جس کا اب تک دیوبندی جواب نہ دے سکا نہ اعتراض کو اٹھا سکتا۔

''التلبیسات'' ص۲۴؍پر میلاد شریف کے لئے جو کچھ لکھا ہے اسے ملاحظہ کیجئے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ میلاد شریف کو اعلیٰ درجے کا مستحب بتایا اور اس کو بدعت سیاہ کہنے سے حاشا کہہ کر انکار کیا ہے یہ بڑا فریب ہے کہ ان کا عقیدہ وہ ہے جو ''فتاویٰ رشیدیہ'' جلد ۱، ص۵۰ پر لکھا ہے۔ سوال مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف نہ ہو جیسے شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں؟ اور شاہ صاحب واقعی مولود وعرس کرتے تھے یا نہیں؟ الجواب عقد مجالس مولود اگرچہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہو مگر اہتمام

وتداعی اس میں بھی موجود ہے لہٰذا اس زمانہ میں درست نہیں اور جلد۲ ص ۱۴۵ر میں ہے مسئلہ محفل میلاد میں جس میں روایت صحیحہ پڑھی جائیں وار لاف وگزاف اور روایات موضوعہ اور کاذبہ نہ ہوں شریک ہونا کیسا ہے؟ جواب ناجائز ہے بسبب اور وجوہ کے اسی فتاویٰ کے جلد۳ ص ۱۴۵ر میں ہے کہ کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی مولود اور عرس درست نہیں اب آپ خود عبارتیں ان کتابوں سے مطابق کرلیں اور بنظر انصاف دیکھیں کہ ان کے مذہب وعقائد میں کس قدر تضاد ہے کتابوں میں کس قدر تضاد ہے اور ظاہر ہے کہ پہلی کتابوں میں جو کچھ مذکور ہے وہی درحقیقت ان کا عقیدہ ہے اور التلبیسات میں جو کچھ لکھا ہے وہ براہ عیاری ومکاری ہے اب دوسرا انداز فریب ملاحظہ ہو کہ خود سوالات لکھے اور خود جوابات لکھے اپنے ہی گھر کے لوگوں کی تصدیقیں کرائیں جوابوں میں وہ فریب کاریاں کی جس کی قدرے جھلک اوپر مذکور ہوئی اب اس مجموعہ فریب کو لے کر حرمین طیبین گئے تاکہ وہاں کے علماء کو دھوکہ دیں اور ان سے کسی طرح تصدیق کرالیں تاکہ کہنے کو تو ہو جائے کہ حسام الحرمین میں علماء حرمین طیبین نے جن بدلگاموں پر کفر کا حکم دیا تھا انہوں نے ان کا اسلام تسلیم کرلیا مگر اللہ تعالیٰ ربانی علماء کا محافظ ہے مکاروں کا کید نہ چلا اور حرمین طیبین کے علماء اسلام کے تصدیقیں حاصل نہ ہوئیں تو غیروں کے نام سے تصدیقیں شائع کیں علماء نے اپنے اپنے الفاظ اور اپنی اپنی تصدیقیں واپس لے لیں تھیں انہیں مصدقین سے بتایا پھر اصل تصدیقات کو چھپایا مگر سنی مسلمان اور سنی علماء کرام اول نظر میں اس کے تلبیسات سے آگاہ ہوگئے اور المہند کو مردود قرار دے دیا لہٰذا اس کا حوالہ دینا اور اس کی باتوں کو صحیح جاننا باطل وفاسد خیال ہے اور حسام الحرمین کے مقابل لانا محض جہالت ہے اگر المہند کی تلبیسات کو دیوبندی صحیح جانتے ہیں تو وہ مذکورہ بالا کتابوں کے مضامین سے انکار کریں اور توبہ ورجوع کریں اور بالاعلان پھر سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں اور ان کتابوں کو دریا برد کردیں مگر شاید کوئی دیوبندی اس پر تیار نہ ہوگا کہ اللہ عزوجل نے ان کے دلوں پر مہر کردی ہے ان کے لئے لا یعودون آچکا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ ہر طرح سے [illegible]

کرتے ہیں مگر توبہ رجوع نہیں کرتے ان پر حق واضح ہو چکا ہے اپنی تحریروں کے ذریعہ "براہین قاطعہ" "تحذیر الناس" "حفظ الایمان" کے کفریات تسلیم کرچکے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور ان ظالموں نے علمائے اہل سنت کے لئے جو کچھ کہا ہے وہ اس سے بری ہیں اس دور میں جو نئے کام ایجاد ہیں ان میں جو اصول شرع پر مکروہ وبدعت ہیں اسے ہم بدعت وحرام ومکروہ جانتے ہیں اور جو جائز ومباح ہیں اسے جائز اور مباح کہتے ہیں، معمولات اہل سنت وجماعت پر اعتراض کرنا کوئی تعجب خیز بات نہیں انہیں بدعت بتانا بھی تعجب نہیں ہے مگر اس باب میں بھی ان کے اقوال الجھے الٹے ہیں اور ان باتوں کا مکمل جواب "رسائل علماء اہل سنت" وجماعت میں مذکور ہیں دیوبندی ان عقائد باطلہ کی ایجاد کر کے خود پکے بدعتی گمراہ وبدمذہب ہیں اور یہ بدعت کی اعلیٰ قسم ہے قرون اولیٰ میں کسی کام کا نہ ہونا اسے بدعت نہیں بنادیتا ہے جہالت دیوبندیوں کو لے ڈوبی ہے علماء اعلام نے بدعت کی پانچ قسم گنائی ہیں ایک تمثیل ملاحظہ ہو زبان سے نیت کرنا بدعت ہے قرون اولیٰ میں نہ تھا اور صحابہ وتابعین وائمہ دین تک اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے اور اب فقہاء اسے مستحب فرماتے ہیں ابن القیم نے زبان سے نیت کرنے میں ۱۱ر بدعتیں گنائی ہیں اس کے لئے کسی دیوبندی نے شور نہ مچایا اور نہ رد کیا اس طرح صدہا امور وہ ہیں جو قرون اولیٰ میں نہ تھے اور اب بلانکیر معمول ہیں اور بعض وہ ہیں جس پر دیوبندی بھی عامل ہیں تو ایسی باطل بات کہنے میں دجل وفریب کے سوا اور کوئی کارفرمائی نہیں ہے یہ مختصر عرض ہے اسے دیکھیں اور غور کریں جہاں شبہ ہو دریافت کرسکتے ہیں یہ دور پرفتن ہے وہابیوں اور دیوبندیوں کی کتابوں کے مطالعہ سے بچیں کہ شیطان کو وسوسہ ڈالنے میں دیر نہیں لگتی۔ نسأل اللّٰہ العفو والعافیة فی الدین والدنیا والآخرة والاستقامة علی الشریعة الطاھرة وما توفیقی الا باللّٰہ علیه توکلت والیه انیب وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ سید الانبیاء وعلیٰ آله وصحبه وبارک وسلم۔

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

[illegible] دارالافتاء ۸۲ سوداگران رضا نگر بریلی شریف

تذکرہ حضرت حافظ شاہ جمال اللہ نقشبندی قدس سرہٗ

حضرت مولانا سید شاہد علی رضوی شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ رامپور

ولادت: ۱۱ر ربیع النور ۱۱۳۷ھ مطابق ۱۷ر نومبر ۱۷۲۴ء

وطن مالوف: شاہ دولہ، ضلع گجرات، صوبہ لاہور، پاکستان

اسم گرامی: محی الدین بجگم تاجدار ولایت سیدنا حضرت غوث اعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

القاب: حافظ، جمال اللہ، سلطان الاولیا، قطب الرشاد، محی سنن نبویہ، مروج شریعت، غوث زماں، مظہر غوث اعظم اور پرتو قطب مدینہ۔

والد محترم: حضرت سید سلطان شاہ قادری عرف محمد روشن شاہ قادری جن کا سلسلۂ نسب بیس واسطوں سے حضرت غوث اعظم اور اکتیس واسطوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جاملتا ہے۔

حسب ونسب: نسباً حسنی اور حسنی سید، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری، نقشبندی، مجددی، چشتی، صابری۔

سلسلۂ تعلیم: سن شعور تو کجا بچپن ہی میں آپ نے چھ پارے قرآن کریم کے اور ابتدائی اردو، فارسی کی کتابیں گھر پر ہی پڑھیں۔

پہلا تعلیمی سفر: جب آپ کی عمر شریف پانچ سال کی ہوگئی تو ۱۱۴۳ھ میں وزیر آباد میں حضرت مولانا محمد ہاشم نقشبندی لاہوری کے مدرسہ میں داخل کردیا گیا۔

پہلا صدمہ: اسی مدرسہ میں زیر تعلیم تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کلثوم ثانی داغ مفارقت دے کر اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوگئیں۔ اس صدمۂ عظیمہ سے کچھ وقت کے لئے آپ کا تعلیمی سلسلہ رک گیا۔

تلقین خاتمہ الخلفاء وغوث اعظم: اسی اثنا میں آپ خاتم الخلفاء امیر المومنین حضرت علی اور قطب یزدانی محبوب سبحانی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنا لعاب دہن آپ کے دہن مبارک میں ڈالا اور حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ نے تلقین فرمائی۔

دوسرا تعلیمی سفر: کچھ عرصہ کے بعد آپ اپنے والد ماجد کے ہمراہ دوبارہ وزیر آباد پہنچے ۱۱۵۱ھ تک یعنی چودہ سال کی عمر تک مولانا محمد ہاشم نقشبندی لاہوری کے ظل عاطفت میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

مکمل حفظ قرآن کریم: اس عرصہ میں آپ نے اولاً مولانا محمد ہاشم لاہوری سے مکمل قرآن کریم حفظ کیا، اس کے بعد اردو، پنجابی، فارسی اور عربی کی کچھ کتابیں پڑھیں۔

تلقین ثانی: وزیر آباد میں قیام کے دوران امیر المومنین حضرت علی اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کو دوبارہ تلقین فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں کہ "وہ تلقین جو طفلی میں ہوئی"۔ دوبارہ حاصل ہوئی اور میں نے مشاہدۂ ثانی کو مطابق سابق پایا۔

دوسرا تعلیمی سفر: کچھ باطنی اشارات پاکر مولانا محمد ہاشم لاہوری نے آپ کو مزید حصول علم کے لئے دہلی روانہ کیا۔

درود دہلی: ۱۱۵۱ھ ہی میں آپ ہندوستان کے دار السلطنت دہلی تشریف لائے اور ایک ویران مسجد کو خدا جوئی اور خدا طلبی کے لئے پسند کیا۔

قبلۂ عالم سے ملاقات: چند روز کے بعد آپ نے قبلۂ عالم حضرت خواجہ محمد زبیر نقشبندی قدس سرہٗ کی خدمت عالی میں حاضر ہوکر شرف ملاقات حاصل کیا۔

مدرسہ قیومیہ میں داخلہ: قبلۂ عالم کے مشورے سے آپ نے "مدرسہ قیومیہ دہلی" میں حضرت مولانا فیض احمد نقشبندی کشمیری کے ظل عاطفت میں فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

طالب علمی کے زمانہ میں آپ کے معمولات: صبح کے وقت "مدرسہ قیومیہ" میں باضابطہ سبق پڑھتے۔ مدرسہ کے بعد استاذ گرامی کے گھریلو کام کرتے، گھریلو کاموں سے فراغت پاکر قیام گاہ واپس آتے۔ شب کے وقت [illegible] متعلقہ خدمات انجام

دیتے، فراغت پاکر قیام گاہ واپس جاتے، مدرسہ کی تعلیم اور خدمت استاذ سے جو وقت شب وروز میں بچتا عبادت الٰہی اور تلاوت قرآن کریم میں گذار دیتے، تلاوت قرآن کریم کا ایسا ذوق تھا کہ ہر روز دو قرآن کریم ختم کرتے۔ تلقین ثانی کے بعد سے مسلسل روزے رکھتے۔ کسب معاش کے لئے غلہ منڈی جاکر مزدوری کرتے۔

بیعت: ۱۱۵۱ھ میں استاذ گرامی مولانا فیض احمد کشمیری کی ترغیب ورہنمائی اور رجال الغیب کی ہدایت ونصیحت پر قطب العرب والعجم حضرت علامہ مولانا سید شاہ قطب الدین اشرف حیدر حسین قادری نقشبندی مدنی قدس سرہٗ کے دست حق پرست پر سیدنا خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار اقدس کی پائینتی دہلی میں بیعت کی۔

بیعت کے بعد آپ کے معمولات: بیعت کے بعد آپ نے اپنا معمول بنالیا کہ صبح سے شام تک شیخ طریقت کی خدمت میں حاضر رہتے اور بغرض تعظیم دست بستہ کھڑے رہ کر تلاوت قرآن کریم میں مشغول رہتے۔ اگر کبھی اہل سلسلہ کے ساتھ مراقبہ کرنے کے لئے خاص طور سے آپ کو حکم ہوتا تو مجبوراً حلقہ مراقبہ میں بیٹھ جاتے۔ شب کو اپنی قیام گاہ پر واپس آجاتے۔

سرہند شریف کی حاضری: ۱۱۵۴ھ میں اپنے شیخ طریقت کی معیت میں حاضری دی۔ یہ حاضری اتنی مقبول ہوئی کہ منتظم دربار نے عالم خواب میں امام ربانی، مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ کا حکم پاکر دربار مجددیہ کی چابیاں آپ کے سپرد کردیں۔

دہلی کو واپسی: تین سال مسلسل دربار مجددیہ کی خدمات انجام دینے کے صلہ میں تصرفات نقشبندیہ سے اپنا سفر معمور فرماکر ۱۱۵۷ھ میں شیخ طریقت کے حکم پر دہلی واپس تشریف لائے۔

رسالہ شاہی میں ملازمت: مغلیہ سردار رسالہ شاہی کے رسلدار کی فرمائش پر کسب معاش کے لئے شیخ طریقت کی اجازت سے رسالہ شاہی میں بحیثیت نشان بردار ملازمت اختیار کی، جو کچھ تنخواہ ملتی اسے شیخ طریقت کی خدمت میں پیش کردیتے۔

قطب ارشاد کا امتحان اور اجازت وخلافت: بائیس سال [illegible] مسلسل [illegible] پر بیعت

مجاہدات کے بعد ۱۱۷۳ھ میں طریقہ صوفیہ کے مطابق "صدق نیت" کا امتحان لینے کے بعد اطمینان بخش جواب پاکر اجازت وخلافت اور ولایت روہیل کھنڈ سے سرفراز فرمایا۔

وطن مالوف کو مراجعت: ۱۱۷۳ھ میں شیخ طریقت قطب العرب والعجم حضرت مولانا سید شاہ قطب الدین مدنی قدس سرہٗ کی معیت میں کراچی پہنچے، وہاں سے شیخ طریقت زیارت وحج کے لئے روانہ ہوئے۔

پہلی کرامت: ۱۱۷۳ھ میں بعمر ۳۶ سال کراچی بندرگاہ پر پہلی کرامت کا ظہور ہوا۔

بارگاہ رسالت سے منصب قطبیت وغوثیت کی عطا: اسی مبارک ومسعود موقع پر سیدنا حضرت غوث اعظم سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے آپ مشرف ہوئے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کو قطبیت وغوثیت عطا فرمائی۔ جس کا اظہار آپ نے ایک تقریب میں کیا اور فرمایا ہم "قطب ارشاد" ہیں۔

مسند اکابرین: علم وفقہ کی تربیت میں کامل ومکمل ہوکر قطب ارشاد اور غوث زماں کی خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوکر کراچی سے وزیر آباد، وزیر آباد سے شاہ دولہ اور شاہ دولہ سے دہلی واپس آکر اپنے پیران عظام اور اجداد کرام کی مسند ارشاد پر جلوہ گر ہوئے۔

سید ﷺ کو وضو: عالم شاہ ثانی کو تعمیر جامع مسجد دہلی کی مقبولیت پر دلیل دیتے ہوئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کرائی۔ عالم شاہ ثانی نے دیکھا کہ آپ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جامع مسجد دہلی کے حوض کے کنارے وضو کرا رہے ہیں۔

دربار مخدوم میں: دہلی سے روانہ ہوکر سیدنا مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہٗ کے دربار گہربار میں حاضری دی۔ مخدوم پاک نے عالم خواب میں فیوضات چشتیہ سے سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ "تمہاری مجددیت میں ہماری صابریت بھی چمکے گی"۔

ورود لکھنؤ: دربار مخدوم سے رخصت ہوکر لکھنؤ کے لئے روانہ ہوئے اور لکھنؤ پہنچ کر محلہ نخاس کی مسجد میں قیام فرمایا [illegible]

ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہوئے۔

رشد وہدایت: آپ نے اپنی ساری عمر علوم دینیہ کی اشاعت اور تزکیہ نفوس شریہ میں صرف فرمائی، جاہلوں کو عالم بنایا، عالموں کو واصل باللہ کیا، ارباب سیف نے ان سے عدالت کا سبق لیا اور اصحاب قلم نے ان سے زور قلم حاصل کیا، چور و رہزن ولی اللہ بنے، سیکڑوں غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہزاروں بدعقیدہ دولتِ ایمان وعمل سے مالا مال ہوئے۔

تعداد مریدین: ہندوپاک کے علاوہ حجازِ مقدس، مصر، عراق، شام، افریقہ، امریکہ، افغانستان اور بنگلہ دیش وغیرہ میں بلاواسطہ اور بالواسطہ لاکھوں مریدین ہیں۔

خلفاء کرام: آپ کے خلفاء کی تعداد کثیر ہے۔ ان میں مشہور خلفاء کرام مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- حضرت فیض بخش شاہ درگاہی محبوب الٰہی قادری، موصوف نے قطب ارشاد کے جانشین کی حیثیت سے رامپور کی سرزمین پر تلقین وہدایت کی بزم کو سنوارا اور رشد وہدایت کی شمع کو روشن کیا۔

۲- حضرت سید بادشاہ میاں قادری۔ موصوف نے رامپور کی سرزمین پر شیخ کی ہدایت کے مطابق فرائض انجام دیئے۔

۳- حضرت سید حسن شاہ قادری مرادآبادی۔ موصوف نے سرسی تحصیل سنبھل ضلع مرادآباد میں سکونت اختیار کر کے فرائض انجام دیئے۔

۴- حضرت الحاج محمد عمر قادری حیدرآبادی۔ موصوف نے اپنی پوری زندگی حضرت کی خدمت میں گذاری اور رامپور میں ہی خدمات انجام دیں۔

۵- حضرت علامہ مولانا محمد ثناء اللہ قادری شامی۔ موصوف بحکم غوث اعظم ملک شام سے آکر آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، خلافت پائی اور بحکم شیخ بدایوں میں ارشاد وتبلیغ کی شمع روشن کی۔

۶- حضرت علامہ ملا فدا علی نقشبندی۔ موصوف نے لکھنؤ میں تلقین وارشاد کی بزم کو سنوارا۔

۷- حضرت علامہ ملا کمال نقشبندی۔ موصوف نے حیدرآباد دکن میں ارشاد وتبلیغ کی شمع روشن کی۔

۸- حضرت شاہ محمد عیسیٰ نقشبندی ملتانی۔ موصوف نے ملتان میں رشد وہدایت اور تلقین وارشاد کی قندیل روشن کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

خصوصیات: آپ کی توجہ میں بڑی تاثیر تھی۔ مرید کرنے کے بعد چھبیسویں روز اپنے نو مرید کو رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کرادیتے۔ آپ ہمیشہ علماء وسادات کا احترام کرتے۔ تاحیاتِ ظاہری نماز باجماعت کا التزام رکھا۔ دوسری تلقین کے بعد سے روزوں کا بھی اہتمام فرمایا۔ آپ ہر روز دو قرآن کریم نوافل وغیرہ میں ختم کرتے۔ غذا میں چنے، ستو یا بیسن روٹی استعمال فرماتے۔ لذیذ اور خوشگوار کھانوں سے احتراز کرتے۔ آپ نے ہمیشہ محنت ومزدوری اور ملازمت کو ذریعہ معاش بنایا۔

تعلیمات: سیدنا حضرت حافظ شاہ جمال اللہ قادری کی نظری اور عملی تعلیم کا حاصل یہ ہے کہ ظاہر کے ساتھ ساتھ دلوں کی دنیا بدلی جائے، خود تکلیف اٹھا کر دوسرے کو راحت دی جائے۔ ایذا رسانی اور خود نمائی سے باز رہا جائے، اپنی عبادت وریاضات کو ریاکاری اور نمائش سے بچایا جائے۔ گناہ ظاہری یا باطنی سے پرہیز کیا جائے۔ نفس کی سرکشی کو دور کرنے کے لئے روزوں کی کثرت کی جائے۔ اکل حلال اور صدق مقال کو شعار بنایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت خالق کی رضا کے لئے کی جائے۔ دلوں کو جوڑا جائے، توڑا نہ جائے۔ اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے تن من دھن کی بازی لگادی جائے۔

جلال حق: آپ ضرب "اللہ" کو فقیر کی توپ کہا کرتے اور جب آپ فقیر کی توپ کا استعمال کرتے تو بڑے سے بڑا سنگ دل دھنی ہوئی روئی کے مانند ہوجاتا، آپ کی بے مثال پرہیزگاری اور حق گوئی وحق پسندی کا ایسا رعب وجلال تھا کہ بڑے سے بڑا جری وبہادر آپ کے سامنے آتا تو گھبرا جاتا اور کانپ جاتا تھا۔

وصال: اللہ رب العزت کی یہ مقبول اور منفرد تخلیق اور "کل یوم ھو فی شان" کا یہ مظہر صادق، شریعت وطریقت کا یہ آفتاب وماہتاب ۳ رصفر المظفر ۱۲۰۹ھ مطابق ۳۰ راگست ۱۷۹۴ء کو بظاہر غروب ہوگیا۔ مگر اس کی شعاعیں آج بھی عالم کے گوشہ گوشہ کو روشن ومنور کررہی ہیں اور ان شاء المولیٰ تعالیٰ قیامت تک کرتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس روشنی سے منور فرمائے۔ آمین

☆☆☆

مدارس اسلامیہ

علامہ سید نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ، بانی جامعہ نعیمیہ مرادآباد

ہر قوم کی ترقی کا دارومدار تعلیم پر ہے، جب انسان کے دماغ میں عمدہ خیالات، بلند حوصلے، نفیس معلومات ہوں گے تو وہ اپنی عقل وتدبیر سے کوئی اچھا کام لے سکے گا۔ نوعمر مسلمانوں کی معلومات بالعموم ناولوں اور عشقی قصے کہانیوں میں منحصر ہیں اور اس کا جیسا تباہ کن اثر ہونا چاہئے ہو رہا ہے۔

مدارس کی کمی: مدارس اور درس گاہیں بہت کم ہیں اور چونکہ ہمارا علمی مذاق خراب ہو چکا ہے اس لئے عام دماغوں میں مدارس کوئی ضروری اور کارآمد چیز بھی نہیں خیال کئے جاتے اور اسی وجہ سے مدرسوں کی نہایت قلیل تعداد مسلمانوں کو بہت کافی بلکہ ضرورت سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ قاعدہ کی بات ہے جس چیز سے انسان کی رغبت نہ ہو وہ کم بھی ہو تو زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی مذہبی اور اسلامی حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی ہے۔ عمدہ خصائل اور اوصاف فاضلہ سے مسلمان محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ درندہ خصائل اور جنگجوئی سنجیدگی اور شائستگی کی جگہ لیتی جاتی ہے۔

ترقی کا دور: مسلمانوں کی ترقی کے عہد کو سامنے لائیے تو آپ کو نظر آئے گا کہ ہمارے اسلاف شب و روز تعلیم کی ترقی میں مصروف تھے، اور ان کی نگاہوں میں تعلیم ہر چیز سے زیادہ ضروری اور قابل قدر تھی بے شمار درس گاہیں کھلی ہوئی تھیں۔ علماء کو بیش قرار تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ طلبہ کے وظیفے مقرر تھے۔ مسلمانوں کی علمی قدر دانی طلبہ میں شوق تحصیل پیدا کرتی تھی۔ ان کی راتیں مطالعہ میں سحر ہو جایا کرتی تھیں۔ اور وہ اپنے اعزہ واقارب اور وطن تک کو مدت تحصیل تک فراموش کر دیتے تھے اسی کا نتیجہ تھا کہ دنیا کی نگاہوں میں ان کی عزت تھی۔ جہاں ان سے تہذیب سیکھنے کے لئے سر نیاز جھکانا تھا وہ جس کام کے لئے قدم بڑھاتے تھے کامیابی ان کا خیر مقدم کرتی تھی۔

آج بھی جو قوم بااقبال ہے اور جس جس کا موافق دیار ہے وہ ترقی علم میں محو ہے۔ اور اس نے ممالک چیدہ چیدہ میں درس گاہیں جاری کی ہیں۔ اور روز بروز ان کی ترقی اور اضافہ کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

مقصد: جو سعی کسی [illegible] کے لئے کی جائے اس سے وہی مقصد [illegible]

حاصل ہو سکتا ہے جو بو کر گیہوں کاٹنے کی توقع فضول ہے۔ عمارت بے شک مفید اور کارآمد چیز ہے بازار کی عمارت جس مقصد کے لئے بنائی جاتی ہے وہ تو اس سے حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ عمارت قلعہ کا کام نہیں دے سکتی۔ اسی طرح حفظان صحت کے لئے جو تعلیم دی جائے وہ انجینئری میں کام نہیں آسکتی۔ اگر آپ کو انجینئروں کی ضرورت ہے تو آپ کو اس مدعا کے لئے ایک جداگانہ دارالتعلیم درکار ہے۔ میڈیکل کالج اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا۔ انجینئری کی درسگاہ وکیل اور بیرسٹر نہیں پیدا کر سکتی کیوں کہ وہ اس مقصد کے لئے جاری نہیں کی گئی۔

انگریزی درسگاہیں ہمارے لئے کافی نہیں

علی ھذا انگریزی درسگاہیں خواہ وہ اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ کالج خواہ یونیورسٹیاں ہوں یا تحصیلی اور پرائمری مدارس ومکاتب، مشرقی زبان کی درسگاہیں ہوں، خواہ مغربی کی، وہ جس مقصد کے لئے جاری کی گئی ہیں اس کے سوا اور دوسرا مقصد ان سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ وہ مسلمانوں کو مسلمان بنانے، اسلامی زندگی کی حفاظت کرنے، اسلامی عادات وخصائل کا رواج دینے، دینداری کے خوگر وعادی بنانے کے کام نہیں آسکتیں۔ ان کے پڑھے ہوئے طلبہ اسلامی عقائد اسلامی اخوت واتحاد، اسلامی طرز معاملات ومعاشرت کا نمونہ نہیں ہو سکتے۔

غرض: اسلامی حیثیت سے یہ مسلمانوں کے لئے کوئی کار آمد چیز نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان درسگاہوں کے طلبہ بالعموم اسلامی اخلاق واوضاع، اسلامی عادات وخصائل سے بالکل بے تعلق نظر آتے ہیں۔ صورت، عمل، عقیدہ کوئی چیز اسلامی نہیں رکھتے، گویا اسلام ان کے لئے ایک اجنبی چیز ہوتا ہے اور وہ اسلام اور مسلمانوں سے بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے شواہد بہت کثیر ہیں۔ سردست تفصیل ضروری نہیں معلوم ہوتی ہے۔ تعلیم جادو کی طرح اثر کرتی ہے۔ جنہیں ابتدائے عمر سے یورپی قسم کا پیدا کیا گیا ہو اور مغربیت ان کی عادت ثانیہ ہو گئی ہو۔ اگر وہ اپنے امتیازات مٹا ڈالیں تو کیا تعجب ہے۔ مسلمانوں کی تباہی کا یہ بہت بڑا سبب ہے کہ وہ مذہبی علوم سے بے تعلق ہونے کی وجہ سے اپنی خصوصیات کو محفوظ رکھ سکتے اور اپنی قومی وملی زندگی کو انہوں نے خود تباہ کر لیا۔ دنیا کی تمام ترقی یافتہ قومیں اپنے قومی خصائص کو محفوظ رکھتی ہیں اور اسی میں ان کی زندگی ہے۔

ہندوستان [illegible] ہندوستان کی عام

زبان ہے۔ ہندو اور مسلمان اس میں برابر کے شریک اور حصہ دار ہیں۔ لیکن آج ہندو اپنی ترقی کے دور میں اس کو مٹا ڈالنے کے لئے کیسی جانکاہ کوشش کر رہے ہیں اور ایک مردہ زبان کو جو ان کی قومی مذہبی زبان ہے۔ رواج دینے اور زندہ کرنے کے لئے کیسی جدوجہد عمل میں لا رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ قومی خصوصیات کا تحفظ ترقی کے لئے شرط اول ہے۔ ہندوؤں میں مسلمانوں سے زیادہ انگریزی داں اور گریجویٹ ہیں لیکن وہ اپنے مذہبی شعار و امتیازات کو کھو نہیں بیٹھے فیصدی ایک کی نسبت بھی ہندو انگریزی دانوں میں ایسے لوگ نہیں ملیں گے جنہوں نے اپنی قومی وضع ترک کر دی ہو۔ چوٹی کو وحشت خیال کیا ہو۔ ایک ڈورا جس کو جنیوں کہتے ہیں باندھنا چھوڑ دیا ہو۔ یہی سبب ہے کہ ان کا رشتہ محبت گستہ اور شیرازۂ قومیت منتشر نہیں۔ مغربی تعلیم سکھوں کے سر کے بالوں کا بوجھ نہ اتار سکی۔ ان کی داڑھی تک ولایتی استرے نہ پہنچ سکے۔ انگریزیت ان کی وضع کو تبدیل کرنے سے عاجز رہی لیکن مسلمان اپنے مذہبی شعائر سے دست بردار ہوتے چلے جاتے ہیں، قرآن پاک کی تعلیم انہیں غیر ضروری معلوم ہونے لگی، اسلامی صورت سے نفرت ہوگئی، اسلامی وضع عار معلوم ہوئی، فرائض کی ادائیگی میں شرم آنے لگی۔ اسلامی اعمال وافعال سے وہ نہ آشنا ہوگئے۔ اسلامی خصائل وخصائص سے ان کی لوح زندگی سادہ ہوگئی۔ کفار کی وضع اور ان کا طرز معاشرت پسند آیا۔ یورپ کے رنگ میں رنگ گئے۔ اور بایں حیثیت مسلمانوں سے مغائرت نامہ (مکمل جدائی) ہوگئی۔ اب جو مسلمان اسلامی وضع میں نظر آتا ہے اس کی صورت سے ان کے قلب میں نفرت پیدا ہوتی ہے۔ علماء وصلحا کے نام سے دل بیزار ہے۔ پابند مذہب مسلمانوں کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے، نمازیوں پر آوازے کسے جاتے ہیں اور ان کو ملا کہتے ہیں، گو ان کی اصطلاح میں ملا حیوان لایعقل (بے عقل جانور) کا نام ہے۔ ہر ایک مذہبی ادا سے ان کو تنفر ہے اور ہر اسلامی وضع رکھنے والا ان کی نظر میں حقیر وذلیل ہے۔ اس کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنا بے تکلف بات کرنا اور سلام کرنا تو کیا معنی کشادہ پیشانی سے سلام کا جواب دینا یہ سب باتیں آپ کی توہین ہے۔ یہ حالت اسلامی اتحاد واخوت کو کس قدر صدمہ پہنچانے والی ہے جس پر کسی قوم کی فلاح وبہبود، عزت وحرمت کا دارومدار ہے۔ ستم ہے ہزار حدیثیں سنا دیجئے اثر نہیں، ایک انگریز کا قول پیش کر دیجئے سر عقیدت خم ہوگیا، گردن ارادت جھک گئی۔

کیا یہ دل مسلمان ہے یا غیر کی تعلیم نے اس کو اپنا [illegible] مذہبی علوم سے کچھ بھی بہرہ ور ہوتا یا علماء کی صحبت رہی ہوتی، مذہب کا وقار دل میں ہوتا یہ حالت کیوں ہوتی، دوسروں سے زیادہ اپنے مذہب وملت کے تحفظ میں جانیں نثار کرتے، مذہب کے ساتھ سچی عقیدت وگرویدگی ہوتی تو خدام مذہب اور حامیان دین کی عزت وتوقیر بھی دل میں ہوتی۔ میری آنکھوں نے دیکھا ہے اور آپ معائنہ کر سکتے ہیں کہ ہندو اپنے پنڈتوں اور پجاریوں کا کس قدر احترام کرتے ہیں۔ ایک والی ملک کا جلوس نکلتا ہے جب وہ ایک پاٹ شالہ کا افتتاح کرنے جاتا ہے مگر اس شان سے راجہ پالکی میں سوار ہے، اس کے آگے ہاتھی پر طلائی عماری میں پنڈت وید لئے سوار ہے، رئیس کی نشست سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے مذہب کی عزت کرتا ہے۔ عیسائی اپنے پادریوں کے ساتھ کس تکریم واحترام کا برتاؤ کرتے ہیں۔ بخلاف اس کے ہمارے نونہالوں اور سپوتوں کی زبانیں علماء اہل مذہب کی توہین اور بدگوئی سے لذت حاصل کرتی ہیں۔ اگر کبھی قلم ہاتھ میں آگیا تو علماء کی خوبیوں کو عیب بنا ڈالا، اور ان کی ہستی کو ناپید کر دینے کے لئے اپنے امکان تک سعی کی ہے۔ آپ کی زبان وقلم سے آپ کے اکابر کی ایسی توہین ہوتی ہے کہ مخالف (غیر مذہب والا) بھی باوصف جوش تعصب اس کی ہمسری نہ کر سکے۔ ایسی حالت میں اسلامی اجتماع کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔ اخلاص ومحبت کی بنیادیں جنہیں آپ نے اپنی پوری طاقت سے کندہ کرنے کی کوشش کی ہے، کیونکر باقی رہ سکتی ہیں۔ آپ جس عمارت پر ہیں اس کا باعث یہی ہے کہ انگریزی کے نشہ کو سرشار کر دیا ہے اور آپ رواں رواں اس کے کیف میں مست ہے۔

علوم اسلامیہ کے آب حیات سے آپ کے لب ناآشنا ہیں اس کی لذتیں ابھی تک جناب کو غیر معلوم ہوتی ہیں، اگر یہ اجنبیت دور ہو جائے اور دینی معلومات کی روشنی آپ کے دماغوں میں جلوہ گر ہو تو نئے دور کے علوم آپ کو جہالت کی تاریکی معلوم ہونے لگیں۔ جب تک اپنے خزائن کے جواہر نفیسہ پر آپ مطلع نہیں ہیں اور دوسروں کے نقلی اور جعلی پتھروں کی جھوٹی چمک دمک پر شیدا ہیں۔ جس وقت اپنے گہر آبدار سامنے آئیں گے وہ پتھر آپ کی نظر میں بے وقعت ہو جائیں گے۔ علوم دینیہ سے تعلق ہوگا تو آپ ان مقاصد کی طرف چل پڑیں گے جن کی طرف وہ رہنمائی کرتے ہیں۔ ان پھولوں کی خوشبو آپ میں بس جائے گی تو آپ کے پسینہ کا ہر قطرہ ہزار چمن زاروں کو شرمائے گا۔ آپ کے افعال واعمال

میں، آپ کے اخلاق وعادات اور آداب میں، آپ کی خوبو میں، آپ کے طرز عمل اور طریقۂ زندگی میں اسلام کے جلوے نمودار ہوں گے۔ اسلامی معلومات سے دماغ روشن ہو اور انگریزی کے بجائے وہ آپ کے رگ وریشہ میں سرایت کرجائے تو آپ کے افعال ضرور اس پیمانہ اور اس میزان پر واقع ہوں گے جو شریعت اسلامیہ نے مقرر فرمائی ہے۔ پھر اپنے نفس سے لے کر دور دراز کے تعلقات تک درست ہوجائیں گے اور آپ اعلیٰ زندگی بآسانی بسر کرسکیں گے جب آپ کو ماں باپ بہن بیوی بچے، چھوٹے بڑے سب کے حقوق ومدارج معلوم ہوں گے جو شریعت نے مقرر فرمائے ہیں اور آپ انہیں اپنا دستور العمل بنائیں گے اسی کے مطابق اپنے گھر والوں کے ساتھ سلوک کریں گے تو خانہ جنگی کا خاتمہ ہوجائے گا اور تدبیر منزل اور انتظام خانہ داری خود بخود اعلیٰ حیثیت پر آجائے گا گھر کی چپقلش گھر والوں کے رنج وتعصب باہمی کشاکش سب دور ہوجائے گی۔ آپ شریعت طاہرہ کی روشنی میں اپنا اور اپنے گھر والوں کا انتظام کیجئے، کسب معاش اور مصارف پر اس کے منشاء کے مطابق عمل کیجئے پھر دیکھئے آپ کی مشکلات کافور ہوئی جاتی ہیں اور آپ کی باہمی محبت وارتباط میں ایسا اخلاص حاصل ہوتا ہے جس سے زندگی کا لطف آجائے۔ عزیز واقارب، دوست آشنا، ہمسایہ، محلّہ دار اہل شہر بلکہ تمام مسلمانوں کے حقوق جب آپ کو معلوم ہوں اور ہر ایک کے مراتب کا لحاظ رکھیں اور دینی تعلیم آپ کی عادت ہوجائے تو آپ کا تمدن درست ہوجائے گا۔ یگانگت اور اتحاد، دوستی ویکدلی کے نقشے جابجا نظر آنے لگیں گے دشمنی اور عداوت نیست ونابود ہوجائے گی۔ اور اس کی وجہ سے جو ناگوار صدمے برداشت کرنا پڑتے ہیں ان سے امن رہے گا۔ بدخواہوں اور بدگویوں کی وجہ سے جو اذیت اور تکلیف شاقہ اٹھانی پڑتی ہیں ان سے نجات ہوگی، لڑائی جھگڑوں میں، عزت، مال، وقت صرف ہونے سے بچے گا، اخوت محبت ومودت، ہمدردی وغمخواری کی موجیں عجیب لطف پیدا کریں گی۔ اور مقصد میں کامیاب ہونے کے لئے پیش آنے والی رکاوٹیں مرتفع (دور) ہوجائیں گی، آپس کی یک دلی ویکجہتی نے سبھی آسانیاں بہم پہنچیں گی۔ مسلمان جب اپنی ایسی عادت بنالیں تو ان کا اجتماع اتم اور اتحاد مکمل ہوجائے گا۔ دنیا کی قومیں اس کی عزت کرنے لگیں۔ جب ہر مسلمان ایک دوسرے کا مددگار اور خیرخواہ ہو اور ہر ایک کی زبان سے دوسرے کی نسبت کلمہ خیر ہی نکلے۔ ایک دوسرے کی مرفہ الحالی، ترقی عزت جاہ ومنزلت، دولت مال، ثروت شوکت، زہد وورع، تقویٰ عبادت وطاعت سے خوش ہو، غیبت اور حضور میں محبت بھرے کلمات سے ذکر کرے، کسی کی زبان سے مسلمان کی برائی سن سکے تو غیروں کی نگاہوں میں مسلمان کی ہیبت ووفا کا وہی عالم ہوگا جو زمانہ سلف میں تھا۔ مسلمانوں کے یہی ہتھیار ہیں۔

یہی جہاد ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان بنائیں اور اپنے نفس کافر کیش کو مغلوب کریں۔ اس کو اسلام کے اصول بتائیں اگر اس پر قدرت نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان بنالیجئے تو آپ دوسروں کو کیا مسلمان بناسکیں گے۔ اگر آج اپنے نفس کافر کو مغلوب نہیں کرسکتے تو دوسرے کفار پر غلبہ حاصل کرنا کہاں تک قرین قیاس ہے تم مسلمان بنو جہاں تمہارے سامنے افگندہ ہوگا دنیا میں تمہاری شوکت کے پھریرے لہرائیں گے، تمہاری عروج واقبال کی صداؤں سے دنیا کا گوشہ گوشہ گونج اٹھے گا۔ تمہاری کھوئی ہوئی دولت پھر واپس مل جائے گی۔ تمہارا گیا وقت پھر لوٹ آئے گا۔ تمہاری قوم پھر جی اٹھے گی۔ مسلمان بنو پکے مسلمان، علوم دینیہ سے علاقہ پیدا کرو علماء سے صلح کی بنیاد ڈالو، عیسائیوں کی گود میں پرورش پاکر پکے مسلمان بننے کی توقع بعید از عقل ہے۔

☆☆☆

عالی جناب عبدالحکیم صاحب ہنڈسگری کو

مبارک باد

یکم دسمبر ۲۰۰۳ء کو ریاست کرناٹک کے راجیہ سبھا کے الیکشن میں عالی جناب عبدالحکیم صاحب ہنڈسگری نے گزشتہ الیکشن کی کامیابی سے کہیں زیادہ ووٹوں سے اس مرتبہ کامیابی حاصل کی۔ جو موصوف کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی دلیل ہے۔

دارالعلوم غوثیہ ہبلی کے جملہ عہدیداران واراکین عالی جناب عبدالحکیم صاحب ہنڈسگری ناظم اعلیٰ دارالعلوم غوثیہ ہبلی کو ان کی نمایاں کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو لمبی عمر اور صحت وتندرستی دے۔ نیز پہلے سے کہیں زیادہ خدمت خلق کا جذبہ عنایت کرے۔ آمین۔

منجانب: جملہ عہدیداران واراکین دارالعلوم غوثیہ، ہبلی

☆☆☆

قاضی فضل احمد مصباحی، مفتی جامعہ عربیہ ضیاء العلوم، بنارس

چلتی ٹرین پر نماز اور اس کا حکم

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ آج کے اس ترقی یافتہ دور میں وسائل کی کمی نہیں ہے۔ نت نئی ایجادات نے انسان کے لئے بہت ساری سہولیات فراہم کردی ہیں۔ وسائل کی فراوانی کے ساتھ بے شمار مسائل بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ انہیں میں کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جن کا واضح حکم نہ تو قرآن وسنت کے نصوص میں ہے نہ قدیم فقہاء کے ارشادات میں۔

ان حالات میں پیش آمدہ مسائل کا شرعی حل نکالنا کوئی آسان کام نہیں، اس کے لئے وفور علم اور وسعت مطالعہ کے ساتھ دقت نظر کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ "چلتی ٹرین پر نماز" کا مسئلہ بھی انہیں مسائل میں سے ایک ہے، قدیم فقہی کتابیں اس کے تذکرے سے خالی ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہٗ صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت اور اس دور کے اکابر علماء نے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب نماز صحیح نہیں ہوتی، وقت نکلتا دیکھے تو پڑھ لے پھر بعد میں اعادہ کرے۔ اس وقت میں یا اس کے بعد کسی معتمد ذی علم شخص نے اس حکم سے اختلاف کیا ہو کم از کم یہ بات حقیر کے علم میں نہیں ہے۔ اب جب کہ پاکستان کے محقق عالم نے مسلم شریف کی شرح لکھی تو اس میں ان کا اختلاف دیکھنے کو ملا۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ دلیل کی روشنی میں مسئلہ کا صحیح تجزیہ پیش کردیا جائے تاکہ ہمارے اکابر کے فتویٰ کی حقانیت واضح ہو کر سامنے آجائے۔

حقیقت مسئلہ: زمین یا تابع زمین پر کہ زمین سے اتصال، اتصال قرار ہو، استقرار اگرچہ بالواسطہ ہی ہو فرض وواجب میں شرط صحت نماز ہے، البتہ اگر عذر ہو تو یہ شرط باقی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ دابہ (چوپایہ) پر نماز بلا عذر جائز نہیں، اگرچہ چوپایہ ٹھہرا ہو کہ دابہ (چوپایہ) تابع زمین نہیں۔ یوں ہی بیل گاڑی پر جس کا جوا بیلوں پر رکھا ہو اور گاڑی ٹھہری ہو، جائز نہیں کہ استقرار [illegible] حصہ غیر تابع زمین پر بھی ہے۔ جب استقرار کی حالتوں میں نمازیں دابہ (چوپایہ) اور گاڑی (جب کہ جوا بیلوں پر رکھا ہو) پر درست نہ ہوئیں تو چلتی ٹرین پر نماز کیسے درست ہو سکتی ہے جس میں سرے سے استقرار ہی نہیں۔ لہٰذا اگر ریل نماز کے وقت میں نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے تو نماز پڑھ لے پھر بعد میں اس کا اعادہ کرے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ٹرین کے نہ رکنے میں جو عذر ہے کیا وہ اس قابل ہے کہ شرط استقرار کے سقوط میں مؤثر ہو سکے؟ ذیل میں اسی چیز کا قدرے تفصیل سے جائزہ لیا گیا ہے۔

عذر کے اقسام واحکام: علماء نے عذر کی دو قسمیں بیان کی ہیں (۱) عذر من جہۃ العباد (۲) عذر من جانب اللہ۔ عذر اگر مخلوق کی جانب سے ہو تو سقوط شرائط عبادت میں اس کا اعتبار نہیں ہے۔ اس کے برخلاف اگر عذر من جانب اللہ ہو تو اس کا اعتبار ہے۔ جس کی مختلف نظیریں موجود ہیں۔ مثلاً۔

(۱) جس شخص کے پاس ستر عورت کے لائق کپڑا نہ ہو اور اس نے ننگے ہو کر نماز پڑھ لی، پھر بعد میں کپڑا مل گیا تو کیا اس پر اس نماز کا اعادہ ضروری ہوگا جو اس نے ننگے ہو کر پڑھی ہے؟ علامہ ابن نجیم مصری حنفی فرماتے ہیں کہ اس پر اعادہ اس وقت لازم ہوگا جب کسی آدمی نے کپڑا پہننے سے اسے روک دیا ہو۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں۔

"وینبغی ان تلزمهٗ الاعادة عندنا اذا کان العجز بمنع من العباد کما اذا غصب ثوبهٗ لما صرّحوا به فی کتاب التیمم ان المنع من الماء اذا کان من قبل العباد یلزمهٗ الاعادة"۔ (البحر الرائق ج۱، ص۲۸۰)

(۲) کسی شخص نے نماز کے لئے وضو کرنا چاہا لیکن اسے کسی دوسرے شخص نے وضو کرنے سے روک دیا اور قتل وغیرہ کی دھمکی دے ڈالی تو مسئلہ یہ ہے کہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور مانع کے زائل ہونے کے بعد وضو اور نماز کا اعادہ کرلے اس لئے کہ یہ عذر من جہۃ [illegible] چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری

فرماتے ہیں۔

”وفی التجنيس رجل اراد ان يتوضأ فمنعهٗ انسان عن ان يتوضأ بوعيد قيل ينبغي ان يتيمم ويصلي ثم يعيد الصلوٰة بعد مازال عنه لان هذا عذر جاء من قبل العباد فلا يسقط فرض الوضوء عنه اه فعلم منه ان العذر ان كان من قبل اللّٰه تعالىٰ لا تجب الاعادة وان كان من قبل العبد وجبت الاعادة“۔

(البحر الرائق ج۱،ص۲۴۸)

فتح القدیر میں ہے۔

”لكن هل يعيد اذا امن بالوضوء؟ قال فی النهاية قلت جازان تجب الاعادة على الخائف من العدو بالوضوء لان العذر من قبل العباد اه يعنى وهم يفرقون بين العذر من قبل من لهٗ الحق ومن قبل العباد فيوجبون فی الثانی ولذاوجبت الاعادة على المحبوس اذا صلىَٰ بالتيمم ثم خلص“۔

(فتح القدیر ج۱،ص۱۳۷)

یعنی جب کسی نے دشمن کے ڈرانے دھمکانے پر تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو کیا دشمن کے خوف سے امن کی صورت میں وضوء کا اعادہ ضروری ہوگا؟ صاحب نہایہ نے فرمایا کہ وضو کا اعادہ واجب ہونا چاہئے اس لئے کہ یہ عذر من قبل العباد ہے۔ یعنی عذر من جانب اللہ اور عذر من جانب العباد میں علماء فرق کرتے ہیں اور عذر من جانب العباد کی صورت میں اعادہ کو واجب قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب قیدی تیمم سے نماز پڑھ لے تو قید سے آزاد ہونے کے بعد وضوء اور نماز کا اعادہ اس پر ضروری ہوگا۔ علامہ جلال الدین خوارزمی اس تعلق سے رقمطراز ہیں۔

”ذكر المصنف رحمة اللّٰه فی التجنيس والامام الولوالجی فی فتاواه رجل ارادان يتوضأ فمنعهٗ انسان عن التوضی بوعيد قيل ينبغی ان يتيمم ويصلي ثم يعيد الصلوٰة بعد مازال عنه ذلك لان هذا عذر جاء من قبل العباد فلا يسقط فرض الوضوء كالمحبوس فی السجن اذا وجد التراب الطاهر ولم يجد الماء يتيمم ويصلي فاذا خرج يعيد فكذا هذا، وفی شرح القدوری للعلامة الزاهدی رحمهٗ اللّٰه بعد مسئلة المحبوس فی السجن وكذا الاسير اذا منعهٗ الكفار عن الوضوء والصلوٰة يتيمم ويؤمی ثم يعيد وكذا المقيد ثم قال العلامة الزاهدی رحمة اللّٰه بخلاف الخائف منهم لان الخوف من اللّٰه تعالىٰ“ (کفایہ ج۱،ص۱۱۸)

مصنف علیہ الرحمہ نے تجنیس میں اور امام ولوالجی نے اپنے فتاوے میں ذکر کیا ہے کہ کسی شخص نے وضو کرنا چاہا۔ مگر کسی دوسرے نے اسے ڈرا دھمکا کر وضو کرنے سے روک دیا تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ پھر بعد زوال مانع وضو اور نماز کا اعادہ کر لے، کیوں کہ یہ عذر بندوں کی طرف سے آیا تو فرض وضو ساقط نہ ہوگا جیسے قید خانہ میں قیدی جب پاک مٹی پائے اور پانی نہ پائے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے گا اور قید سے رہائی پانے کے بعد وضو، نماز سب کا اعادہ کرے گا۔ اور علامہ زاہدی کی شرح قدوری میں محبوس (قیدی) کے مسئلہ کے بعد ہے، یوں ہی قیدی کو کافروں نے جب وضو اور نماز سے روک دیا تو وہ تیمم کے بعد اشارہ سے نماز پڑھے گا پھر بعد زوال مانع اعادہ کرے گا، پھر علامہ زاہدی نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے دشمن کے خوف سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو وہ خوف کے زائل ہونے کے بعد اعادہ اس لئے نہیں کرے گا کہ خوف اللہ کی جانب سے ہے۔

ردالمحتار میں ہے۔

”اعلم ان المانع من الوضو ان كان من قبل العباد كاسير منعهٗ الكفار من الوضو ومحبوس فی السجن ومن قيل لهٗ ان توضأت قتلتك جازلهٗ التيمم ويعيد الصلوٰة اذا زال المانع كذا فی الدرر والوقاية ای واما اذا كان من قبل اللّٰه تعالىٰ كالمرض فلا يعيد“ (ردالمحتار ج۱،ص۱۵۷)

یہ جان لو کہ وضو سے مانع اگر بندوں کی طرف سے ہو جیسے وہ قیدی جسے کفار نے وضو سے روک دیا اور قید خانہ میں مقید شخص یوں ہی وہ شخص جس سے یہ کہا گیا کہ اگر تو نے وضو کیا تو تجھے قتل کر دوں گا تو ان صورتوں میں اس کے لئے تیمم جائز ہے اور مانع کے زائل ہونے کے بعد نماز کا اعادہ کرے گا، اسی طرح درر اور وقایہ میں بھی ہے اور جب عذر اللہ کی جانب سے ہو جیسے مرض تو نماز کا اعادہ واجب نہیں۔

ان تمام فقہی اقتباسات سے جہاں یہ ثابت ہو گیا کہ عذر من

جہۃ العباد وعذر من جانب اللہ میں از روئے تاثیر حکم میں فرق ہے، وہیں یہ بھی ثابت ہوگیا کہ عذر کی یہ تقسیم اور اس میں باہم فرق متأخرین کی اختراع اور من گھڑت چیز نہیں ہے جیسا کہ پاکستانی محقق نے اس کا دعویٰ کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں۔

''یہاں تو ہم نے اس اعتبار سے گفتگو کی تھی کہ عذر من جانب العباد کی وجہ سے رخصت نہ دینے کا قاعدہ باطل ہے، اگر ہم متأخرین کی اس اختراع اور وضع کو تسلیم کرلیں تب بھی ٹرین میں نماز کے دہرائے بغیر جواز پر کوئی اثر نہیں پڑتا''۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۴۰۵)

ظاہر ہے کہ جس کے قائل وناقل علامہ ابن ہمام جیسے محقق ہوں جنہیں علامہ شامی نے درجۂ اجتہاد پر فائز بتایا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

''والکمال صاحب الفتح من اھل الترجیح بل من اھل الاجتھاد کما قد مناہ''۔ (ردالمحتار ج ۲، ص ۶۷۷)

ان کے خلاف نہ تو ہم یہ جرأت وجسارت کرسکتے ہیں اور نہ ہی اس قسم کی جسارت کو ہم لائق استحسان سمجھ سکتے ہیں۔ ہماری حیثیت بس اتنی سی ہے۔

''اما علینا فاتباع مارجحوہ''

خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ بہر حال یہ ثابت ہوگیا کہ عذر کی دو قسمیں ہیں، اور ان میں سے ایک قسم یعنی عذر من جہۃ العباد سقوط شرائط نماز میں مؤثر نہیں ہے۔

چلتی ٹرین پر نماز میں عذر من جانب العباد ہے: جب ٹرین پوری رفتار کے ساتھ چل رہی ہو اور نماز کا وقت نکل رہا ہو تو ٹرین کا نہ رکنا ڈرائیور کی وجہ سے ہے، لہٰذا یہ منع من جانب العباد ہوا جیسے کسی شخص کو وضوء پر قتل کی دھمکی دی گئی تو وضوء سے منع من جہۃ العباد ہوا۔ ٹرین میں استقرار سے مانع ڈرائیور کا ٹرین کو نہ روکنا ہے۔ ٹرین سے چھلانگ لگا کر خودکشی کرنے کا خوف استقرار سے مانع نہیں ہے۔ کیا چلتی ٹرین سے چھلانگ لگادینے پر ٹرین رک جائے گی۔؟ کیا استقرار حاصل ہوجائے گا۔؟ لہٰذا یہ کہنا۔

''اگر ریل کو چوپایہ پر قیاس کیا جائے تب بھی جان اور مال کی ہلاکت کے عذر کی وجہ سے اس پر فرض نماز جائز ہے اور اعادہ لازم نہیں ہے اور عذر واضح ہے، کیونکہ جس وقت ٹرین تقریباً ایک سو کلو میٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی ہو اور نماز کے پورے وقت میں نہ رکتی [illegible]

اترنا اپنے آپ کو ہلاک کرنے کے مترادف ہے''۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۹۹)

الٹی فکر ہے۔ کس نے ٹرین سے اتر کر نماز پڑھنے کو ضروری قرار دیا ہے؟ کیا ٹرین کھڑی ہوجائے تو کلیۃً استقرار زمین پر بالواسطہ حاصل نہیں ہوگا؟ کیا اس وقت نماز درست نہ ہوگی۔؟ ہوگی اور یقیناً ہوگی۔

بات دراصل یہ ہے کہ جس نے بھی اس قسم کی بات کہی وہ چوپایہ اور ٹرین پر نماز کے فرق کو سمجھ نہ سکے۔ چوپایہ پر فرض نماز دو وجہ سے درست نہیں۔ (۱) اگر چوپایہ چل رہا ہو (سیر کی حالت میں ہو) تو زمین پر نفس استقرار نہ ہونے کی وجہ سے (۲) اور اگر سیر کی حالت میں نہ ہو تو زمین پر استقرار بالکلیہ نہ ہونے کی وجہ سے۔ یہی وجہ ہے کہ عذر نہ ہونے کی صورت میں چوپایہ پر نماز نہ ہوگی، اگرچہ وہ ٹھہرا ہو، بلکہ زمین پر اتر کر نماز پڑھنا ضروری ہوگا۔ چنانچہ بدائع میں ہے۔

''لا یجوز اداء الفرض علی الدابۃ مع امکان النزول''۔ (بدائع الصنائع ج ۱، ص ۲۹۱)

اس کے برخلاف ٹرین اگر چل رہی ہو تو نماز اس لئے درست نہ ہوگی کہ استقرار نہیں ہے۔ جیسا کہ بدائع میں ہے۔

''لان السیر مناف للصلوۃ فی الاصل فلا یسقط اعتبارہ الا لضرورۃ''۔ (بدائع ج ۱، ص ۲۹۱)

اور اگر ٹرین کھڑی ہوگی تو نماز اس لئے درست ہوجائے گی کہ استقرار بالکلیہ، بالواسطہ زمین پر حاصل ہے۔

جب ٹرین سے اتر کر نماز پڑھنا ضروری نہیں تو اب منع وعذر صرف ٹرین کے نہ رکنے کی وجہ سے ہے اور ظاہر ہے کہ وہ من جانب العباد ہے، من جانب اللہ نہیں۔ لہٰذا چوپایہ پر قیاس کرتے ہوئے ٹرین سے اترنے کی صورت میں خطرہ کے پیش نظر عذر کو من جانب اللہ قرار دینا انصاف ودیانت کے خلاف ہے۔

عذر من جانب العباد کب ہوتا ہے: عذر من جانب العباد کب ہوتا ہے؟ کیا اس کے تحقق کی صرف ایک ہی صورت ہے؟ جیسا کہ پاکستانی محقق اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں۔

''عذر من جہۃ العباد اس وقت ہوتا ہے جب کوئی شخص اصل طریقہ پر عبادت کرنے سے ڈرائے اور دھمکائے اور چلتی ہوئی [illegible] کی طرف سے ڈرانا یا

دھمکانا متحقق نہیں ہوتا بلکہ مسافر حادثہ اور ہلاکت کے خطرہ اور خوف سے چلتی ہوئی ٹرین سے نہیں اترتا لہٰذا یہ خوف بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اس لئے ٹرین پر نماز پڑھنا عذر من اللہ کی وجہ سے ہے عذر من العباد کی وجہ سے اصلاً نہیں''۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۴۰۶)

یعنی اس قول کے مطابق عذر من العباد صرف ڈرانے اور دھمکانے کی صورت ہی میں متحقق ہوسکتا ہے، جب کہ یہ حقیقت کے خلاف اور بے بنیاد بات ہے۔ ہر چیز میں منع وعذر ایک نہیں ہوتا، اگرچہ بندہ ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ ابھی ابھی فتح القدیر، شامی، کفایہ وغیرہ کے حوالہ سے گزرا کہ محبوس فی السجن (جس کو قید خانہ میں بند کردیا گیا ہو) کو پانی نہ ملے تو تیمم کرکے نماز پڑھ لے گا، پھر جب قید خانہ سے آزاد ہوجائے تو وضو اور نماز کا اعادہ کرے گا۔ اب بتایا جائے کہ اس صورت میں قتل کی وعید کہاں ہے۔ پھر اسے عذر من جانب العباد کیسے مان لیا گیا۔ کیا وہاں بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جیل کی سلاخوں سے سر ٹکرا ٹکرا کر جان دے دینے کا خوف اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے۔ اور اس خوف کی وجہ سے بلا اعادہ وضو اور نماز جائز ہوجانا چاہئے۔

بات بالکل واضح اور صاف ہے کہ قیدی قید کئے جانے کی وجہ سے وضو پر قادر نہ ہوسکا۔ لہٰذا وضو سے مانع بندہ ہوا اور یہ عذر من جانب العباد قرار پایا۔ بالکل اسی طرح ٹرین کے نہ رکنے کی وجہ ڈرائیور کا نہ روکنا ہے۔ لہٰذا یہ عذر بھی من جانب العباد ہوا۔ اور حکم اس میں یہ ہے کہ پڑھ لے پھر بعد میں اعادہ کرے۔

ٹرین پر نماز، کشتی یا چوپایہ پر نماز کی طرح: ٹرین پر نماز نہ کشتی پر نماز کی طرح ہے اور نہ ہی چوپایہ پر نماز کی طرح، اور نہ ہی کسی فقیہ نے ٹرین پر نماز کو ان دونوں میں سے کسی پر قیاس کیا ہے۔ لہٰذا یہ لکھنا ''ریل کو کشتی پر قیاس کرکے ہم گفتگو کرچکے، اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر ریل کو چوپایہ پر بھی قیاس کیا جائے تب بھی جان ومال کی ہلاکت کے عذر کی وجہ سے اس پر فرض نماز جائز ہے''۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۹۹)

اپنی طرف سے محض ایک فرضی تصور پیش کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ ٹرین زمین پر چلتی ہے جب کہ کشتی پانی پر، چوپایہ رک بھی جائے تو اس پر بلا عذر فرض نماز درست نہیں، جب کہ ٹرین رک جائے تو اس پر نماز بلا عذر بھی درست ہے۔ لہٰذا ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کئے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں یہ

ضرور ہے کہ زمین پر استقرار بالکلیہ شرط صحت نماز ہے۔ اور جس طرح چلتی ٹرین میں استقرار زمین پر نہیں، اسی طرح چوپایہ پر نماز پڑھنے کی صورت میں بھی استقرار بالکلیہ زمین پر نہیں ہے، خواہ سواری چل رہی ہو یا کھڑی ہو، اور اسی بات کو تمام فقہاء نے ثابت کیا ہے۔ چنانچہ بحر الرائق میں ہے۔

''وفی الظهيرية واذا صلى على الدابة فی محمل وهو يقدر على النزول لا يجوز لهٗ ان يصلی على الدابة اذا كانت الدابة واقفة الا ان يكون المحمل على عيدان على الارض، اما الصلوة على العجلة ان كان طرف العجلة على الدابة وهی تسير اولا تسير فهی صلوٰة على الدابة تجوز فی حالة العذر ولا تجوز فی غير حالة العذر وان لم يكن طرف العجلة على الدابة جاز وهو بمنزلة الصلوٰة على السرير انتهٰى وهذا كلهٗ فی الفرض''۔ (البحر الرائق ج ۲، ص ۱۱۵)

یعنی ظہیریہ میں ہے کہ جب کسی نے چوپایہ پر کجاوہ میں نماز پڑھی حالانکہ وہ زمین میں اترنے پر قدرت رکھتا تھا تو چوپایہ پر نماز اس وقت بھی درست نہیں جب کہ وہ ٹھہرا ہو، ہاں کجاوہ ایسی لکڑی پر ہو جو زمین پر ٹکی ہو تو نماز درست ہوجائے گی۔ لیکن گاڑی پر نماز جب کہ گاڑی کا کوئی حصہ چوپایہ پر رکھا ہو، خواہ چوپایہ چل رہا ہو یا ٹھہرا ہو، چوپایہ پر نماز کی طرح ہے، عذر کی حالت میں جائز ہے، بلا عذر جائز نہیں۔ اور اگر گاڑی کا کوئی حصہ چوپایہ پر نہ رکھا ہو تو جائز ہے اور یہ تخت پر نماز پڑھنے کی طرح ہے۔ یہ سب احکام فرض نماز کے ہیں۔

اور بعینہٖ یہی بات الفاظ کے قدرے اختلاف کے ساتھ، بدائع، فتح القدیر، کفایہ، رد المحتار وغیرہ میں بھی مذکور ہے، جس سے صاف واضح ہے کہ چوپایہ پر نماز کے مسئلہ پر ٹرین پر نماز کے مسئلہ کا قیاس قطعاً نہیں کیا گیا ہے۔ اسی طرح کشتی کے مسئلہ پر بھی اس کا قیاس نہیں کیا گیا ہے کہ کشتی جب بھی رکے گی پانی ہی پر رکے گی، زمین پر نہیں، تو اس کا روکنا نہ روکنا دونوں برابر۔ یہی وجہ ہے کہ کشتی بیچ دریا میں نہ ہو بلکہ کنارہ لگی ہو اور یہ شخص اتر کر نماز پڑھ سکتا ہے تو کشتی پر نماز جائز نہیں۔ چنانچہ بدائع میں ہے۔

''وان كانت مربوطة غير مستقرة على الارض فان امكنه الخروج منها لا تجوز الصلوة فيها قاعدا

لانها اذا لم تكن مستقرة على الارض فهي بمنزلة الدابة ولا يجوز اداء الفرض على الدابة مع امكان النزول كذا هذا''(بدائع الصنائع ج۱،ص۲۹۱)

اس کے برخلاف ٹرین جب بھی روکی جائے گی وہ زمین پر رکے گی اور مثل تخت ہوجائے گی اور اس پر نماز درست ہوگی، لہٰذا ان دونوں مسئلوں کو ایک قرار دے کر، ایک کا دوسرے پر قیاس کرنا عقلاً نقلاً ہر طرح باطل ہے۔

چلتی ٹرین پر پڑھی گئی نماز کا اعادہ، باب عبادت میں بھی احتیاط کا تقاضہ: جو علماء چلتی ٹرین پر نماز کے صحیح ہونے کے قائل نہیں ہیں، وہ یہ نہیں فرماتے کہ وقت نکلتا دیکھے تو بیٹھا رہ جائے، بلکہ وہ بھی یہ فرماتے ہیں کہ وقت کے احترام کے پیش نظر نماز پڑھ لے اور بعد میں اعادہ کرے، جیسا کہ مجدد اعظم امام احمد رضا اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی مصنف بہار شریعت اسی کے قائل ہیں۔ ایسا قطعاً نہیں کہ یہ حضرات چلتی ٹرین پر نماز پڑھنے والوں کو روکتے ہوں، جن کی وجہ سے انہیں نماز اور ذکر الٰہی سے روکنے والا کہا جائے۔ لہٰذا پاکستانی محقق کا یہ لکھنا۔

''اس دوران اگر مسافر نماز نہ پڑھیں تو فرض کے تارک قرار پائیں گے اور ان کو نماز سے روکنے والا ''أرأيت الذي ينهى عبداً اذا صلى'' کی وعید میں داخل ہونے کے خطرہ میں ہے''۔(شرح صحیح مسلم ج۲،ص۳۹۸) بے حد خطرناک ہے۔

آخر کس فقیہ نے چلتی ٹرین پر نماز پڑھنے سے روکا ہے؟ وہ بھی عین نماز پڑھنے کی حالت میں؟ چلتی ٹرین پر نماز کے صحیح نہ ہونے کا حکم بتانا اور ہے اور نماز سے روکنا شئ دیگر ہے۔ سورج طلوع ہوتے وقت نماز پڑھنا بالاتفاق مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں نہی وممانعت وارد ہے۔ تو معاذ اللہ کیا یہ کہا جائے گا کہ اس حدیث شریف میں نماز سے روکا گیا ہے اور معاذ اللہ کیا روکنے والا ''أرأيت الخ'' کی وعید میں داخل ہے؟ میں نہیں سمجھتا کہ اس مسئلہ کو بیان کرنے میں ذرہ برابر علم و دیانت کے تقاضہ کو پورا کیا گیا ہے۔

شمس الائمہ حلوائی سے پوچھا گیا کہ عوام کاہلی و سستی کی بنیاد پر فجر کی نماز طلوع شمس کے وقت پڑھتے ہیں، کیا ہم انہیں اس سے روکیں۔ فرمایا نہیں۔ اس لئے کہ اگر انہیں روکا جائے گا تو وہ مطلقاً چھوڑ دیں گے [illegible] درست ہوجاتی ہے۔ اس لئے عوام کا اس طرح نماز پڑھ لینا کہ کسی کے نزدیک درست ہوجائے، مطلقاً چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔ اس موقع پر علامہ شامی نے فرمایا کہ صرف روکا نہ جائے گا، یہ مطلب نہیں کہ عدم صحت کا حکم ہی نہیں لگایا جائے گا۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ ''افاد ان المستثنى المنع لا الحكم لعدم الصحة''۔(ردالمحتار ج۱،ص۲۴۸)

یہی تو وجہ ہے کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل پڑھتے دیکھا (حالانکہ بعد عید نوافل مکروہ ہیں) کسی نے عرض کیا، آپ ایسے وقت میں نماز سے کیوں نہیں روکتے؟ جواباً ارشاد فرمایا، کیا میں روک کر اس وعید میں داخل ہوجاؤں، جس کا ذکر اس آیت ''أرأيت الذي ينهى الخ'' میں ہے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے یہ نہیں فرمایا کہ ایسے وقت میں نماز پڑھنے کو میں مکروہ نہیں قرار دیتا، ورنہ وعید میں داخل ہوجاؤں گا۔

بلکہ غور وفکر سے کام لیجئے تو بات واضح ہوکر سامنے آجائے گی کہ احتیاط اسی میں ہے جو مجدد اعظم اور صدر الشریعہ کے فتاویٰ میں ہے، یعنی وقت نکلتا دیکھے تو پڑھ لے، پھر بعد میں اعادہ کرے، کہ اگر عند اللہ چلتی ٹرین پر نماز نہ ہوئی تو اعادۂ صلوٰۃ کے ذریعہ بالیقین وہ بری الذمہ ہوجائے گا۔ اس کے برخلاف پاکستانی محقق کے قول میں ذرہ برابر احتیاط سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ جب کہ باب عبادات میں احتیاط ہی پر عمل اولیٰ ہے، جس کی بے شمار نظیریں فقہی مسائل میں موجود ہیں۔

صلوٰۃ خوف میں عذر من جانب العباد یا من جانب اللہ: صلوٰۃ خوف میں جب کہ بندے کی طرف سے وعید وغیرہ ہو تو عذر من جانب العباد ہے، من جانب اللہ نہیں اور اس حالت میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ بعد زوال مانع ضروری ہوگا، البتہ عذر اگر من جانب اللہ ہو تو اعادہ لازم نہیں ہے۔ اس کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

(اولاً) اس باب میں فقہاء کا اختلاف رہا ہے کہ دشمن کا خوف من جانب اللہ ہے یا من جانب العباد۔ صاحب معراج اول کی طرف گئے اور صاحب نہایہ ثانی کی طرف۔ پھر علامہ ابن نجیم مصری نے یہ کہہ کر دونوں میں تطبیق دی کہ صاحب معراج کی مراد وہ خوف ہے جس میں بندے کی طرف سے وعید نہ ہو۔ اور صاحب نہایہ کی مراد وہ خوف ہے جس میں بندہ کی طرف سے کوئی [illegible] اس میں اعادہ نہیں اور

دوسرا من جانب العباد ہے اور اس میں اعادہ لازم ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے۔

"ثم اعلم انه اختلف فی الخوف من العدو هل هو من الله تعالیٰ فلا اعادة او من العبد فتجب ذهب فی المعراج الی الاول وفی النهایه الی الثانی ووفق فی البحر بحمل الثانی علیٰ ما اذا حصل وعید من العبد نشأ منه الخوف فكان من قبل العباد وحمل الاول علیٰ ما اذا لم يحصل ذلك اصلاً بل حصل خوف منه فكان من قبل الله تعالیٰ تجرده عن مباشرة السبب وان كان الكل منه تعالیٰ خلقاً وارادة قال ثم رأيت فی الحلية صرح بما فهمتهٗ واقرهٗ فی النهر وغيره" (ردالمحتار ج۱، ص۱۵۷)

اس سے ثابت ہوا کہ جن فقہاء نے خوف کی وجہ سے پڑھی گئی نماز کا اعادہ لازم نہیں کیا ان کی مراد وہ خوف ہے جس میں بندے کی طرف سے وعید نہ ہو جیسا کہ علامہ شامی نے خود وضاحت کردی ہے۔ لہٰذا ان فقہی عبارتوں کو جن میں مطلقاً عدم اعادۂ صلوٰۃ کا حکم ہے "هذا اطلاق فی موضع التقیید" کے قبیل سے شمار کرنا چاہئے۔ "وكم له من نظير" جب کہ پاکستانی محقق نے اطلاق والی عبارتوں کو نقل کر کے اپنا تأثر پیش کردیا اور تقیید والی عبارتوں سے صرف نظر کر گئے، جو تقاضۂ تحقیق کے خلاف ہے۔

(ثانیاً) دشمن کا صرف خوف ہو، اس کی طرف سے کوئی وعید وغیرہ نہ ہو تو یہ عذر من قبل العباد نہیں بلکہ من قبل اللہ ہے کہ دشمن کا خوف دل میں خود بخود پیدا ہو جاتا (بلا کسی سبب ظاہر کے) اللہ ہی کی جانب سے ہے۔ من جانب العباد قطعاً و یقیناً نہیں ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔ اس کے برخلاف اگر بندے کی طرف سے وعید کی وجہ سے خوف ہو تو چونکہ مخوِّف (ڈرانے والا) ظاہری طور پر بندہ ہے، لہٰذا یہ عذر من جانب العباد قرار پائے گا۔ اسی باریک فرق کی طرف فقہاء نے اپنے کلام میں اشارہ کیا ہے۔ مگر حیرت ہے ہمیں پاکستانی محقق پر کہ اتنی ڈھیر ساری کتابوں کی عبارتیں اور حوالے نقل کرنے کے بعد بھی وہ فرق واضح نہیں کر پا رہے ہیں اور الٹے سیدھے مصنف بہار شریعت پر الزام دھر رہے ہیں کہ ان کے بیان کئے ہوئے قاعدہ کی اصل کتاب و سنت اور ہمارے ائمہ کے اقوال میں نہیں ہے۔ کیا وہ فقہی جزئیات جن میں قتل کی دھمکی [illegible]

کے باوجود بعد زوال مانع اعادہ کا ذکر ہے اس قاعدہ کی اصل اور سند نہیں ہے۔

(ثالثاً) قرآن مجید میں خوف کی حالت میں جس رخصت کا ذکر ہے اس میں "فان خفتم" کا لفظ آیا ہے، جس کا واضح مفہوم یہی ہے کہ دل میں خود بخود (بلا کسی سبب ظاہر کے) دشمن کا خوف پیدا ہو تو اس وقت رخصت ہے لیکن اگر دشمن کی طرف سے ڈرانے اور دھمکانے (وہ بھی خاص وضو اور نماز کے لئے) کی وجہ سے یہ خوف پیدا ہو تو اس صورت میں بھی اس معنی کر رخصت حاصل ہے اور چلتے پھرتے پڑھی گئی نماز کا اعادہ لازم و ضروری نہیں ہے۔ یہ بات ابھی تشنۂ تحقیق ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں "اِنْ خِفْتُمْ" ہے "اِنْ خُوِّفْتُمْ" نہیں۔ اور دونوں میں جو واضح فرق ہے وہ اہل علم و نظر سے مخفی نہیں ہے۔

(رابعاً) یہ پہلے ہی واضح کردیا گیا کہ دل میں خود بخود دشمن کا خوف ہو تو یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ لیکن اگر دشمن کے ڈرانے، دھمکانے کی وجہ سے ہو تو یہ بندہ کی طرف سے ہے۔ لہٰذا وہ خوف جو خود بخود دل میں ہوا سے عذر من جانب العباد قرار دینا یا تو اس لئے ہے کہ اس باریک فرق کو یکسر نظر انداز کیا جا رہا ہے جو فقہاء نے اس باب میں بیان کیا ہے۔ یا پھر اس لئے کہ ذہن اس باریکی کو قبول کرنے کے لئے تیار و آمادہ نہیں ہو پا رہا ہے۔ جیسا کہ پاکستانی محقق کی تحریر سے ظاہر ہے، وہ رقمطراز ہیں۔

"میدان جنگ میں کفار کے خوف سے جب مسلمان پیادہ یا سوار نماز پڑھیں گے تو یہ عذر من جہۃ العباد (مخلوق کی وجہ سے) ہے اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ خوف کو مشروع فرمایا اور اعادہ لازم نہیں فرمایا"۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۴۰۲)

یہاں جس کا خوف دل میں ہوا وہ تو بندے ہی ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ کی جانب سے ہوا، بندہ کی طرف سے کوئی ظاہری تخویف نہیں پائی گئی، اس لئے یہ عذر من قبل اللہ ہوا۔ عذر من جانب العباد نہیں۔

الحاصل! ان تمام ابحاث کی روشنی میں ہم یہ کہنے اور لکھنے میں حق بجانب ہیں کہ چلتی ٹرین پر نماز کی عدم صحت، اور بعد زوال مانع، اعادہ کے سلسلہ میں مجدد اعظم امام احمد رضا اور مصنف بہار شریعت علامہ امجد علی کے فتاوے بے غبار اور حق و صداقت پر مبنی ہیں اور ان کے خلاف تحقیق ناقص غور و فکر کی پیداوار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زکوٰۃ اور اس کی اہمیت

مفتی مطیع الرحمٰن مضطر رضوی، صدر مفتی ادارہ شرعیہ سلطان گنج، پٹنہ

اس عالم ہست وبود میں اختلاف اور بزم کائنات میں رنگارنگی قانون قدرت اور تقاضۂ فطرت کے عین مطابق ہے۔ زمین وآسمان کا بعد، مشرق ومغرب کی دوری، جنوب وشمال کا فاصلہ، جمود ونمو کا تضاد، نور وظلمت کا فرق اور امارت وغربت کا امتیاز اسی قانون قدرت کا کرشمہ اور تقاضۂ فطرت کا لازمہ ہے۔ اگر یہ فرق وامتیاز مٹ جائے تو بزم کائنات کی ساری بہاریں اور عالم ہست وبود کی ساری رونقیں یکسر ختم ہو جائیں کہ ؎

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن
اے ذوق! اس چمن کو ہے زیب اختلاف سے

دنیا میں انسانی مساوات اور تحفظ حقوق کے نام پر جتنی تحریکوں نے جنم لیا، بفرق تقدیم وتاخیر سب نے اس فرق وامتیاز کو مٹانے اور ختم کرنے ہی کی کوشش میں عمریں صرف کر دیں۔ مگر چونکہ یہ امتیاز فطرت کا لازمہ اور قدرت کا تقاضہ ہے اس لئے وہ تو نہ مٹ سکا۔ البتہ اس ٹکراؤ کے نتیجے میں افراط وتفریط کی راہیں ضرور کھل گئیں۔ امارت بلند سے بلند تر ہوتی گئی۔ اور غربت پستی کے عمیق غار میں جا گری۔ امیر محلوں میں مزید داد عیش وعشرت دینے لگے۔ اور غریب نان شبینہ کو ترس گئے۔ اسلام چونکہ ایک ابدی وآفاقی مذہب ہے اور دین فطرت بھی اس لئے اس نے اس فرق وامتیاز کو یکسر ختم کرنے کی دعوت نہیں دی۔ بلکہ اعتدال کی راہ کو اپنا کر اختلاف کی کوکھ سے اتفاق کو جنم دینے کا سبق دیا۔ نیابت خداوندی کے طور پر دونوں کے حسن امتزاج سے عالم کو دلکشی اور کائنات کو رنگ ونور دے کر ایک مدت معلوم تک امن وامان کے ساتھ صالح معاشرے کے مطابق زندگی گزارنے کا درس دیا۔ اسراف وفضول خرچی سے روکا تو دولت کی جمع بندی اور ذخیرہ اندوزی سے منع فرمایا۔ گداگری اور سوال کو ذلت قرار دیا تو زکوٰۃ وصدقات کا حکم بھی دیا۔ بلکہ اسے اسلام کا ایک اہم رکن ہی قرار دے دیا۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمداً عبدہٗ ورسولہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان"۔ (بخاری ومسلم) اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پانچ چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں (۱) گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) رمضان کے روزے رکھنا

ان مقامات کو چھوڑ کر جہاں قرآن کریم میں زکوٰۃ کا ذکر جداگانہ ہے، نماز کے ساتھ اس کا ذکر صاحب بحر الرائق علامہ ابن نجیم کی تلاش وتفحص کے مطابق ۸۲ مقامات پر ہے۔ رہے احادیث کے ذخائر، تو وہ زکوٰۃ کی اہمیت، تاکید، ادائیگی پر بشارت اور دنیا ودین کے فوائد۔ ادا نہ کرنے پر وعیدیں اور نقصانات، نیز مصارف نام ونمود کی مذمت اور مصلین کے ساتھ سلوک کے بیانوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ چند آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کی تلاوت سے آپ بھی اپنی زبان ودہن کو شاد کام اور دلوں کی دنیا کو روشن کیجئے۔

زکوٰۃ کی اہمیت: ھُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون (بقرہ)" ہدایت ہے ڈر والوں کو وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں"۔

"قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لمعاذ بن جبل حین بعثہٗ الی الیمن انک ستاتی قوما اھل الکتاب فاذا جئتھم فادعھم الیٰ ان یشھدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ فان ھم اطاعوک بذلک فاخبرھم ان اللہ قد افترض علیھم خمس صلوٰات فی کل یوم ولیلۃ فان ھم۔ طاعوک بذلک فاخبرھم ان اللہ قد افترض صدقۃ (بخاری) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجا تو ان سے ارشاد فرمایا کہ تم اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو۔ جب ان کے پاس پہنچو تو ان کو کلمہ طیبہ کی دعوت دینا۔ اگر وہ لوگ قبول کر لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے روزانہ پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ لوگ اسے بھی تسلیم کر لیں تو انہیں بتانا کہ ان پر زکوٰۃ بھی فرض فرمائی گئی ہے۔

"اربع فرضھن اللہ فی الاسلام فمن جاء بثلث لم یغنین عنہ شیئا حتی یاتی بھن جمیعاً الصلوٰۃ والزکوٰۃ وصیام رمضان وحج البیت (مسند امام احمد) اللہ تعالیٰ نے اسلام میں پانچ چیزیں فرض کی ہیں۔ نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج۔ جو ان میں سے ایک کو بھی چھوڑ دے اسے باقی تین سے کوئی فائدہ نہ ہوگا"۔

"عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ امرنا باقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ ومن لم یزکی فلا صلوٰۃ لہ (طبرانی) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم ہوا ہے۔ تو جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں"۔

"عنہ من اقام الصلوٰۃ ولم یوت الزکوٰۃ فلیس بمسلم ینفعہٗ عملہ۔ (اصبہانی) ان ہی سے مروی ہے کہ جو نماز ادا کرے اور [illegible] کام دے"۔

"ان تمام اسلامکم ان تودوا زکوٰۃ اموالکم (البزاز) تمہارے اسلام کی تکمیل یہ ہے کہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو"۔

من کان یومن باللہ ورسول فلیود زکوٰۃ مالہ (طبرانی) اللہ ورسول پر ایمان رکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرے۔

ادائیگی پر بشارت اور دنیا ودین کی فوائد:

خُذ مِن اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَ تُزَکِّیْھِمْ بِھَا (توبہ پ۱۱) اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم انہیں ستھرا اور پاکیزہ کردو۔ وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ وھو خَیْرُ الرّٰزِقین۔ (سبا، پ۲) اور جو چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو، وہ اس کے بدلے اور دے گا۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے"۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِی کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِائَۃُ حَبَّۃٍ۔ وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْم۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی دولت صرف کرتے ہیں ان کی کہاوت اس دانے کی طرح ہے جس سے سات بالیں نکلیں ہر بال میں سو دانے اور اللہ جسے چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے اور اللہ وسعت دیتا ہے اور اللہ وسعت والا اور بڑا علم والا ہے"۔

"ما تصدق احد بصدقۃ من طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب الا اخذھا الرحمن بیمینہ وان کانت تمرۃ فتربی کف الرحمن حتی یکون اعظم من الجبل ویربیھا کما یربی احدکم فلوہ او فصیلہ' (ابن ماجہ) اللہ تعالیٰ صرف پاک اور صاف صدقہ قبول فرماتا ہے تو جو کوئی شخص پاک اور صاف چیز صدقہ کرتا ہے خواہ ایک کھجور ہی سہی۔ تو اللہ تعالیٰ اسے بڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ سے بھی بڑا ہو جاتا ہے جیسے کوئی اپنی گائے یا اونٹنی کے بچے کو پال پوس کر بڑا کرتا ہے"۔

من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یقبلھا بیمینہ ثم یربیھا لصاحبہ کما یربی احدکم فلوہ حتی تکون مثل الجبل (بخاری) اللہ تعالیٰ پاک کمائی ہی کو قبول فرماتا ہے تو جو شخص اپنی پاک کمائی سے ایک چھوہارے کی قیمت بھی راہ خدا میں صرف کرتا ہے اللہ اسے ضرور قبول فرماتا ہے، پھر اسے بڑھاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے جیسے کوئی اپنی گائے کے بچے کی پرورش کر کے اسے بڑا کرتا ہے۔

"حسنوا اموالکم بالزکوٰۃ وداووا مرضاکم بالصدقۃ۔ (ابوداؤد) زکوٰۃ دے کر اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں محفوظ کرلو اور خیرات سے اپنے بیماروں کا علاج کرو"۔

"من ادی زکوٰۃ [illegible]

ماجہ) جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس سے مال کا شر دور فرما دیا"۔

"ان اللہ لم یفرض الزکوٰۃ الا لیطیب ما بقی من اموالکم۔ (ابوداؤد) اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی لیے فرض فرمائی کہ تمہارے باقی مال کو پاک کردے"۔

"ان رجلاً قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخبرنی بعمل یدخلنی الجنۃ قال مالہٗ مالہٗ مالہ۔ (بخاری) ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور! مجھے کوئی ایسا کام بتایا جائے جو میرے جنت میں جانے کا باعث ہو۔ حضور نے فرمایا راہ خدا میں دولت خرچ کرو۔ راہ خدا میں دولت خرچ کرو، راہ خدا میں دولت خرچ کرو"۔

"من انفق زوجین فی سبیل اللہ دعاہ خزنۃ الجنۃ کل خزنۃ باب (مسلم) جس نے راہ خدا میں دو محبوب چیزیں صرف کیں اسے جنت کے ہر دروازے سے پکارا جائے گا"۔

زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر وعیدیں اور نقصانات

ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاھم اللہ من فضلہ ھو خیراً لھم۔ بل ھو شرلھم سیطوقون ما بخلوابہ یوم القیامۃ (آل عمران پ۴) جن لوگوں کو خدا نے اپنے فضل سے مال عطا فرمایا ہے اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں تو یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لیے بہتر ہے بلکہ ان کے لئے برا ہے۔ عنقریب قیامت کے دن ان کے گلے میں اس مال کا طوق ڈالا جائے گا۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم یوم یحمیٰ علیھا فی نار جھنم فتکوی بھا جباھھم وجنوبھم وظھورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون (توبہ پ۱۰) جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں صرف نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔ جس دن یہ چیزیں دوزخ کی آگ میں تپائی جائیں گی اور ان سے لوگوں کی پیشانیاں، کروٹیں اور پیٹھیں داغی جائیں گی اور کہا جائے گا یہ ہے، جن کو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ آج اس کا مزہ چکھو"۔

"الھٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر کلاسوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترونھا عین الیقین۔ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم (التکاثر پ۳۰) تمہیں غافل رکھا مال کی زیادہ طلبی نے۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔ ہاں ہاں جلد جان جاؤ گے۔ پھر ہاں ہاں [illegible] مال کی محبت نے

رکھتے، بے شک جہنم کو دیکھوگے۔ پھر بے شک اسے یقینی دیکھنا دیکھوگے۔ پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کی پرسش ہوگی''۔

''ما من رجل لا یودی زکوٰۃ ماله الا جعل اللّٰہ یوم القیامة فی عنقه سجاعاً (ترمذی) جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس مال کو زہریلا سانپ بنا کر اس کے گلے میں ڈال دے گا''۔

''یاتی الکنز شجاعا اقرع فیلقی صاحبه یوم القیامة فیفر منه صاحبه مرتین لم یستقبله فیفر فیقول انا کنزك فیتقیه بیده فیلقمها (بخاری، ابن ماجہ) جس نے مال کی زکوٰۃ نہیں دی اس کا مال قیامت کے دن خوفناک زہریلا اژدھا بن کر اس پہ حملہ کرے گا جس سے وہ آدمی بھاگتا پھرے گا اور کہے گا کیوں میری جان لے رہے ہو؟ وہ اژدھا کہے گا میں تمہارا مال ہوں، تمہاری دولت ہوں، پھر جب یہ اس سے بچنے کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو وہ اسے نگل لے گا''۔

''قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم ما من صاحب ذھب ولا فضة لا یودی منها حقها الا اذا کان یوم القیامة صفحت له صفائح من نار فاحمی علیها فی نار جهنم فیکوی بها جنبه وجبینه وظهره کلما ردت اعبدت له فی یوم کان مقداره خمسین الف سنة۔ (مسلم) اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس سونا یا چاندی ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس سونے چاندی کے پتر بنا کر آگ میں تپائے جائیں گے جن سے اس کی کروٹ، پیشانی اور پیٹھ داغی جائیں گی جب یہ پتر ٹھنڈے ہونے پر آئیں گے پھر تپا کر یہی کیا جائے گا۔ اور یہ سلسلہ پچاس ہزار برس تک چلتا رہے گا''۔

''وما من صاحب کنز لا یودی زکوٰۃ الا احمی علیه فی نار جهنم فیجعل صفائح فیکوی بها جنباہ وجبینه حتی یحکم اللّٰہ بین عبادہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنة۔ (مسلم) جو مالدار اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرے گا قیامت کے دن اس کے مال کو پتر بنا کر جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا جس سے اس کی کروٹیں اور پیشانی داغی جائیں گی اور یہ سلسلہ اسی طرح پچاس ہزار سال تک جاری رہے گا''۔

''قال خطبنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم فقال یا معشر النساء تصدقن ولو من حلیکن فان کن اکثر من اهل جهنم یوم القیامة (ترمذی) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اے عورتو! اپنے زیوروں کی زکوٰۃ دیا کرو کیونکہ قیامت کے دن تم ہی زیادہ جہنم میں ڈالی جاؤ گی''۔

''ان امراتین اتتا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم وفی ایدیهما سواران من ذهب فقال لهما اتودیان زکوٰۃ قالت لا فقال لهما رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم اتحبان ان یسود کما اللّٰہ بسوارین من نار قالت لا قال تادیا زکوته (ترمذی) دو عورتیں سونے کے کنگن پہنے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں تو آپ نے استفسار فرمایا کہ ان کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کروگی؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا یہ چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟ انہوں نے عرض کی نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا تو زکوٰۃ دے دو''۔

''ما خلطت الزکوٰۃ ما لا قط الا اهلکته (مشکوٰۃ) زکوٰۃ کا مال جس سے ملا رہے گا اسے بھی تباہ و برباد کر دے گا''۔

''ما تلف مال فی بر ولا بحر الا بحبس الزکوٰۃ (طبرانی) خشکی یا تری میں جو مال بھی تلف ہوتا ہے وہ زکوٰۃ نہ دینے ہی کی وجہ سے تلف ہوتا ہے''۔

زکوٰۃ کے مصرف: ان اللّٰہ قد افترض علیهم صدقة توخذ من اغنیائهم وترد علی فقرائهم (بخاری) اللہ تعالیٰ نے لوگوں پر صدقہ فرض فرمایا۔ یہ امیروں سے لے کر غریبوں کو دیا جائے گا۔

نام ونمود اور محصلین کے ساتھ سلوک

الذین ینفقون اموالهم فی سبیل اللّٰہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لهم اجرهم عند ربهم ولا خوف علیهم ولا هم یحزنون قول۔ معروف ومغفرةٌ خیر من صدقة یتبعها اذیً واللّٰہ غنی حلیم۔ یا ایها الذین لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق ما له رئاء الناس ولا یؤمن باللّٰہ والیوم الآخر فمثله کمثل صفوان علیه تراب فاصابه وابل فترکه صلداً لا یقدرون علی شئ مما کسبوا واللّٰہ لا یهدی القوم الکٰفرین۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی دولت خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ اذیت دیتے ہیں ان کے لئے ثواب ان کے رب کے حضور ہے نہ ان پر کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پرواہ علم والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کرو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر۔ اس طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے۔ اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا۔ اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا''۔

"اذا اتاکم المصدق فلیصدر عنکم وھو راض (مسلم) جب زکوٰۃ وصول کرنے والے تمہارے پاس آئیں تو ان سے اس طرح پیش آؤ کہ وہ تم سے خوش ہو جائیں"۔

"ارضوھم فان تمام زکوٰتکم رضاھم۔ (ابوداؤد) زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو خوش کرو کیوں کہ ان کو خوش کرنے میں ہی تمہاری زکوٰۃ کی تکمیل ہے۔

مسائل: زکوٰۃ ہر اس عاقل، بالغ مسلمان پر فرض ہے جس کے پاس حاجت اصلیہ کے علاوہ دین سے فاضل ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اتنی مالیت کے روپے پیسے یا مال تجارت ہوں اور ان پر سال پورا ہو گیا ہو (عامۂ کتب) حاجت اصلیہ سے مراد وہ تمام اسباب معیشت ہیں جن کی ضرورت انسان کو زندگی گزارنے میں پڑتی ہے جیسے کھانے کے لئے اناج، رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، خانہ داری کے سامان، ضرورت کی سواری، پیشہ وروں کے اوزار، کاشتکاروں کے ہل بیل، اہل علم کے لیے ضروری کتابیں (عامہ کتب) سال پورا ہونے سے مراد یہ ہے کہ اسلامی مہینے کی جس تاریخ کو جس وقت صاحب نصاب ہو ٹھیک اسی مہینے کی اسی تاریخ کو اسی وقت ادائگی واجب ہوتی ہے۔ اس میں انگریزی مہینے کا اعتبار نہیں اس لیے باب زکوٰۃ میں اس سے سال تمام کرنا حرام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) سال پورا ہوتے ہی فوراً ادا کر دینا واجب ہے تاخیر کرنا گناہ (فتح القدیر) اس لیے بہتر ہے کہ سال تمام ہونے کے پہلے ہی سے ادا کرتا رہے تاکہ تاخیر نہ ہونے پائے (فتاویٰ رضویہ) بینک میں جتنی رقم جمع ہے اس کی بھی زکوٰۃ فرض ہے (فتاویٰ رضویہ)

عشر: واٰتوا حقه یوم حصاده (انعام پ ۸) اور کھیتی کٹنے کے دن ہی اس کا حق ادا کر دو۔

فیما سقت السماء والعین او کان عشریا العشر ما سقی بالنضح نصف العشر (بخاری) جو زمین بارش یا ندی نالے کے پانی سے سیراب ہو اس کی پیداوار میں عشر ہے اور جس زمین میں سینچائی کی جائے اس کی پیداوار میں نصف عشر ہے۔

مسائل: زمین کی پیداوار اگر قدرتی پانی سے ہو تو اس میں عشر یعنی ۱۰/۱ واجب ہے۔ اور قدرتی پانی سے نہ ہو بلکہ بورنگ وغیرہ کے ذریعے آب پاشی کے بعد ہو تو اس میں نصف عشر ۲۰/۱ واجب ہے (عامۂ کتب) اس میں پیداوار کی کمی بیشی کا کوئی اعتبار نہیں۔ ایک صاع (دو سو ستر تولے) پیدا ہوں تو بھی واجب ہے (شامی) یہ پوری پیداوار میں واجب ہے ایسا نہیں کہ کاشت کے اخراجات وضع کرنے کے بعد باقی ماندہ میں واجب ہو (رد المحتار) بٹائی کی زمینوں میں زمین والے پر اپنے حصہ کا واجب ہے اور بٹائی دار پر اپنے حصے کا (البدائع) اجارے کی زمینوں میں زمین والے پر واجب نہیں صرف کاشت کرنے والے پر واجب ہے (الحاوی) ادائیگی عشر سے پہلے غلے کا استعمال جائز نہیں (عامۂ کتب)

اسلام کے اس تصور زکوٰۃ کے مطابق آدمی جادو پیا ہو جائے۔ اسے احساس کرے کہ غریب بھی ہمارے ہی معاشرہ کا ایک فرد بلکہ اپنے ہی جسم کا ایک حصہ ہے۔ اس کی صحت وسلامتی اور طاقت وقوت سے اپنی صحت وسلامتی اور طاقت وقوت ہے۔ اس کے ضعف میں اپنا ضعف اور اس کی ناتوانائی میں اپنی ہی ناتوانائی ہے۔ اس لیے اس کی نگہداشت کا فریضہ بھی ہمارے سر ہے۔ غریب یہ سوچے کہ امیر کے مال ودولت میں ہمارا بھی حصہ ہے اس کی بقاء میں ہمارے حصہ کی بقاء اور اس کے زیاں میں ہمارے حصے کا بھی زیاں ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت کی ذمہ داری ایک حد تک ہم پر ہوتی ہے، تو یقیناً آج کی یہ طبقاتی کشمکش ختم ہو کر دنیا امن وآشتی کا گہوارہ بن جائے اور رنگ ونور میں ڈوبا ایک خوش حال پاکیزہ معاشرہ پھر سے وجود میں آئے۔ جس کے بعد پھر نہ کوئی قارون بن سکے اور نہ ہی کوئی ننگا بھوکا خاک کے بستر پر سسک سسک کے دم توڑنے پر مجبور ہو۔ بلکہ شاہ وگدا، امیر وغریب، حاکم ومحکوم سب مل کر یوں زندگی بسر کریں جیسے وہ ایک خاندان کے افراد ہی نہیں ایک بدن کے حصے اور اجزاء ہوں، ہاتھ کوئی کارنامہ انجام دے تو باچھیں کھل جائیں، چہرہ دمک اٹھے اور دل ودماغ مبارکباد پیش کریں۔ پیر زخمی ہو جائیں تو ہاتھ مرہم رکھے۔ آنکھیں راستہ دکھائیں اور عقل سنبھل کر چلنے کی تدبیر کرے۔ غرض کہ ایک کی راحت سے دوسرا مسرت وابتہاج سے ہمکنار ہو جائے اور دوسرے کی مصیبت اس کی راحت وسکون کو غارت کر دے۔ جیسا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "المومنون کرجل واحد ان اشتکی عینه اشتکی راسه واذا اشتکی راسه اشتکی کله او کما قال صلی اللہ تعالی علیه وسلم. مسلمان ایک ذات اور فرد واحد کی طرح ہے جب اس کی آنکھ میں درد ہوتا ہے تو سر بھی تکلیف محسوس کرتا ہے اور جب سر متاثر ہوتا ہے تو پورا جسم بے قرار ہو جاتا ہے"۔

مگر افسوس! کہ آج ہم اس احساس سے قطعاً بیگانہ ہیں۔ ہمارا عالم یہ ہے کہ نماز تو کچھ افراد پڑھ بھی لیتے ہیں مگر زکوٰۃ وصدقات سے عموماً غافل ہیں یا چند افراد زکوٰۃ بھی دیتے ہیں تو محض نام ونمود کے طور پر اور زکوٰۃ وصول کرنے والوں کے ساتھ سلوک یہ ہوتا ہے کہ انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ ہمیں ان کا ممنون احسان ہونا اور شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ وہ ہمارے مال کو پاک وصاف کرنے، ہمیں نقصان سے بچانے اور عذاب آخرت سے نجات دینے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ وہ نہ آئیں تو ہمارا فریضہ ہو جائے کہ ہم زکوٰۃ کا مال اپنے سروں پر لاد کے ان تک پہنچائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کے اس پاکیزہ تصور زکوٰۃ کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل پیرا ہونے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

بات ایک فن کی جس سے بے اعتنائی عام ہے

☆ محمد افروز قادری چریاکوٹی، استاذ: مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف ☆

أَيَا قَارِئَ الْقُرْآنِ أَحْسِنْ أَدَاءَهُ
يُضَاعِفْ لَكَ اللّٰهُ الْجَزِيْلَ مِنَ الْأَجْرِ

اس حقیقت سے بھلا کس کو انکار ہوگا کہ دنیا میں سب سے زیادہ تعظیم وتوقیر ربانی نوشتوں کی کی جاتی ہے۔ قرآن مجید بلا شبہ اللہ رب العزت کا کلام ہے جو ہر قسم کے تغیر وتبدل، اضافہ وتحریف اور ترمیم وتنسیخ سے پاک ہے۔ اور یہ سعادت ارزانی صرف اور صرف اس صحیفۂ آسمانی کو حاصل ہے کہ اس عالم رنگ وبو میں کروڑوں سے زیادہ انسان اس کے حافظ ہیں اور دنیا میں سب سے زیادہ پڑھا جانے والا کلام بھی یہی ہے۔ ظاہر ہے جو کتاب اتنی محترم اور پر عظمت ہو اس کے پڑھنے پڑھانے کے طور اور اس کی تلاوت وقرأت کے آداب بھی اتنے ہی اہم واعظم ہوں گے۔ چنانچہ خود قرآن کریم کی اس آیت پاک سے تلاوت قرآن کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ. باوضو حضرات ہی اسے چھو سکتے ہیں یعنی پڑھ سکتے ہیں کیوں کہ آدمی عموماً قرآن پڑھنے ہی کی خاطر وضو کرتا ہے نہ کہ صرف چھونے کے واسطے۔ اور منبع اسرار قرآنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تو قرآن پاک کو تجوید وترتیل سے پڑھنے کا صاف اشارہ دے رہا ہے۔ رُبَّ قَارِئِ الْقُرآنِ يَلْعَنُهٗ. بہت سے قرآن خواں ایسے ہیں کہ (غلط پڑھنے کی وجہ سے) قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔ حدیث رسول کا مقصود یہ ہے کہ کلمات قرآن کیوں ادا کیے جائیں، الفاظ کس طرح زبان سے نکالے جائیں، قرآن پڑھتے ہوئے قاری کس مقام پر کب اور کیسے توقف کرے۔ یہ امور ایسے ہیں کہ ایک قرآن خواں کا اس سے آگاہ ہونا از حد ضروری ہے تاکہ اس کی قرأت، قلب وجگر میں وجدانی کیفیت اور فکر ونظر میں روحانی بالیدگی پیدا کردے اور اس کے نتیجے میں وہ پورے طور سے قرآن سے لطف آشنا اور کیف اندوز ہوسکے۔ اس کو اصطلاح میں علم تجوید کا نام دیا گیا ہے۔ اس علم کو غیر معمولی اہمیت اس لئے بھی حاصل ہے کہ یہ بلا واسطہ کلامِ الٰہی کی تلاوت اور اس کے الفاظ وحروف سے متعلق ہے۔

دراصل تجوید ان قواعد اور اصول کا نام ہے جن کی معرفت ورعایت سے حروف قرآنیہ اس ترتیل کے موافق ہوجائیں جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں دیا ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيْلًا. اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی صرف تلاوت مقصود نہیں بلکہ ترتیل مطلوب ہے۔ جس میں ہر ہر کلمہ صاف صاف جدا جدا اور صحیح ادا ہو۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن پڑھتے تو حروف آپس میں جدا جدا ہوتے تھے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ فاذا هي تنعت قرأة مفسرة حرفاً حرفاً۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ لَوْ أَرَادَ السَّامِعُ اَنْ يَّعُدَّ حُرُوْفَهٗ لَعَدَّهَا۔ (تفسیر کشاف ج ۴، ص ۶۳۷) یعنی حضور اس قدر اطمینان ووقار سے پڑھتے کہ اگر سننے والا حرفوں کو گننا چاہے تو بآسانی گن لے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما اذن اللّٰه لنبي حسن الصوت بالقرآن يجهر به. یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی قرأت

وتلاوت کو ایسا نہیں سنتا جیسا اس نبی کی تلاوت کو سنتا ہے خوش آوازی سے جہراً تلاوت کرے۔

اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یُقْرَاَ الْقُرْآنَ کَمَا اُنْزِلَ۔ یعنی اللہ کو یہ پسند ہے کہ قرآن اسی طرح پڑھا جائے جیسا وہ نازل ہوا۔

فن تجوید حاصل کرنا شرعی طور پر ہر مسلمان مرد وعورت پر واجب ہے۔ اور کتابی صورت میں اس علم کی تحصیل فرض کفایہ ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب عطا کی اس کی خاطر خواہ تلاوت کرتے ہیں۔

دوسری جگہ اور واضح انداز میں یوں ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِیْلاً۔ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ (اور حروف والفاظ کی شناخت فن تجوید کا علم ہوئے بغیر ناممکن ہے) صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔

رعایت وقوف اور ادائے مخارج کے ساتھ اور حروف کو مخارج کے ساتھ تا بہ امکان صحیح ادا کرنا نماز میں فرض ہے۔ (خزائن العرفان ص ۹۱۸ مجلس برکات، مبارک پور اعظم گڑھ)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ترتیل کے کیا معنی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔ تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف یعنی حرفوں کی صحیح ادا اور اوقاف کی شناخت۔ مطلب یہ ہے کہ محل وقوف کی رعایت اور تجوید کی روشنی میں قرآن شریف پڑھنا تفہیم معنی اور تحسین قرأت کا باعث ہے۔

امام فخر الدین رازی ترتیل کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیام صلوٰۃ کے ساتھ ہی ترتیل قرآن کا حکم اس لئے دیا تا کہ دیدہ ودل ان آیتوں کے اسرار وغوامض اور حقائق ودقائق میں فکر وتامل کریں کیوں کہ غور وخوض کے نتیجے میں کاشانۂ دل معرفت الٰہی کے انوار سے جگمگا اٹھتا ہے۔ جب کہ قرأت میں تعجیل ان مقاصد جلیلہ کے فقدان کا سبب بنتی ہے۔ ایک چیز یہ بھی کہ احکام الٰہیہ اور روحانی امور کے ذکر سے دل فرحت وبہجت محسوس کرتا ہے اور جسے کسی شئی سے مسرت ہوگی اس کا ذکر اس کے نزدیک از بس محبوب ہوگا اور وہ نہیں چاہے گا کہ اتنی محبوب شئے کا ذکر از جلد ختم کردے تو معلوم ہوا کہ ترتیل کا منشاء مقصود حضور قلب اور کمال معرفت ہے۔ (تفسیر کبیر ۳۰، ۴، ۱۷۴)

علامہ ابن کثیر آیت مذکورہ ورتل القرآن ترتیلا کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ أی اقرأہ علیٰ تمھل فانہ یکون عوناً علیٰ فھم القرآن وتدبرہ۔ یعنی قرآن کو مہلت کے ساتھ پڑھنا قرآن سمجھنے اور اس میں غور وفکر کرنے پر معاون ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۴، ص ۴۳۴)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر "بینہ بیاناً" سے کی ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ قرآن تین تین، چار چار، پانچ پانچ آیتوں کے برابر ٹھہراؤ کے ساتھ پڑھو۔ (معالم التنزیل ۴، ص ۴۰۷)

حضرت قتادہ وحسن ومجاہد رحمہم اللہ نے فرمایا کہ واضح، صاف اور نہایت ٹھہراؤ کے ساتھ قرآن پڑھو۔ (نفس مصدر)

حضرت زجاج رحمۃ اللہ علیہ مسطورہ آیت کے تحت رقم طراز ہیں۔ بینہٗ بیاناً والتبیین لایتم بأن یعجل فی القرآن انما یتم بأن یتبین جمیع الحروف ویوفی حقھا من الاشباع۔ یعنی قرآن کو نہایت واضح اور صاف انداز میں پڑھو اور عجلت سے پڑھنے میں تبیین تو حاصل نہ ہوگی کیوں کہ تبیین تو تمام حرفوں کو جداگانہ اور اشباع حرکت کے ساتھ ادا کرنے کا نام ہے۔ (التفسیر الکبیر ۳۰، ص ۱۷۳)

تفسیر ابو السعود میں بھی اسی سے ملتی جلتی بات کہی گئی ہے کہ قرآن کو حرفوں کے باہمی امتیاز کے ساتھ اس طرح پڑھو کہ اگر سننے والا انہیں شمار کرنا چاہے تو بآسانی شمار کرے۔ (تفسیر ابی السعود ۹، ص ۵۰)

علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ "مقدمہ جزریہ" میں فرماتے ہیں۔

وَالْأَخْذُ بِالتَّجْوِيدِ حَتْمٌ لَازِمٌ
مَنْ لَمْ يُجَوِّدِ الْقُرْآنَ آثِمٌ
لِأَنَّهُ بِهِ أَلْالٰهُ أَنْزَلَا
وَهٰكَذَا مِنْهُ اِلَيْنَا وَصَلَا

علم تجوید کی تحصیل لازی اور ضروری ہے جو شخص قرآن، تجوید کی روشنی میں نہیں پڑھتا وہ گنہگار ہے۔ کیونکہ تجوید کے ساتھ ہی اللہ نے اسے نازل فرمایا ہے اور اس طرح (تجوید ہی کے ساتھ) یہ اس (حق تعالیٰ) سے ہم تک پہنچا ہے۔

قرآن کو عربی لب ولہجہ اور بقدر اختیار تحسین صوت یعنی خوش آوازی سے پڑھنے کی ترغیب حدیث پاک میں کئی جگہ وارد ہوئی ہے کیونکہ لہجہ ولحن میں پڑھنے سے قرآن کریم کے حسن وتاثر میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے مگر ایسا نہ ہو کہ لہجہ کے اتار چڑھاؤ اور لہراؤ میں قواعد تجوید کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے اور لحن عرب سے ہٹ کر نغمہ موسیقیت کا روپ دھار لے کہ یہ قطعاً حرام وممنوع ہے۔ (تفسیر مظہری ۱۰، ص ۱۰۵)

اپنے قارئین پر ہم یہ بھی واضح کر دیں کہ حدیث رسول میں جہاں حسن صوت کی ترغیب آئی ہے وہیں نغمہ اور عشقیہ لحن کی ترہیب بھی وارد ہے۔ دیکھئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ. قرآن بغیر خوش آوازی کے پڑھنے والا ہم میں سے نہیں۔

اِقْرَأُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا وَاِيَّاكُمْ وَلُحُونَ اَهْلِ الْعِشْقِ وَلُحُونَ اَهْلِ الْكِتَابِيِّينَ.

قرآن عربی لب ولہجہ میں پڑھو اور اہل عشق اور کتابیوں کے لہجوں سے احتراز کرو۔

زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ. قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔

حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ الْقُرْآنَ حُسْناً

حسن صوت کے ساتھ قرآن پڑھو کیوں کہ خوش آوازی قرآن کے حسن کو دوآتشہ کر دیتی ہے۔

حُسْنُ الصَّوْتِ زِيْنَةُ الْقُرْآنِ. اچھی اواز روئے قرآن کے لئے غازۂ زینت ہے۔

لِكُلِّ شَيْءٍ حِلْيَة، وَحِلْيَةُ الْقُرْآنِ حُسْنُ الصَّوْتِ. ہر چیز کے لئے ایک زیور ہوتا ہے اور قرآن کا زیور خوش آوازی ہے۔

جَدِّدُوا الْقُرْآنَ. قرآن، قواعد تجوید کی روشنی میں پڑھو۔

قرآئے عظام فرماتے ہیں۔

اَلتَّجْوِيدُ حِلْيَةُ الْقُرْآنِ. تجوید (یعنی حروف ومخارج کی درستگی کے ساتھ قرآن پڑھنا) قرآن کا زیور ہے۔

اور ظاہر ہے جو چیز جس چیز کے لئے سرمایۂ زینت اور باعث کشش ہو اگر اس سے وہ سلب کر لی جائے تو اس کی ساری خوبصورتی غارت ہو کر رہ جائے گی۔ بالکل ایسے ہی قرآن کو بغیر تجوید کے پڑھنا اس کی زینت وکشش کا جنازہ نکالنے کے مترادف ہے۔ اللہ ہمارے سینے تحصیل علم تجوید کے لئے کھول دے اور اس کی عظمت دل میں جاگزیں کر دے۔

حضرت امام جزری رحمۃ اللہ علیہ "مقدمۂ جزریہ" میں فرماتے ہیں۔

وَهُوَ ايضاً حِلْيَةُ التِّلَاوَةِ
وَزِيْنَةُ الْأَدَاءِ وَالْقِرأةِ

یعنی (من جملہ اور خوبیوں کے) تجوید تلاوت کا زیور، اور تلفظ وقرأت کی زینت بھی ہے۔

یہ اور اس قسم کی کئی اور احادیث واقوال ایسے ملتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک کو قواعد تجوید کی رعایت کر کے حسن صوت اور عربی لب ولہجہ میں پڑھنا عین سنت نبوی اور صحابۂ کرام کے طریقے کے عین مطابق بھی۔

☆☆☆

مختصر تعارف مفتی ہاشم یوسفی علیہ الرحمہ

مولانا محمد جنید رضا نوری ہاشمی، پوری پور، پورنیہ

چمن میں پھول کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحراء کو

صوبۂ بہار میں ضلع پورنیہ کو مدینۃ العلماء کا شرف حاصل ہے۔ پورنیہ کی زرخیز مٹی سے ہزاروں علماء و فضلا نکلے۔ جن کے علم و فضل کی درخشندگی اب بھی موجود ہے۔ مشیت ربانی نے خدمتِ دین متین کے لئے جن مقدس ہستیوں کا انتخاب فرمایا۔ انہیں میں سے ماہر علم و فن، بقیۃ السلف عمدۃ الخلف، شہزادۂ قطب پورنیہ حضرت الشاہ مفتی ہاشم یوسفی علیمی، رشیدی علیہ الرحمۃ والرضوان آستانۂ عالیہ یوسفیہ (ساکن ہری پور، ضلع پورنیہ بہار) کی ذات بابرکات بھی تھی۔ آپ ولی ابن ولی۔ عالم ابن عالم، مفتی ابن مفتی تھے۔ آپ تقویٰ و طہارت، انسانیت و شرافت، علم و عمل، فکر و نظر، کے بحر بیکراں تھے۔ آپ ایک ولی صفت بزرگ اور درویش کامل تھے۔ آپ کے ہر ہر عمل سے مسلکِ اعلیٰ حضرت، الفتِ غوث پاک، اور عشق رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جلوہ نظر آتا۔ جن کے علم و عمل کے قطرہائے نایاب سے ہزاروں قلوب و اذہان منور و مجلی ہیں۔ اپنے فیضان یوسفی سے علم کی قندیلیں روشن کر کے پورنیہ کے صحراؤں کو اجاگر کیا۔ گمراہیت، وہابیت، نجدیت، کے ایوان میں آپ نے فیضان یوسفی کے ضیاء بار کرنوں سے ایسی کیل ٹھونک دی اور عشق اعلیٰ حضرت کی ایسی شمع فروزاں کی جس سے ساری گمراہیت کا خاتمہ کر دیا۔ آپ کی ولادت قاضی خاندان ہری پور ضلع پورنیہ میں ہوئی باوقار دیندار گھرانے میں علمی روحانی ماحول میں پرورش پائی۔ مرکز اہل سنن دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں سندِ فراغت حاصل کی۔ بعدہٗ اسی دار العلوم منظر اسلام میں عربی مدرس کی حیثیت سے رہے۔ پھر کچھ سال کے بعد وہاں سے بحر العلوم کٹیہار بہار تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں ۱۲ رسال تک خوابیدہ دلوں کو جگایا۔ غفلت شعار انسانوں کے قلوب و اذہان کو ایمان کی حرارت سے گرمایا۔ مشن قطب پورنیہ کو کامیاب بنایا۔ اور عوام و خاص کو علم و عمل کی لازوال دولت سے سرشار فرمایا۔ اہل کٹیہار نے شہزادۂ قطب پورنیہ کو بڑی عقیدت و محبت سے چاہا۔ اور آپ کی ذات بابرکات سے فیضیاب ہوتے رہے۔ وہاں سے دو سال پورنیہ میں آ کر رہے۔ کہ دار العلوم منظر اسلام کے احباب و ارکان کا اصرار ہونے لگا۔ ان کے پیہم اصرار پر دوبارہ منظر اسلام بریلی میں مفتی کی [illegible] جلوہ افروز [illegible] اور اپنی خداداد صلاحیت و لیاقت کو بروئے کار لا کر فتاویٰ نویسی کے کام کو اجاگر کیا۔ ملک بیرونِ ملک سے علم کے پیاسے آتے رہے سیراب ہوتے رہے۔ آپ نے مشکل سے مشکل سوالات کے جوابات کو منٹوں میں حل فرما کر خدمتِ دینِ متین کا فریضہ انجام دیا۔ حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ نے ملک و ملت کی خدمت، وعظ و نصیحت، تحریر و تقریر، فتاویٰ نویسی اور دیگر ذرائع سے کی ہے۔ حضرت بریلی شریف میں تقریباً ۷ رسال تک گوہرِ علم سے تشنگانِ علوم کو سیراب کرتے رہے۔ کچھ ناساعد حالات کی بنا پر وہاں سے دار العلوم دیوان شاہ بھیونڈی بحیثیت صدر المدرسین تشریف لے گئے۔ چھ سال تک صدر مدرس و مفتی کی ذمہ داری بھی بہت ہی پابندی و دانش مندی کے ساتھ پوری کرتے رہے۔ حضرت نے پوری زندگی اپنی ذات کو ہمیشہ درس و تدریس فتاویٰ نویسی اور مطالعہ کتب میں مشغول رکھا۔ ڈھائی سال شوگر کی بیماری میں مبتلا ہو کر گھر ہی پر زیرِ علاج رہے۔ حضرت علم و فن، فضل و کمال، زہد و تقویٰ اور اخلاق و کردار کے پیکرِ مجسم تھے۔ اسوۂ قطب پورنیہ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ مجھ جیسے ناچیز پر بھی حضرت کا نظر کرم رہا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ امید و یقینِ کامل ہے کہ آج بھی اپنے مزار پاک سے ہم غلاموں کو فیض پہنچا رہے ہیں کئی کئی دنوں تک حضرت کے ہمراہ (ساتھ) رہنے کا سابقہ پڑا دیکھا۔ آپ سے جو بھی ملتا وہ آپ کے اخلاق کریمانہ کا اچھا اثر لے کر اٹھتا۔ آپ کشادہ دلی، وخندہ پیشانی، شفقت و محبت، عنایت و نوازش، جذبۂ خیر خواہی، ہمدردی و خلوص کے ساتھ ایک مراد باوقار زندگی بسر کرتے۔ حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ دیکھنے میں نحیف و ناتواں، کمزور دبلے پتلے، سانولہ رنگ تھے۔ لیکن نگاہ میں بلندی، سخن میں دلنوازی، اور قلب میں حرارتِ ایمانی بھی رکھتے تھے۔ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی آپ کو خاص قربت حاصل تھی۔ آپ ہمیشہ علم دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلکِ اعلیٰ حضرت سے آراستہ ہونے کی خصوصی ہدایت فرماتے۔

الحمد للہ! آج جو پورے بہار کے علم کا دسواں حصہ علم۔ بائسی تحصیل پورنیہ ضلع میں دس ہزار سے زائد علمائے کرام کی شکل میں نظر آ رہے ہیں۔ یہ سب رب قدیر کا احسانِ عظیم اور آپ کے والدِ گرامی ولی کامل قایدِ اہل سنت پاسبانِ ملت قطب پورنیہ الشاہ مفتی محمد یوسف صاحب علیمی رشیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روحانی فیوض و برکات کا صدقہ و طفیل ہے۔ آج ہری پور میں جو دینی و مذہبی رونقیں اور بہار نظر آتی ہیں۔ یہ سب شہزادۂ قطب پورنیہ علیہ الرحمہ کے فکر و نظر، فہم و فراست، کدو کاوشوں کا ذرہ نوازی و عطیہ ہے۔ حضرت کا یہ احسان عظیم ہے [illegible] سے قاصر

ہے۔ حضرت کے تلمیذوں ومعتقدین ومحبین ومتوسلین سے پر زور اپیل ہے کہ اہل قلم حضرات حضرت کی حیات طیبہ پر قلم اٹھائیں اور آپ کے علمی کارنامے پر روشنی ڈالیں۔

قارئین کرام! حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی صرف ایک کرامت آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں جس کو پڑھ کر آپ خود بخود حضرت کی شخصیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ آپ کی یہ مشہور ومعروف کرامت ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ بریلی شریف کی واپسی میں ہری پور سے ایک کلومیٹر دوری کے فاصلے پر ایک چھوٹی ندی پار کر رہے تھے کہ وہیں پر فقیر ٹولی گاؤں کے بلال احمد نام کا ایک شخص موجود تھا اس نے آپ کو دیکھ کر آپ کی شان میں بے ادبی وگستاخی کے چند جملے کہہ دیئے غلط بول دیئے کہ حضرت کو فوراً جلال آ گیا۔ آپ نے موڑ کر جلالی نظروں سے اسے دیکھا اور فرمایا کہ اے بلال تو ایک عالم کی شان میں اس طرح گستاخی وبے ادبی کر رہا ہے۔ تو تمہیں شرم نہیں آتی خدا سے ڈرتا نہیں آخر تو ایک عالم کی شان میں گستاخی کرنے کے لئے زندہ کیوں ہے۔ مٹی کھا کھا کر کیوں نہیں مر جاتا۔ آپ کی زبان سے اتنی ہی بات نکلی تھی اتنا کہنا تھا کہ وہ شخص فوراً بھینس پر سے نیچے زمین پر گرا اور مٹی کھا کھا کر بچاؤ بچاؤ چلا چلا کر وہیں دم توڑ دیا۔

ولی اللہ بے شک مظہر شانِ الٰہی ہے
جو انکے منہ سے نکلے عین فرمان الٰہی ہے
در اولیاء تو ادب کی جگہ ہے
یہاں آیئے باادب باقرینہ

پیارے بزرگو! اللہ والوں کی یہ شان ہوا کرتی ہے کہ جو وہ زبان سے نکال دیں اسے اللہ تعالیٰ پورا کرتا ہے۔ اللہ رب العزت ہم سب کو ولیوں کی بے ادبی وگستاخی سے دور رکھے اور ہمیں ولیوں کی سیرتوں پر عمل کرنے اور ان سے سچی محبت والفت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

کہاں تک در بدر پھرتا رہے گا آپ کا جنید
بلا لو اپنے در پر اب خدا را شاہ یوسفی

آپ کا وصال بروز پیر المورخہ ۲۰ رشوال المکرم ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۵ دسمبر ۲۰۰۳ء کو ہوا آپ کا مدفن ہری پور ضلع پورنیہ میں ہے نماز جنازہ میں تین ہزار لوگ موجود تھے نماز جنازہ مولوی محمد ناظم صاحب رشیدی نے پڑھائی۔ اللہ عزوجل آپ کو غریق رحمت کرے کروٹ کروٹ پر نور ونکہت کے پھول برسائے آمین اور آپ کے جملہ متعلقین واحباب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

میرے دینی سنی جنتی اسلامی بھائیو! آپ کے اخلاق وفضائل اور سفر نامہ کی یہ چند سرخیاں [illegible]

وسعت وبصارت کہ حضور مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی سیرت طیبہ پر روشنی ڈال سکوں۔ یہ سب مفتی صاحب قبلہ کا فیضان اور نگاہ کرم کا ثمرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے فیوض وبرکات سے مالا مال کرے اور دارین کی نعمتیں عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

عرس حافظ ملت کی جلوہ باری

دار العلوم گلشن بغداد کے اساتذہ وطلبہ دنیائے سنیت کے عظیم محسن حضور حافظ ملت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے قرآن پاک کی تلاوت میں مصروف تھے اور پھر حسب اعلان دن کے دس بجے الجامعۃ القادریہ گلشن بغداد کے وسیع وعریض گراؤنڈ میں عشاقان حافظ ملت کی بھیڑ جمع ہونا شروع ہوئی اور دیکھتے دیکھتے کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو گئے مجلس کا آغاز باضابطہ طور پر حافظ محمد اکرام متعلم دار العلوم ھذا کی تلاوت سے ہوا اس کے بعد جامعہ کے نونہالان کی ترنم ریزی فضا کو معطر کرنے لگی اس کے بعد جامعہ ھذا کے شعبہ تحتانیہ کے مدرس حضرت مولانا حافظ محمد زین العابدین کو مائک پر بلایا گیا انہوں نے حافظ ملت کی حیات پر عمدہ روشنی ڈالی اس کے بعد منقبت خوانی کے لئے جامعہ ھذا کے شعبہ حفظ کے صدر حضرت حافظ وقاری محمد اختر رضا صاحب کو بلایا گیا۔ اس کے بعد دار العلوم اشرفیہ کے ابن قدیم وتلمیذ حافظ ملت حضرت مولانا ابراہیم صاحب صدر المدرسین جامعہ ھذا مائک پر تشریف لا کر حافظ ملت کی حیات کے ان گوشوں کو اجاگر فرمایا جن کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں اس کے بعد منقبت کے لئے جامعہ ھذا کے شعبہ قرأت کے صدر حضرت حافظ وقاری محمد محمود عالم صاحب وشاعر خوش نوا حضرت حافظ وقاری ظفر عقیل کلکتوی تشریف لائے اور سحر ترنم سے سامعین کو مسحور کر گئے۔ اس کے بعد خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے مہمان خصوصی قاضی شہر حضرت مولانا محمد یونس فیضی صاحب کو مدعو کیا گیا انہوں نے بھی خراج عقیدت پیش کیا اور فرمایا کہ حافظ ملت فرد واحد کا نام نہیں بلکہ فکر کا نام ہے۔ اخیر میں شیخ الجامعہ حضرت علامہ ومولانا مفتی ریاض احمد رضوی مصباحی کو تشنہ گانی دور کرنے کے لئے مائک پر مدعو کیا گیا انہوں نے تقریباً ۴۵ منٹ حافظ ملت کی حیات اور اشرفیہ پر روشنی ڈالی اور فکر عزیزی سے روشناش کرایا اور ساتھ ہی ساتھ آل انڈیا بزم عزیزی کی شاخ کے قیام کا منصوبہ رکھا، نظامت کے فرائض مولوی ناصر رضا نے دیئے اور مہمان خصوصی کی حیثیت سے عمائدین شہر میں جناب غلام معین الدین صاحب رضوی سکریٹری انجمن رضائے مصطفےٰ وجامع مسجد ہزاری باغ اور مجیب اللہ سکریٹری جامعہ ھذا شریک تھے پھر صلوٰۃ وسلام اور دعا پر مجلس کا اختتام ہوا۔

المعلن: حافظ محمد زین العابدین، الجامعۃ القادریہ، گلشن بغداد، ہزاری باغ

مخدوم الملک حضرت شرف الدین یحییٰ منیری کی تصنیفات پر ایک نظر

جناب نذر الاسلام نظمی، ریسرچ اسکالر شعبہ اسلامیات، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

مخدوم الملک حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ (۶۶۱ھ-۷۸۶ھ) تصوف سے علاقہ باطنی رکھنے کے باوجود ان اکابر صوفیائے کرام میں ہیں جن کا پایہ علوم ظاہری میں بہت بلند ہے۔ علوم دین اور ادب کی تعلیم آپ نے مولانا شرف الدین ابولوامہ جیسے جامع علم و عمل شخص سے حاصل کی۔ باطنی تعلیم کے لئے شیخ طریقت حضرت نجیب الدین فردوسی المتوفی ۶۹۱ھ، کی خدمت میں حاضری دی۔ اور ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ تاہم آپ کی تربیت خاص مشکوٰۃ نبوت سے ہوئی۔ اور یوں آپ اویسی ہوئے۔ یہ وہ سعادت ہے جو بزور بازو حاصل نہیں کی جاتی۔ البتہ اگر اللہ دینا چاہے اس کے علاوہ مخدوم الملک نے اپنے زور قلم سے جو گل افشانیاں کی ہیں وہ بھی مقدار و کیفیت کے اعتبار سے اتنی اور ایسی ہیں کہ معاصر یا زمانہ قریب میں اس میدان میں کوئی ان کا حریف و مقابل نظر نہیں آتا۔ آپ کے فیض قلم سے بہت سی تصنیفات منصۂ شہود پر آئیں۔ لیکن امتداد زمانہ اور اذواق صحیحہ کی کمی اور کسی حد تک غفلت کے نتیجے میں بیشتر ضائع ہوگئیں۔ کچھ زاویہ خمول میں ہیں اور چند ایک زیور طبع سے آراستہ ہو کر قبول خاص و عام ہیں۔ ذیل کے سطور میں حضرت مخدوم الملک کی مطبوعہ وغیرہ مطبوعہ تصانیف کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا جارہا ہے۔ آج سات سو سال گذر جانے پر بھی آپ کی تحریر ہی وہ آئینہ ہے جس میں آپ کی سیرت منعکس ہوتی ہے اور اگر افادی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو فی زمانہ مادیت کے غلبہ سے انسانیت کو نجات دینے کی بھی بے پناہ قوت و اثر حضرت مخدوم کی ان تحریرات میں موجود ہے۔ ان تحریرات میں مکتوبات، ملفوظات، رسالجات اور ایک شرح بنام شرح آداب المریدین خصوصیت کے ساتھ لائق ذکر ہیں۔

شرح آداب المریدین: آداب المریدین اصلاً شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی (۴۹۰ھ-۵۶۳ھ) کی لکھی ہوئی کتاب ہے جو طریقۂ سہروردیہ کے امام شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی (المتوفی ۶۳۲ھ) صاحب عوارف المعارف کے چچا ہیں۔ یہ کتاب عربی زبان میں تصنیف کی گئی تھی۔ حضرت مخدوم الملک نے ۷۶۶ھ میں اس کی شرح بہ زبان فارسی لکھی۔ اور اس کا نام ''مطالب الطالب'' رکھا لیکن شرح آداب المریدین کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اس کے ایک حصے کا ترجمہ سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی فردوسی نے اردو میں کیا ہے۔ جسے حال ہی میں مکتبہ شرف بہار شریف نے زیور طبع سے آراستہ کیا ہے۔ اس کتاب میں اہل تصوف کے عقائد، ان کے مسلک و مشرب اور حضرات صوفیائے کرام کے آداب و اخلاق کی وضاحت کی گئی ہے۔ سالکین تصوف کی ہدایت و تلقین کا بیش قیمت ذریعہ ہے۔

رسالہ ارشاد الطالبین: یہ ایک مختصر رسالہ ہے جو سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ مریدین و سالکین کے لئے چند مفید ہدایتیں مذکور ہیں۔ اس مختصر سے رسالہ میں بھی حضرت مخدوم نے جا بجا احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسک کیا ہے اور یہ آپ کی تحریر کا خاص انداز ہے کہ اپنے قول کی صداقت کے لئے آپ کتاب و سنت کے علاوہ ائمہ سلف اور اکابر صوفیاء کی تحریرات سے دلائل قائم کرتے ہیں اسی رسالے میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

''اے عزیز طالب را باید کہ از عملہائے مناہی بحد حق پرہیز کند کہ در ہیچ حالے اقوال و افعال واحوال تا مرضی حق از وصادر شود و بعلمہائے اوامر حق بجہد مشغول باشد و ہمیشہ در صوم وصلوٰۃ و ورد و مشغول باشد تا معراج عارفاں حاصل کند کما قال النبی علیہ السلام الصلوٰۃ معراج المومنین''۔

ترجمہ: اے عزیز طالب کو چاہئے کہ ممنوعہ کاموں میں اس کے حق کی حد تک پرہیز کرے کسی حال میں اقوال و افعال واحوال میں حق کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ حق کے حکموں کی تعمیل میں کوششوں کے ساتھ مشغول ہوں۔ اور برابر نماز، روزہ و تلاوت میں مشغول ہوں تا کہ عارفوں کی معراج حاصل ہو۔ جیسا فرمایا نبی علیہ السلام نے، نماز مسلمانوں کی معراج ہے۔

رسالہ در زبان فارسی مطبوعہ ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد علی ارشد نے کیا ہے۔ مکتبہ اشرف کے ذریعہ اس کی طباعت بھی ہو چکی ہے۔

رسالہ ارشاد السالکین: اس رسالے میں عقیدۂ توحید کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ ہر چند کہ یہ ایک مختصر رسالہ ہے تاہم نظریۂ وحدت الوجود جیسے اہم مسئلے کو معقول دلائل سے ثابت کیا گیا ہے چنانچہ [illegible] ہے۔

''الحمد للہ رب العلمین کہ موجود نیست مگر وے و درود بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ مقصود نیست مگر وے در عالم ہیچ کیے ازیں عالم ظاہر و پیدا نبود کہ کان اللہ ولم یکن معہ شئ خواست کہ خود را ظاہر کند و پیدا گرداند و صفتہائے کہ در ذات وے است ہویدا سازد و نور خود را بدیں تمثلات کہ عالم ظاہر است پیدا گرداند و ذات خود را کسوت خلقی پوشانیدہ''۔

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو دونوں جہاں کا رب ہے کہ اس کے سوا کوئی موجود نہیں اور درود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ ان کے سوا کوئی مقصود نہیں۔ دنیا میں کوئی چیز بھی اس دنیا کی چیزوں میں سے ظاہر اور پیدا نہیں تھی۔ صرف اللہ ہی تھا اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی۔ جب اللہ نے چاہا کہ آپ اپنے کو ظاہر کرے اور جو صفتیں اس کی ذات میں پوشیدہ ہیں اس کو آشکارا کر دے تو اپنے نور کو دنیا کی ان ظاہری تمثلات کے ذریعہ سے آشکارا کر دیا، اور اپنی ذات کو لباس تخلیق پہنایا۔

یہ رسالہ ''معدن المعانی'' کے ساتھ منسلک ہو کر طبع ہو چکا ہے۔ اردو ترجمہ اس کا ڈاکٹر محمد علی ارشاد نے کیا ہے اور مکتبہ شرف نے شائع کیا ہے۔

رسالہ مکیہ: اس رسالے میں اذکار کے طریقے اور اقسام بتائے گئے ہیں۔ مراقبے کی کیفیات کا بیان بھی ملتا ہے اور اس سے متعلق ہدایتیں بھی دی گئی ہیں۔ پانچ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ غیر مطبوعہ ہے۔ اس رسالے کی زبان بھی فارسی ہے۔

رسالہ فوائد المریدین: یہ بھی غیر مطبوعہ رسالہ ہے جو بائیس اذکار پر مشتمل ہے۔ اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے علاوہ موت، روح کا جسم سے نکلنا، نکیرین کے سوالات، جنت و جہنم اور قیامت جیسے عناوین زیر بحث آئے ہیں اور ان پر بہ نظر غائر روشنی ڈالی گئی ہے اس کا اردو ترجمہ حکیم سید شاہ نسیم الدین احمد شرفی فردوسی نے کیا ہے اور مکتبہ شرف نے شائع کیا ہے۔

رسالہ اشلوات یا اشلوات شرفی: حضرت مخدوم الملک کا ایک اور اہم رسالہ ہے جو موضوعات کے لحاظ سے اپنے اندر بہت تنوع رکھتا ہے۔ یہ رسالہ انتالیس اشارات پر مبنی ہے جو حضرت مخدوم نے اپنے مریدین کے نام لکھے ہیں۔ یہاں کا انداز فلسفیانہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس رسالے میں نہایت وقیع عارفانہ مسائل زیر بحث آتے ہیں۔ مثلاً ایک اشارہ اس طرح ہے۔

''شیخ فتح محمد را واضح باد اول صوت است یا حرف''۔

بڑی تقطیع کے اکیس صفحات پر مشتمل یہ رسالہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔

رسالہ اجوبہ اسولہ خوردہ: یہ رسالہ موسوم بہ، اجوبہ کوی، مکتوب دو صدی سے منسلک ہو کر مکتبہ شرف بہار سے طبع ہو چکا ہے، جس پر سنہ طباعت ۱۲۰۳ھ درج ہے۔ اس میں حضرت مخدوم الملک نے اپنے مریدین کے تین سوالات کے جوابات نہایت شرح وبسط سے دیے ہیں۔ رسالے کے ابتدائی سطور ہی میں سوالات کی وضاحت حضرت مخدوم نے خود کر دی ہے۔ جو اس طرح ہیں۔

''اول آنکہ مرید بدستگیری پیر در مقام معرفت بہ رسد۔ خارج ذات خود چیزے بیند و یا در ذات خود۔ دوم آنکہ لفظ تمثیل در بعضے نسخہ سلوک نوشتہ اند چی معنی است۔ سوم اینکہ عاشق را معشوق چوں اتصال پا بدبغیر ورت نساء''۔

رسالہ اجوبہ اسولہ کلاں: اس میں حضرت مخدوم نے اپنے بعض دوستوں، عزیزوں اور مریدوں کے ان سوالات کے جوابات دیئے ہیں جو ان حضرات نے وقتاً فوقتاً آپ سے کئے تھے۔ چونسٹھ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ تا حال غیر مطبوعہ ہے۔

رسالہ فوائد رکنی: یہ رسالہ حضرت مخدوم الملک نے حاجی رکن الدین کے عرض والتماس پر لکھا تھا۔ حاجی صاحب نے آپ سے گذارش کی تھی کہ چند فوائد مکتوبات سے لکھ دیئے جائیں۔ ۷۶۹ھ کی یہ تصنیف گیارہ فوائد پر مشتمل ہے۔ اور ہر خاص وعام، زاہد ورند کے لئے یکساں مفید ہے۔ بالخصوص ایسے بدقسمت افراد امت کے لئے جو کثرت گناہ کی وجہ سے رحمت خداوندی سے مایوس ہو چکے ہیں آپ کا یہ اقتباس مژدہ مسرت ہے جو انہیں توبہ کی ترغیب دلاتا ہے۔ لکھتے ہیں۔

''بداں اے برادر پاک بودن از گناہ از اول آفرینش تا آخر کار فرشتگان است و پلید بودن از گناہاز اول آفرینش تا آخر کار شیاطین است، گناہ کردن وتوبہ کردن کار آدم وفرزندان اوست، اے برادر بندہ بمجرد گناہ کردن ماخوذ نیست ماخوذ بشرک توبہ است، نہ بینی اگر بندہ گناہے کرد وتوبہ کرد اجماع است کہ ماخوذ نیست''۔

جیسا کہ حاجی رکن الدین کی عرض داشت سے مترشح ہوتا ہے۔ اس رسالے کا بیشتر حصہ آپ نے اپنے مکتوبات سے لیا ہے۔

رسالہ عقائد شرفی: یہ رسالہ ایمان وعقائد کے بیان میں ہے اور ۱۹ فصول اور ۲۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اہل تصوف کے عقائد کو خصوصیت کے ساتھ زیر بحث لایا گیا ہے اور دلیلیں بکثرت کتاب وسنت سے پیش کی گئی ہیں۔ خدائے عزوجل کی شناخت،

اثبات صفات باری تعالیٰ سے ایمان کی شرائط، اس کی تفاصیل نیز ارکان اور اسی نوعیت کے دیگر مباحث کے ساتھ ہی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی کے ان سے متعلق نقطۂ نظر کی وضاحت بھی موجود ہے۔

ان رسالوں کے علاوہ حضرت مخدوم الملک نے افکار واوراد سے متعلق بھی رسالے تصنیف کئے ہیں۔ یہ ان اوراد وظائف سے سوا ہیں جو آپ کے مکتوبات وملفوظات میں ملتے ہیں۔ اوراد کے تعلق سے مشہور واہم رسالے اورادکلاں، اوراداوسط اوراد خورد کے علاوہ ایک اور رسالہ بنام افکار واشغال آپ کی تصنیفات میں سے ہیں۔ اس میں نماز فرض کے علاوہ نوافل، ان کے اوقات وآداب، فوائد وفضائل، سورہ وآیات متفرقہ، معراج، رجب کا آخری جمعہ، شب برات کی نماز اور دعاء رمضان شریف کی ستائیسویں رات کی نماز اور دعائیں، ماہ صفر کے پہلے دن کی نماز اور دعاء کے علاوہ ان نمازوں اور دعاؤں کا ذکر بھی ملتا ہے جو ایام خیر وبرکت میں پڑھی جاتی ہیں۔

بحر المعانی (الملفوظات) اس میں بتیس مجالس کے ملفوظات قلم بند کئے گئے ہیں اور ۱۹۱ صفحات پر مشتمل ہے یہ مجلسیں اوائل شعبان ۷۵۷ھ تا ماہ صفر ۷۵۸ھ منعقد ہوئی تھیں۔ جو روز وماہ کی قید کے ساتھ مندرج ہیں۔ اس میں بہت سے اہم مسائل تصوف کو معقول ومنقول دلائل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ گفتگو کے دوران حضرت مخدوم نے مختلف مستند کتابوں کے حوالے بھی دیئے اس کو مولانا زین بدر عربی نے مرتب کیا ہے۔

ملفوظات کے دوسرے مجموعے مثلاً "فوائد العینی" "تحفۂ غیبی" اور "کنز المعنی" وغیرہ کے سلسلے میں ڈاکٹر طیب ابدالی کی تحقیق جو بہت صحیح ہے وہ یہ ہے کہ۔

"تحفۂ غیبی اور فوائد غیبی ملفوظ مخدوم جہاں میں بھی بحر المعانی کی عبارت ہے اور بالکل ایک ہی عبارت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غلط فہمی کی بنا پر بحر المعنی ہی کو تحفۂ غیبی اور فوائد غیبی بعض ناتحقق کاتبوں نے لکھا ہے۔ (الشرف الہ آباد، ۱۹۸۰ء ص ۱۲۶)

بحر المعانی اور کنز المعانی کا تقابلی مطالعہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ابدالی لکھتے ہیں۔

"اس میں کنز المعانی سے مماثلت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف نام کا فرق ہے"۔ (الشرف، ص ۱۲۶)

معدن المعانی (ملفوظات) یہ مجموعہ ۶۳ ابواب پر مشتمل ہے جسے مخدوم الملک کے مرید حضرت مولانا زین بدر عربی نے مرتب کیا ہے۔ ہر باب کے موضوعات الگ الگ ہیں۔ مسائل تصوف کا بیان ہے۔ تفسیر، حدیث اور فقہی مسائل بھی زیر بحث ہیں۔ جو مخدوم الملک کے تبحر علمی کے گواہ ہیں۔ مثال کے طور پر ایک مجلس میں طہارت کا ذکر آگیا۔ آپ نے مختلف پیرائے میں اس کی فضیلت بیان کی اور آخر میں اس مالک کی ایک روایت بیان کی جو حسب ذیل ہے۔

"درآں وقت کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم در مدینہ رسید ہیں ہشت سالہ بودم پس مراگفت اے فرزند من اگر تواں ہمیشہ بروضو باشی۔ فانہ مَنْ اَتَاهُ الْمَوْتُ وَهُوَ عَلَى الْوُضُوءِ اُعْطِيَ الشَّهَادَةَ" بے شک جس کی موت حالت وضو میں ہوئی اسے درجۂ شہادت عطا ہوا"۔

ملفوظ کا یہ مجموعہ مطبوعہ ہے اس کا اردو ترجمہ حضرت سید شاہ قیم الدین احمد شرفی فردوسی نے کیا ہے اور مکتبۂ شرف نے شائع کیا ہے۔ سید ضمیر الدین نے اس مجموعے سے متعلق لکھا ہے کہ۔

"اس میں ۱۵ ر شعبان ۷۴۶ھ کے قبل تک کے ملفوظ ہیں"۔
(سیرۃ الشرف، دہلی ۱۹۹۴ء ص ۳۳۲)

یہاں غالباً سہو کتابت کی وجہ سے تاریخی غلطی راہ پا گئی ہے۔ میرے خیال میں ۷۴۶ھ کی جگہ ۷۴۹ھ ہونا چاہئے۔ جیسا کہ ملفوظ کے ایک دوسرے مجموعے "خوان پر نعمت" کے ابتداء ہی میں جامع ملفوظ حضرت زین بدر عربی کا یہ بیان موجود ہے۔

"بعد از اتمام جلد اول ہم از ملفوظ مخدوم کہ نامش معدن المعانی شدہ است از پانزدہم ماہ شعبان ۷۴۹ھ تا آخر ماہ شوال ۷۵۱ھ در سمع قاصر وفہم ناقص ایں بے چارہ رسید باعانت وعنایات توفیق الٰہی چہ عین عبارت وچہ معنی آں در طے کتاب آوردہ شد"۔

اس اقتباس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ "خوان پر نعمت" معدن المعانی" ہی کی دوسری جلد ہے۔

خوان پر نعمت (ملفوظ) ۴۷ مجالس پر مشتمل یہ تصنیف ۱۵ ر شعبان ۷۴۹ھ سے آخر ماہ شوال تک کا احاطہ کرتی ہے۔ تصوف کے نکات بیان کرنے کے علاوہ اس میں فقہی وشرعی امور ومسائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے مرتب بھی حضرت زین بدر عربی ہی ہیں اس کا اردو ترجمہ ڈاکٹر محمد علی ارشد اور انگریزی ترجمہ فادر جیکسن نے کیا ہے اور یہ دونوں ترجمے بھی زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔

راحت القلوب (ملفوظ) حضرت مخدوم جہاں کے یہ ملفوظات دس مجلسوں اور بیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اور مطبوعہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی وفات نامہ حضرت مخدوم جہاں مصنفہ زین بدر عربی اور وصیت نامہ ہے جو بوقت بیعت حضرت مخدوم الملک کو پیر ومرشد کی

طرف سے ملا تھا۔ راحت القلوب میں بھی متفرقہ مسائل تصوف وشریعت زیر بحث ہیں۔ متعدد آیات قرآنی کی تفسیر بھی کی گئی ہے۔ نیز معتزلہ، اشعریہ وکرامیہ وغیرہ عنوانات قائم کر کے ان پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مخ المعانی (ملفوظ) سید ضمیر الدین احمد نے اس مجموعے کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے جامع سید شہاب الدین عماد حالفی ہیں (سیرۃ الشرف ۳۳۳) لیکن شاہ محمد نعیم فردوسی القادری لکھتے ہیں۔

''میرے پاس مطبع مفید عام پریس آگرہ ۱۳۲۱ھ کا جو نسخہ ہے اس کے ناشر حضرت سید شاہ وصی احمد فردوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مجموعے کا جامع بھی زین بدر عربی ہی کو لکھا ہے''۔ (مکتوبات صدی (اردو) ص ۲۴، مقدمہ)

اور نعیم فردوسی صاحب کی تحقیق ہی صحیح ہے کیونکہ اس مجموعے میں خود اس بات کی وضاحت بایں الفاظ موجود ہے۔

''کدام مخ المعانی کہ جامع وے زین العارفین بہ اسمائے یقیں عارف کامل حضرت مخدوم زین بدر عربی کہ مرید برگزیدہ وخادم خاص مخدوم جہاں است قدس اللہ سرہ العزیز''۔ (مخ المعانی، مطبع احمد پٹنہ ۱۳۲۱ھ، ص۲)

یہ کتاب ۵۳ مجالس کے ملفوظات پر مشتمل ہے۔ تفسیر زاہد، تفسیر کرمانی بستاں، ترغیب الصلوۃ ہدایہ، مشارق، تمہیدات ابی شکور، مصابیح، تذکرۃ الاولیاء، عوارف المعارف کے علاوہ ملفوظات شیخ معین الدین چشتی وقطب الدین بختیار کاکی کے حوالے جابجا ملتے ہیں۔ یہیں سے حضرت مخدوم الملک کے کثیر المطالع ہونے کا ثبوت بھی فراہم ہوجاتا ہے۔

گنج لا یفنی (ملفوظ) حضرت مخدوم الملک کے ملفوظ کا یہ گراں قدر مجموعہ بڑی تقطیع کے نوے صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ۱۷ محرم الحرام ۷۶۰ھ سے ۱۲ ذی الحجہ ۷۶۰ھ تک کے ملفوظات شامل کئے گئے ہیں۔ ہر مجلس کے ملفوظات تاریخ وار نقل کئے گئے ہیں۔ علامت شب قدر اور اس کو مخفی رکھنے کی حکمت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سکرات کا ذکر بھی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ احادیث پر شرح وبسط کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ اور اخبرنا اور حدثنا کے فرق کو وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی دیگر موضوعات کو مرکز سخن بنایا گیا ہے۔ جس سے اس مجموعے کی افادیت بڑھ گئی ہے۔ یہ غیر مطبوعہ ہے اور ایک نسخہ قلمی کتب خانہ بلخیہ (فتوحہ) میں موجود ہے۔

معز المعانی یا مغز المعانی: ملفوظ کا یہ مجموعہ بھی غیر مطبوعہ ہے۔ اور ۳۲ مجالس پر مشتمل ہے۔ اس کے مرتب شیخ شہاب الدین عماد ہیں۔ اس مجموعے میں اسماء و وجود باری تعالیٰ، معراج، مراتب آدمی، پیری مریدی، خرقہ، مقراض، شیخ واہلیت شیخی، طلب پیر، توبہ، زہد، تقویٰ، مراقبہ، تفکر، طہارت، ظاہر وباطن، عشق، صحبت، سماع جیسے علمی مضامین کے علاوہ شجرہ پیران علیہ السلام بھی مذکور ہے۔

مونس المریدین (ملفوظ) روز یکشنبہ ۲۱ رشعبان المعظم سے روز جمعہ محرم الحرام ۷۷۵ھ تک کے ملفوظات حضرت مخدوم الملک کو صلاح مخلص داؤد خانی نے جمع کیا ہے جو بڑی تقطیع کے ۴۶ صفحات پر مشتمل اور غیر مطبوعہ ہے۔ خواب اور اس کے اقسام، سجادگی اور سجادہ کے معنی وتعریف، لیلۃ الرغائب، قیامت اور حشر کا فرق، شب برات کی فضیلت، خانہ کعبہ کی فضیلت، نفس امارہ کی برائی اور دوزخ کی صفت وغیرہ جیسے موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے اس کا اردو ترجمہ چشم الدین احمد شرفی فردوسی نے کیا ہے اور مکتبہ شرف نے شائع کیا ہے۔

مذکورہ بالا مجموعہ ملفوظات کے علاوہ آپ کے دیگر ملفوظات کے مجموعے بھی ہیں۔ مثلاً ملفوظ الصفر، مراۃ المحققین، اسباب النجاۃ الفرضۃ العصاۃ وغیرہ۔

اکابر صوفیا نے خطوط کے ذریعے بھی مریدین کی تربیت وہدایت کی ہے۔ ایسے مریدین جو اپنی عدیم الفرصتی کی بنیاد پر حدیث شیخ میں حاضر نہ ہوسکتے تھے۔ ان کی اصلاح کا یہ سب سے مؤثر ذریعہ تھا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ اس برصغیر میں مکتوبات مخدوم الملک حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ اور مکتوبات شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو جو قبول عام حاصل ہوا۔ وہ کسی اور مجموعہ مکاتیب کو حاصل نہ ہوسکا۔ حضرت مخدوم الملک نے بھی اپنے ان مریدوں وعزیزوں کو جو کسی سبب سے آستانہ عالیہ پر حاضری نہ دے سکتے تھے۔ بکثرت مکتوبات لکھے جن میں مکتوبات صدی، مکتوبات دو صدی ومکتوبات بست وہشت وغیرہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

مکتوبات صدی: خطوں کا یہ مجموعہ سو مکاتیب پر مشتمل ہے۔ جسے آپ کے ہر دلعزیز مرید اور خادم خاص حضرت زین بدر عربی نے جمع کیا ہے۔ اس میں شامل مکتوبات کے تنہا مخاطب قاضی شمس الدین حاکم چوسہ ہیں۔ جو اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے اور دوسری مشغولیتوں کی بنا پر حاضر خدمت نہ ہوسکتے تھے۔ انہوں نے حضرت مخدوم الملک کی خدمت میں بصد نیاز عرض کیا تھا کہ بذریعہ خطوط ان کی رہنمائی فرمائی جائے۔ گذارش قبول ہوئی اور مخدوم الملک نے ان کی

تربیت کے لئے یہ مکتوبات لکھے جو ۷۴۷ھ اور اس کے بعد کے زمانے کے ہیں۔ اس کے ہر ورق پر شریعت وطریقت، تصوف ومعرفت کے موتی بکھرے ہوئے ہیں اور بقول شاعر

زفرق تابقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

خطوں کے اس مجموعے میں جن موضوعات کو مقام مرکزیت حاصل ہے ان میں تصوف کے تمام اہم مسائل بالخصوص مقامات ومراتب سالک، معمولات واحوال مرید، توبہ، ارادت، توحید ومعرفت، عشق ومحبت، دنیا کی مذمت، نفس، صدق، تقویٰ کے بیانات شامل ہیں۔ ان کے علاوہ تحریر کی سادگی اور اثر انگریزی کا یہ حال ہے کہ ہر پڑھنے والا طبیعت کے انقلاب کو محسوس کرسکتا ہے۔ یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ مکتوبات صدی علم وعرفان کا ایک ایسا گنج ہائے گرانمایہ ہے، جس سے تبلیغ دین، رشد وہدایت اور اصلاح امت کا گرانقدر کارنامہ آج بھی انجام پاسکتا ہے۔ کیونکہ بقول سید ابوالحسن علی ندوی۔

''صدیاں گذر جانے کے بعد بھی ان میں ایسی تاثیر وزندگی موجود ہے کہ معلوم ہوتا ہے لکھنے والے نے ابھی لکھا ہے اور ان کے الفاظ تیر ونشتر کی طرح دل کے پار ہوجاتے ہیں''۔ (تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم، لکھنؤ، ۱۴۱۶ھ ص ۲۰۴)

مکتوبات دو صدی: حضرت شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوب الیہم اس مجموعے میں شیخ عمر، قاضی شمس الدین وقاضی زاہد، مولانا صدر الدین، ملک خضر، خواجہ خاص پوری، شیخ اسحٰق مغزی، ملک مفرح، مولانا مظفر، خواجہ سلیمان وسلطان فیروز شاہ وغیرہم ہیں۔

اس کے مرتبین حضرت زین بدر عربی اور اشرف بن رکن ہیں۔ مجموعے میں شامل مکاتیب ماہ جمادی الاول سے اول ماہ رمضان ۷۶۹ھ تک کے درمیانی مدت میں لکھے گئے ہیں۔ اس میں تصوف کے اہم مسائل محققانہ انداز میں بحث کی گئی ہے۔ اور مکتوب الیہم کے فہم وفراست کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ طرز بیان اتنا صاف وسادہ ہے کہ گویا حق ترسیل ادا ہوگیا ہے۔ مکتوبات میں آپ کی خوبی نثر کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مناظر احسن گیلانی رقم طراز ہیں۔

''نثر نگاری میں سعدی شیرازی کے بعد کسی کا نام ہندی نہیں بلکہ ایران میں بھی اگر لیا جاسکتا ہے تو شاید وہ بہار کے مخدوم الملک ہی ہوسکتے ہیں۔ مکتوبات کی شکل میں جو ارقام فرمایا ہے، فارسی زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی''۔

(مکتوبات صدی اردو، مقدمہ از شاہ محمد نعیم فردوسی القادری ص ۲۸۔ بحوالہ سبیل الرشاد جلد اول)

مکتوبات بست وهشت: حضرت مخدوم الملک نے اپنے سب سے عزیز مرید وخلیفہ حضرت مولانا مظفر بلخی کے نام تقریباً دو سو سے زائد خطوط لکھے تھے۔ جن میں بہت سے ایسے مضمون ونکات بیان کئے گئے تھے جن کا خود حضرت مخدوم الملک کی نگاہ میں عوام کے درمیان لانا مناسب نہ تھا۔ یہ خالصتاً حضرت مظفر بلخی کے معاملات ومشکلات کے حل کے لئے لکھے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت مخدوم الملک ان خطوط سے متعلق مولانا مظفر کو تاکیداً لکھے تھے کہ۔

''باید کہ کسے رانہ نماید کہ موجب افشاء سر ربوبیت گردد''۔

یہی وجہ ہے کہ حسب ایمائے شیخ مظفر بلخی نے تا حیات ان خطوط کو مشتہر نہ کیا اور وصیت کی کہ یہ خطوط پس از مرگ ان کے ساتھ ہی دفن کردیئے جائیں۔ لیکن عین مشیت ایزدی کے مطابق چند خطوط دفن نہ کئے جاسکے۔ جن کی مجموعی تعداد اٹھائیس تھی۔ بعد میں یہی خطوط کتابی صورت میں شائع ہوئے اور مکتوبات بست وہشت کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان میں حضرت بلخی کے ذاتی احوال وکیفیات جو راہ سلوک میں ان پر طاری ہوئیں۔ اور درجہ بدرجہ ترقی کی بنا پر مخدوم الملک کا اظہار اطمینان اور مزید ترقی درجات کے لئے ہدایات بھی موجود ہیں۔ مخدوم الملک ایک جگہ اسی مجموعے میں لکھتے ہیں۔

''ایں بار مکتوب آں برادر طوری دیگر بود وذوقی دیگر حاشت، علامت فتح یاب می نماید، مبارک باد چوں را کار فضل است نہ باستحقاق ایں چہ عجب است''۔

میدان عمل میں آپ کا کیا مرتبہ ہے۔ اس سے تذکرے کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ تصوف میں آپ کا پایہ کتنا بلند ہے۔ اس کے لئے آپ کے مجاہدات وریاضت کی طویل داستان ہی کافی ہے۔ اس کے بعد مزید کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ شیوخ کبار اور علمائے وقار کی رائیں اس پر مستزاد ہیں۔ آپ کی تصنیفات کے مذکورہ بالا اجمالی تعارف سے آپ کی علمی فضیلت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اس بنا پر سید ضمیر الدین احمد نے لکھا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے کہ۔

''دنیا میں معدودے چند ہی مثالیں جامعیت علوم ظاہری وباطنی کی مل سکتی ہیں اور اس کو میں نہایت فخر کے ساتھ کہتا ہوں کہ مخدوم ان ہی معدودے چند میں ہیں''۔ (سیرۃ الشرف ص ۳۵)

☆☆☆

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی سید محمد حسین خوبی نقشبندی، مجددی مہوبہ ضلع ہمیر پور

اَلْاَنْبِیَاءُ یُصَلُّوْنَ فِی قُبُوْرِھِمْ، شنیدہ باشند وحضرت پیغمبر ما علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج چوں بر قبر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام گزشتند دیدند کہ در قبر نماز می گذاردو ہماں لحظہ چوں بآسمان رسیدند حضرت کلیم را آنجا یافتند معاملہ ایں موطن عجائب وغرائب دارد۔ دریں ایام چوں بتقریب فرزندی اعظمی مرحومی نظر برآں موطن بسیار کردہ میشود۔ واسرار غریبہ ظہوری آید کہ اگر شمہ ازاں در گفت آیت باعث فتنہا گردد۔ ہر چند سقف جنت عرش مجید است اما قبر نیز روضہ ایست از ریاض جنت ہر چند عقل کوتاہ اندیش در تصور آں عاجز باشد چشم دیگر است کہ تماشائے ایں عجوبہا می نماید۔ مجرد ایمان اگر چہ بعد الملتیا والتی۔ منجی است اما رفع کلمہ طیبہ مربوط بہ عمل صالح است وگریختن از موت گناہ کبیرہ است در رنگ فرار یوم زحف وکسیکہ در زمیں وبا با صبر بماند وہم بمیر واز شہدا است واز فتنہ قبر مامون است وآنکہ صبر نماید ونمیر واز غازیان است

اِنْ قَالَ لِیْ مُتْ مُتُّ سمعا وطَاعَۃ
وَقُلْتُ لِدَاعِی الْمَوْتِ اَھْلًا ومرحباً

(از دفتر دوم حصہ ششم ص ۴۳، مکتوب ۱۶)

ترجمہ: آپ نے سنا ہوگا کہ انبیاء اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہیں اور ہمارے پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام معراج کی رات جب موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر گذرے تو دیکھا کہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور جب اس وقت آسمان پر پہنچے تو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کو وہاں پایا۔ اس مقام کے معاملات نہایت عجیب وغریب ہیں۔ آج کل چونکہ فرزند اعظم مرحوم کی تقریب پر اس مقام کی طرف بہت نظر کی جاتی ہے۔ اس لئے نہایت عجیب وغریب اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر ان کا تھوڑا سا حال بھی بیان کیا جائے تو بڑے بڑے فتنے پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ اگر چہ جنت کی چھت عرش مجید ہے۔ لیکن قبر بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔ عقل کوتاہ اندیش ان باتوں کے تصور سے عاجز ہے وہ اور ہی آنکھ ہے جو اس قسم کی عجوبہ باتوں کو دیکھتی ہے۔ مجرد ایمان اگر چہ چناں وچنیں سے نجات دینے والا ہے۔ مگر کلمہ طیبہ کا بلند ہونا بھی عمل صالح پر موقوف ہے اور وبائی موت سے بھاگنا یوم زحف یعنی کفار کے مقابلہ سے بھاگنے کی طرح گناہ کبیرہ ہے۔ جو کوئی وبا والی زمین (علاقہ) میں صبر کے ساتھ قیام کرے اور پھر مرجائے شہداء میں سے ہے۔

گر وہ کہے کہ مرجا مرجاؤں میں خوشی سے
پیک اجل کو کہدوں آجا میں تیرے صدقے

فقراء کی خدمت: مکتوب شریف کہ از روئے التفات ارسال داشتہ بودند رسید محبت فقراء وتوجہ بایں طائفہ از اجل نعم خداوندانیت جل سلطانہ از حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ استقامت برآں مسئول ومرجواست۔ نیازیکہ بدرویشاں فرستادہ بودند نیز وصول یافتہ فاتحہ سلا[illegible] (دفتر اول حصہ دوم مکتوب [illegible])

ترجمہ: مکتوب جو توجہ کی بنا پر ارسال کیا تھا پہنچا۔ فقراء کی محبت اور اس گروہ سے توجہ رکھنا خدائے تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس پر استقامت عطا فرمائے۔ وہ نیاز جو درویشوں کیلئے بھیجی تھی وہ بھی وصول ہوئی جس کیلئے حمد وثنا کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا طریق

درویشانے کہ قدم راسخ در شریعت دارند۔ واز عالم حقیقت نیک شناسا انداز ایشاں ہمتے باید طلب نمود ومددے باید جست تا عنایت حق سبحانہٗ از دریچۂ ایشاں ظاہر شدہ تمام بجانب قدس خداتعالیٰ جذب نماید ومخالفت را در روے گنجائش نماند تا بر موئے راہ مخالفت شریعت کشادہ است محل خطر است۔ تمام سبل مخالفت را باید مسدود ساخت۔

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ

صلوٰۃ اللہ وسلامہٗ علیہ وعلیٰ آلہ۔

(دفتر اول حصہ دوئم مکتوب ۷۸، صفحہ ۶۹)

ترجمہ: وہ درویش جو شریعت حقہ میں قدم راسخ رکھتے ہیں اور عالم حقیقت سے بخوبی واقف ہیں ان سے اعانت طلب کرنی چاہئے۔ اور تا کہ حق تعالیٰ کی عنایت ان کے طفیل اپنی طرف کھینچ لے اور کسی مخالفت کا راستہ بال بھر بھی کھلا رہے تو خطرہ کا مقام ہے۔ مخالفت کے تمام راستوں کو بند کرنا چاہئے۔

اطاعت ہو نہ جب تک مصطفےٰ کی
کبھی حاصل نہ ہو دولت صفا کی

حضور ﷺ اللہ کے نور سے پیدا ہونے

باید دانست کہ خلق محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) در رنگ خلق سائر افراد انسانی نیست بلکہ بخلق ہیچ فردے از افراد عالم مناسب باوندارد کہ او صلی اللہ علیہ وسلم باوجود نشأ عنصری از نور حق جل وعلا مخلوق گشتہ است۔ کما قال علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والسلام خلقت من نور اللّٰہ۔ ودیگراں را ایں دولت میسر نشدہ است۔ (دفتر سوم حصہ نہم ص ۵۷ مکتوب نمبر ۱۰۰)

ترجمہ: جاننا چاہئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیدائش دیگر افراد کی طرح نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم باوجود عنصری پیدائش کے حق تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے جیسے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلقت من نور اللّٰہ (میری تخلیق اللہ کے نور سے ہوئی) کسی دوسرے شخص کو یہ سعادت میسر نہیں ہوئی۔

آپ معراج بدنی سے مشرف ہونے

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از طلب رویۃ زخم لن ترانی خوردہ، وبیہوش افتاد وازاں طلب تائب گشت ومحمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین است وبہترین موجودات اولین وآخرین [illegible] کہ بدولت معراج بدنی مشرف شد از عرش وکرسی درگذشت واز مکان وزمان بالا رفت۔ (دفتر اول

حصہ پنجم ص ۱۴، مکتوب ۲۷۴)

ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام طلب دیدار کے بعد لن ترانی کا زخم کھا کر (جواب پاکر) بے ہوش ہو گئے۔ اور اس طلب سے تائب ہوئے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو رب العالمین کے محبوب اور تمام موجودات اولین وآخرین میں بہترین ہیں باوجود اس کے کہ جسمانی معراج کی نعمت سے مشرف ہوئے بلکہ عرش وکرسی سے گذر کر حدود زمان ومکان سے بھی آگے تشریف لے گئے۔

حضور کو بشر کہنے والے مجدد کی نظر میں

مجوبان کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بشر گفتند ودر رنگ سائر بشر تصور نمودند ناچار منکر آمدند وصاحب دولتاں کہ او را علیہ الصلوٰۃ والسلام بعنوان رسالت ورحمت عالمیاں دانستند واز سائر ناس ممتاز دیدند بدولت ایماں مشرف گشتند واز اہل نجات آمدند۔ (دفتر سوم حصہ ہشتم ص ۱۳۵، مکتوب ۶۴)

ترجمہ: جن عقل کے اندھوں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہا اور دوسرے انسانوں کی طرح تصور کیا بالآخر منکر ہو گئے۔ اور جن سعادت مندوں نے ان کو رسالت اور رحمت عالمیاں کے طور پر دیکھا اور تمام لوگوں سے ممتاز اور سرفراز سمجھا وہ ایمان کی سعادت سے مشرف ہو گئے اور نجات پانے والوں میں شامل ہوئے۔

حضرت ابو بکر صدیق کا ایمان

ازیں تحقیق کہ ایں فقیر باظہار آں موفق شدہ است اعتراضات مخالفاں کہ بر عدم زیادتی ونقصان ایمان نمودہ اند زائل گشت وایمان عامہ مومناں در جمیع وجوہ مثل ایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نشد زیرا کہ ایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ تمام منجلی ونورانی است، ثمرات ونتائج باضعاف زیادہ دارد واز ایمان عامہ مومناں کہ ظلمت وکدورت دارد وعلیٰ تفاوت درجاتہم تعلیم ہمچنیں ایمان ابی بکر رضی اللہ عنہ کہ در وزن زیادہ از ایمان ایں امت است باعتبار انجلاء ونورانیت باید دانست وزیادتی را راجع بصفات کاملہ باید ساخت نمی بینی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات باعامہ در نفس انسانیت برابر اند، ودر حقیقت وذات ہمہ متحد تفاضل باعتبار صفات کاملہ آمدہ است وآنکہ صفات کاملہ ندارد گوئیا ازاں نوع خارج است واز خواص وفضائل آں نوع محروم باوجود ایں تفاوت در نفس انسانیت زیادتی ونقصان راہ نمی یابد ونمی تواں گفت کہ انسانیت قابل زیادتی ونقصان است واللہ سبحانہ الملہم للصواب۔ (دفتر اول حصہ چہارم ص ۱۲۸، مکتوب ۲۶۶)

ترجمہ: اس تحقیق سے کہ جس کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو توفیق بخشی۔ مخالفوں کے وہ سب اعتراض جو انہوں نے ایمان کے کم وبیش نہ ہونے پر کئے ہیں زائل ہو گئے۔ اور عام مومنوں کا ایمان تمام وجوہ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایمان کی طرح نہ ہوا کیونکہ انبیاء کا ایمان جو کامل طور پر منجلی اور نورانی ہے عام مومنوں کے ایمان سے جو مومنوں کے درجوں کے اختلاف کے موجب بہت سی ظلمتیں اور کدورتیں رکھتا ہے۔ کئی گنا زیادہ ثمرات ونتائج رکھتا ہے اور اسی طرح حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان جو وزن میں اس امت کے ایمان سے زیادہ ہے۔ انجلاء اور نورانیت کے اعتبار سے سمجھنا چاہئے۔ اور زیادتی کو صفات کاملہ کی طرف راجع [illegible] چاہئے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نفس انسانیت میں عام لوگوں کے ساتھ برابر ہیں اور حقیقت وذات میں سب متحد ہیں۔ تفاضل یعنی ایک کا دوسرے سے افضل ہونا صفات کاملہ کے اعتبار سے ہے اور جس میں یہ صفات کاملہ نہیں ہیں گویا وہ اس نوع سے خارج ہے اور اس نوع کے فضائل اور خواص سے محروم ہے لیکن باوجود اس تفاوت کے نفس انسانیت میں زیادتی اور نقصان کا کوئی دخل نہیں اور نہیں کہہ سکتے کہ انسانیت زیادتی ونقصان کے قابل ہے۔

فضیلت شیخین رضی اللہ عنہما

حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ است کہ ابو بکر وعمر ہر دو افضل ایں امت اند کسیکہ مرا برایشاں فضل دہد مفتری است واو را تازیانہ زنم چنانچہ مفتری را زنند ومنازعات ومحاربات کہ درمیان اصحاب خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات واقع شدہ است برمحامل نیک محمول باید داشت۔ (دفتر سوم حصہ ہشتم ص ۳۸ مکتوب ۱۷)

ترجمہ: حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ اس امت میں سب سے افضل ہیں جو کوئی مجھے ان پر فضیلت دے وہ مفتری ہے میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جتنے مفتری کو لگاتے ہیں اور حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے درمیان لڑائی جھگڑوں کو نیک وجہ پر محمول کرنا چاہئے۔

خلفائے اربعہ کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے مطابق

افضلیت حضرات خلفائے اربعہ بترتیب خلافت ایشان ست چہ اجماع اہل حق است کہ افضل بشر بعد پیغامبران صلوات اللہ تعالیٰ وتسلیماتہ علیہم اجمعین۔ حضرت صدیق است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازاں حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (دفتر سوم مکتوب ۱۷)

ترجمہ: حضرات خلفائے اربعہ کی افضلیت ان کی خلافت کی ترتیب کے موافق ہے۔ کیونکہ تمام اہل حق کا اجماع ہے کہ پیغمبروں کے بعد تمام انسانوں میں سے افضل حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ عنہ۔

بزرگوں کی دعا سے قضا بدل جاتی ہے

حضرت قبلہ گاہی ام قدس سرہٗ فرمودند کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ در بعضے از رسائل خود نوشتہ اند کہ در قضائے مبرم ہیچکس را مجال نیست کہ تبدیل بدہد مگر مرا کہ اگر خواہم آنجا ہم تصرف بکنم وازیں سخن تعجب بسیار میکردند واستبعاد می فرمودند وایں نقل مدت ہا در خزینہ ذہن ایں فقیر بود تا آنکہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ بایں دولت عظمیٰ مشرف ساخت حقیقت حال منکشف گشت (دفتر اول حصہ سوم ص ۱۲۴ مکتوب ۲۱۷)

ترجمہ: حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانی نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے مگر مجھے اگر چاہوں تو میں اس میں تصرف کروں میں اس بات پر بہت تعجب کیا کرتا تھا کہ آپ کا فرمان بعید از فہم تھا اور بہت مدت تک یہ خیال فقیر کے ذہن میں رہا یہاں تک کہ حضرت حق تعالیٰ نے اس دولت سے مشرف فرمایا اور [illegible]

حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

ابتدا کرتا ہوں تیرے نام سے

لاج رکھنا بالطفیل مصطفےٰ

سرزمین ہندوستان اپنی قسمت پر جس قدر ناز کرے وہ کم ہے اس مادرِ وطن کی گود میں ایسے ایسے روحانی جواہر پارے آرام کررہے ہیں جن کی بدولت اس کا سر فخر سے اونچا رہے گا جب دشمنانِ دین، نبی کے طریقوں کو اپنی نفسانی خواہشات کے تحت من چاہی کر کے بدلنے کی کوشش کرتے ہیں سنتوں اور مستحبات کو مٹانے میں سرگرم ہوجاتے ہیں تو قدرت وقت کے بدلے ہوئے تیوروں کو شریعت وطریقت کے کھوئے ہوئے ماحول کو پھر سے روح انسانی میں سمونے کے لئے، کردار انسانی کو نکھارنے کے لئے، دین فطرت کے تقاضوں کو سنوارنے کے لئے بڑے انتظار وآزمائش کے بعد ایسے روحانی جواہر پاروں کا انتخاب کر کے کائنات عالم میں بھیجتی ہے کہ جس کو دیکھ کر ایک باشعور انسان پکار اٹھتا ہے

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آفتاب قیومیت، قطب ولایت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ان عظیم اور مایۂ ناز رہبران شریعت ورہنمایانِ طریقت عاشقانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صف اول میں ہے جو بڑے انتظار کے بعد اس کائنات میں ظہور پذیر ہوتی ہیں اور جب ان کا ظہور ہوتا ہے تو وہ اپنے روحانی واخلاقی کردار سے بڑے بڑے سلاطین عالم کی نگاہوں کو خیرہ کردیتے ہیں۔ اور دین محمدی کی شمع کو اپنے طریقوں پر جلانے والی شہنشاہی قوتوں کو مجبور کردیتے ہیں کہ وہ ان کے سامنے سر تسلیم خم کر کے حق وصداقت کے راستہ کو اپناتے ہوئے پرچم اسلام کو سر بلند کریں۔

آپ کی ولادت باسعادت شوال ۹۷۱ھ بہ مقام سرہند شریف ہوئی۔ آپ کے والد کا نام حضرت شیخ عبد الاحد سرہندی تھا۔ آپ کا نام شیخ احمد، کنیت ابوالبرکات، اور لقب بدرالدین تھا۔ آپ نسبی سلسلہ میں فاروق اعظم سے ملتے ہیں اور روحانی طریقہ میں حلقہ بگوشان صدیقیت میں جلوہ فرما ہیں۔

خواجہ محمد احسان مؤلف، روضۃ القیومیہ، نے آپ کی شان میں لکھا ہے کہ "دو پہاڑوں کے درمیان ہزار برس تک آفتاب کا فیض پہنچنے کے بعد جو لعل پیدا ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ بیش قیمت ہوتا ہے۔ حضرت مجدد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق ایسے دو پہاڑوں کے درمیان ہیں کہ اول سے نسبت طریقت اور ثانی سے نسبت توالد ہے اور آنحضرت جیسے بے مثال آفتاب کا فیض ایک ہزار سال تک پہنچنے کے بعد حضرت مجدد الف [illegible] ثانی کا وجود ہوا۔

عالم شیر خوارگی میں حضرت خواجہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے عالم خواب میں حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسب الارشاد ان کا خرقہ جو آپ کے پاس امانت تھا۔ اسے لے کر حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے در دولت پر پہنچے اور اس خرقہ کو آپ نے زیب تن فرمایا اور قادریت کی روحانی دولت سے مالا مال کیا۔ حضرت جب سن شعور کو پہنچے تو علم ظاہری کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور اپنے والد ماجد شیخ کمال الدین کشمیری اور قاضی بہلولی بدخشی وغیرہ باکمال عالموں سے تمام علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل کر کے سترہ سال کی عمر میں اپنے والد ماجد سے سلسلۂ چشتیہ عالیہ صابریہ میں بیعت کی اور خلافت سے سرفراز ہوئے اور خرقۂ قادریہ وسہروردیہ بھی عنایت ہوا۔ ۱۰۰۸ھ میں آپ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد سرہند سے بارادۂ حج بیت اللہ شریف دہلی تشریف لائے۔

ابھی نقشبندی دولت سے آپ کو مالا مال ہونا تھا جس کی امانت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے سینۂ مبارک میں محفوظ تھی۔ آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں حکم دیا کہ آپ جا کر اس امانت کو سینۂ مجدد میں منتقل فرمادیں۔ چنانچہ آپ سرہند شریف ہوتے ہوئے دہلی تشریف لائے آپ کو سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کیا اور اپنے سینہ سے لگا کر فرمایا۔ بیناجج بیت اللہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی معرفت ضروری ہے۔ چند دنوں میں آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ کے زیر سایہ نقشبندی سلوک کی تمام منازل طے فرمالیں اور خرقۂ خلافت حاصل فرمایا۔ آپ راہِ سلوکِ نقشبندیت میں اس قدر باکمال ہوئے کہ آپ کے پیر ومرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی شان میں یوں فرماتے ہیں۔

"شیخ احمد ایسے آفتاب ہیں کہ ہمارے جیسے ہزاروں ستارے ان کی روشنی میں گم ہوگئے"۔

حضرت مجدد فرماتے ہیں کہ بیعت نقشبندی سے پہلے میں نے توحید وجودی کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا وہ عدم اطلاع کی وجہ سے لکھا تھا۔ جب حقیقت معلوم ہوئی تو شرمندہ ہوں۔

آگے آپ فرماتے ہیں کہ وحدتِ وجودی کے بارے میں جس طرح میری تحریر مشہور ہوگئی ویسے ہی میری توبہ مشہور ہوجائے۔ اس فرمان سے آپ نے لوگوں کو سبق دیا کہ اے لوگو! جب حقیقت حق تمہارے سامنے منکشف ہوجائے تو اسے فوراً تسلیم کرلو کیونکہ یہی شانِ مومن ہے۔

اس کے بعد آپ اپنے پیر ومرشد کے حکم سے نقشبندی علوم وکمال سے [illegible] مقام معرفت حاصل

کیا کہ آپ کے پاس کعبہ خود پیش کیا گیا۔

آپ اتباع شریعت میں اپنے وقت کے مجاہد اعظم تھے آپ نے اپنے کردار اور اعمال سے یہ ثابت کردیا کہ حق بات کے کہنے میں کبھی خوف نہ کھانا چاہئے وہ بات چاہے شہنشاہ وقت ہی کے خلاف کیوں نہ ہو۔ آپ نے اکبر اور جہانگیر کے غیر شرعی اور سنت نبوی کے خلاف طریقوں کی مخالفت میں پوری قوت سے جہاد فرمایا۔ اور بہانگ دہل اعلان فرمایا کہ حق وصداقت کے راستے پر چلنے والے خوف خدا اپنے دل میں رکھنے والے، عشق رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی گرانقدر دولت سے اپنے سینہ کو مزین کرنے والے کبھی باطل قوتوں کے سامنے نہیں جھکتے۔ وہ ہمیشہ حق وصداقت کا پرچم بلند کرتے ہوئے اپنی منزل کو پالیتے ہیں اور بڑی سے بڑی قوتیں ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتی ہیں۔

جب شاہی دور میں سنتوں کو مٹایا جانے لگا، مستحبات کی اہمیت کو ختم کرنے کی ناپاک کوششوں میں شہنشاہ کے اشاروں پر کام ہونے لگا۔ ابو الفضل اور فیضی نے علماء دین کی توہین کی اور یہاں تک بیباکوں نے جرأت کی کہ ایک روز رسالت پر کچھ شبہات ظاہر کئے۔ تو اللہ کا یہ سچا بندہ عاشق رسول اللہ برداشت نہ کرسکا اور پھر حضرت مجدد نے اپنی زبان وقلم سے ان دشمنانِ دین کے خلاف علمِ جہاد بلند فرمایا۔ آپ نے ابو الفضل سے مناظرہ کے لئے رسالہ ''اثبات النبوۃ'' تصنیف فرمایا جب آپ اس طرح شعائرِ اسلام کی حفاظت کے لئے سختی سے مصروف جہاد ہوئے تو دشمنانِ دین نے آپ کی شکایت دربار شاہی تک میں کی جس کے نتیجہ میں جہانگیر نے آپ کو تین سال تک گوالیار کے قلعہ میں محصور رکھا۔ پھر آٹھ سال تک لشکر کی حفاظت میں ادھر سے ادھر گھماتا پھرا۔ مگر آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی اور اس مادی قوت کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے اور آپ نے شریعت اسلامیہ کو سرنگوں نہ ہونے دیا بلکہ اپنے اس عمل جہاد سے شاہی قید خانہ کی دیواروں کو بھی لرزہ براندام کردیا اور مادی قوتوں پر ناز کرنے والے وقتی طور پر باطل پرستوں کی قوتوں کے سہارے حق پرستوں کی آواز کو دبانے والوں کو بتلادیا کہ اے باطل کی قوت پر ناز کرنے والو تم کبھی حق وصداقت کی قوت کے سامنے ٹک نہیں سکتے اور عاشقانِ نبی تاجدار مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کے مسلک حق کی آواز کو دبا نہیں سکتے ایک دن تم کو حقیقت تسلیم کرنا پڑے گی اور دائمی سکون تمہیں کملی والے آقا کے قدموں کے نیچے کالی کملی کے سائے ہی میں نصیب ہوگا۔ آخر یہی ہوا۔ اور جہانگیر جیسی زبردست شخصیت نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور شرمندہ ہوکر معافی کا طلبگار اور آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر آپ سے بیعت ہوا۔ اس طرح آپ نے اس جہاد عظیم کو پورا کیا اور تمام رسومات غیر شرعی وسنت کی مخالف باتوں کو ختم کرکے تجدید دین فرمائی۔

وفات سے عین قبل [illegible]

فرما ہو کر بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ چند وصیتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

۱-سنت نبوی ذرا بھی ترک نہ ہو، ۲-تجہیز وتلقین عین سنت کے مطابق ہو، ۳-میرے غسل کے وقت میرے صاحبزادے اور دو خلفاء موجود رہیں۔ ۴-میری قبر پختہ نہ بنانا۔

شب وفات آپ ہندی کا یہ مصرعہ بار بار پڑھتے رہے۔

آج ملاوا کی سی سکھی سب جگ دیکھوا

آج روز وصال ہے اس خوشی میں تمام جہان قربان کرتا ہوں۔

وفات کے وقت آپ کے معمولات میں فرق نہ آیا روز وفات آپ نے اٹھ کر وضو کیا کھڑے ہوکر تہجد ادا کی پھر فجر کی نماز باجماعت ادا کی مراقبہ کیا اشراق ادا کی وظائف سے فارغ ہوئے پھر طشت پیشاب کے لئے منگوایا مگر یہ کہہ کر واپس کردیا کہ اب اتنی فرصت نہیں کہ میں پیشاب کے بعد تازہ وضو کرسکوں۔ لوگوں نے آپ کو لٹا دیا۔ آپ اللہ اللہ اللہ کہتے ہوئے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قلب وکردار کی زینت بنائے ہوئے ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ھ ۶۳ سال کی عمر میں اپنے مالک حقیقی سے واصل ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس طرح حق وصداقت کا علمبردار، اقلیم ولایت کا جگمگاتا سورج اپنی زندگی کے ایک ایک گوشہ میں سنیت کو سنوار اور نکھار باطل پرستوں کی قوتوں کو ہمیشہ کے لئے پاش پاش کردیا اور پھر ایک ایسی مشعل راہ روشن کرکے اپنے رب کے حضور حاضر ہوا کہ اگر ہم اس جگمگاتے سورج کی روشنی کے سہارے چلتے رہے تو انشاءاللہ کبھی بھٹک نہیں سکتے۔

☆☆☆

اعتذار

مولوی حافظ شاکر علی نوری مبلغ سنی دعوت اسلامی کی لکھی ہوئی ایک نظم جنوری کے شمارہ سنی دنیا میں پروف ریڈر کی غلطی سے شائع ہوگئی ہے۔ ادارہ موصوف کے موقف سے اتفاق نہیں رکھتا۔

(مدیر)

دارالقلم کا فکری وقلمی منصوبہ اور لائحہ عمل

علامہ یٰسٓ اختر مصباحی

محترم المقام مولانا شہاب الدین رضوی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خیریت طرفین مطلوب! بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کئی اہم شعبوں پر مشتمل دارالقلم دہلی (قائم شدہ ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء) متعدد مراحل سے گزر کر اب اپنے اصل منصوبہ کے مطابق اپنی عظیم الشان دو منزلہ عمارت میں تصنیف وتالیف، تعریب وترجمہ، اور طباعت واشاعت کا باضابطہ آغاز کرنے جا رہا ہے۔

دارالقلم دہلی کا تمہیدی وابتدائی خاکہ علماء کرام ودانشورانِ ملت کی خدمت میں غور وفکر اور ترمیم واصلاح کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ مجموعی طور پر اردو زبان میں اور پھر عربی، انگریزی، ہندی ودیگر ملکی وبین الاقوامی زبانوں میں حسب ضرورت مطبوعاتِ دارالقلم کی نشر واشاعت ہوگی۔ عربی واردو کی قدیم وجدید منتخب کتابوں کی تعریب وترجمہ کا بہت جلد ان شاء اللہ خصوصی اور بڑے پیمانے پر انتظام کیا جائے گا۔

ہر موضوع کی کتب ورسائل نئے طرز تحقیق کے ساتھ عصری اسلوب میں پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ دارالقلم دہلی کے مستقل عملہ کے علاوہ ملک وبیرون ملک کے معروف اصحابِ علم وقلم کی بھی خدمات حاصل کی جائیں گی۔ جو اپنے اپنے اداروں سے وابستہ رہ کر یا دارالقلم کی لائبریری سے استفادہ کے لئے دارالقلم میں عارضی قیام کر کے تحقیق موضوع وتکمیل کتاب فرمائیں گے۔

تیرہویں وچودھویں صدی ہجری کے مذہبی ونظریاتی مسائل وتحریکات اور علماء ومشائخ کرام کی جلیل القدر خدمات کا تفصیلی خاکہ بھی دارالقلم کے زیر غور ہے جسے دوسرے مرحلہ میں پیش کیا جائے گا۔

سردست جو خاکہ حاضر خدمت ہے اس پر بحث وتمحیص اور پھر اسے پہلے پنج سالہ منصوبہ ودوسرے پنج سالہ منصوبہ کی شکل دینے کی فوری ضرورت ہے۔ جس کے لئے آپ کے قیمتی مشوروں، مفید آراء اور گراں قدر ہدایات کا دارالقلم دہلی کو شدت سے انتظار ہے۔

دارالقلم دہلی کا تصنیفی منصوبہ

توحید

(۱) وجودِ باری تعالیٰ (۲) توحیدِ باری تعالیٰ (۳) صفاتِ باری تعالیٰ (۴) توحید اسلام کا رکنِ اعظم (۵) توحید اور قرآن حکیم (۶) توحید اور احادیثِ کریمہ (۷) کائنات اور اس کا خالق (۸) توحید کے عقلی دلائل (۹) توحید اور شرک (۱۰) شرک اور عہدِ جاہلیت (۱۱) توحید اور صوفیاء کرام (۱۲) توحید اور مذاہبِ عالم (۱۳) وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود (۱۴) تثلیث وحلول کا غیر اسلامی نظریہ (۱۵) ازلی وابدی حقیقت۔

سیرت مبارکہ

(۱) سیرۃ الرسول (متعدد جلدوں میں) (۲) بعثت وہجرتِ رسول (۳) غزواتِ رسول (۴) رسولِ اکرم کی مکی زندگی (۵) رسولِ اکرم کی مدنی زندگی (۶) صلح حدیبیہ اور فتح مکہ (۷) رسولِ اکرم کے معاہدات (۸) رسولِ اکرم کے فرامین ومکتوبات (۹) رسولِ اکرم کا طریقہ دعوت وتبلیغ (۱۰) رسولِ اکرم کی تعلیمات وہدایات (۱۱) رسولِ اکرم کے خصائص ومحاسن (۱۲) رسولِ اکرم کی حکمتِ بالغہ (۱۳) رسولِ اکرم کے اخلاقِ حسنہ (۱۴) رسولِ اکرم کے معجزات (۱۵) رسولِ اکرم کی رحمت ورأفت (۱۶) رسولِ اکرم کی خاتمیت (۱۷) رسولِ اکرم کی عائلی زندگی (۱۸) رسولِ اکرم کی ازواجِ مطہرات (۱۹) رسولِ اکرم کی صاحبزادیاں (۲۰) رسولِ اکرم کے اہل بیت (۲۱) رسولِ اکرم اور وفودِ عرب (۲۲) رسولِ اکرم کے خصائص وشمائل۔

قرآن فہمی

(۱) اعجاز القرآن (۲) قصص القرآن (۳) قرآن کی بنیادی تعلیمات (۴) قرآن کی اخلاقی تعلیمات (۵) قرآن اور تدبر کائنات (۶) قرآن اور محمد عربی (۷) قرآنی فکر وبصیرت (۸) قرآنی بشارتیں اور وعیدیں (۹) قرآن اور بنی نوع انسان (۱۰) قرآن اور یہود ونصاریٰ (۱۱) قرآن اور امم ماضیہ (۱۲) قرآن کا درسِ صبر وضبط (۱۳) مطالعۂ قرآن کے رہنما اصول (۱۴) تلاوتِ قرآن وفہم قرآن کے مراتب (۱۵) عربی تفاسیرِ قرآن کا تعارف۔

ترویج احادیث

(۱) احادیثِ عقائد اسلام (۲) احادیثِ حسنِ سلوک ومعاشرت (۳) احادیثِ فضیلت نبوی (۴) احادیثِ جزاء وسزا (۵) احادیثِ عبادت وعمل (۶) احادیثِ سخاوت وضیافت (۷) طلب وحفظِ احادیث اور صحابہ وتابعین (۸) احادیث کی تشریعی حیثیت (۹) احادیث کی روایت ودرایت (۱۰) اقسام واصطلاحات حدیث (۱۱) ہندوستان میں علم حدیث کی نشر واشاعت (۱۲) ہندوستان کے مشہور محدثین (۱۳) مرویات ابو ہریرہ (۱۴) مصباح الحدیث (۱۵) معارف الحدیث۔

اسلامی فقہ

(۱) فقہ اسلامی کے اصول وضوابط (۲) فقہ اسلامی کے مراحل تدوین وتشکیل (۳) معاملات ومعمولات میں مصالح شرعیہ کی رعایت

(۴)اختلاف زمان وعرف وتعامل کا اثر (۵)فقہ اسلامی اور مسائل جدیدہ (۶)حقیقتِ اجتہاد وتقلید (۷)تقلید فقہی کی ضرورت وافادیت (۸)علماء ہند کی فقہی خدمات (۹)مشاہیر فقہاء ہند (۱۰)عربی کتب فقہ وافتاء کا تعارف (۱۱)اردو کتب فقہ وافتاء کا تعارف۔

روحانیات

(۱)تزکیہ واحسان وتصوف (۲)تعلیماتِ تصوف (۳)صوفیہ اور خدمتِ خلق (۴)صوفیہ کا طریقۂ ارشاد وہدایت (۵)اصطلاحاتِ تصوف (۶)مستند کتبِ تصوف (۷)تصوف اور جہاد کا امتزاج (۸)ملفوظاتِ مشائخ چشت (۹)افاداتِ مشائخ قادریہ (۱۰)ارشاداتِ مشائخ مارہرہ (۱۱)معمولاتِ مشائخ وصوفیہ (۱۲)تبلیغ اسلام اور صوفیہ ومشائخ ہند (۱۳)صوفیہ کی آغوش میں اردو کی نشوونما (۱۴)منکرین تصوف سے دودو باتیں (۱۵)مشاہیر صوفیہ ومشائخ ہند

اسلامیات

(۱)اسلام کا نظام معاشرت (۲)اسلام کا نظام اخلاق (۳)اسلام کا نظام عدل وانصاف (۴)اسلام کا قانون تعزیرات (۵)اسلام کا نظام سیاست (۶)اسلام کا نظام زراعت (۷)اسلام کا نظام تجارت (۸)اسلام کا تصور آخرت (۹)اسلام اور حقوق انسانی (۱۰)اسلام اور حقوق نسواں (۱۱)اسلام اور جدید سرمایہ کاری وبینک کاری (۱۲)اسلام اور نیشنلزم وسوشلزم (۱۳)اسلام اور شورائیت وآمریت (۱۴)اسلام اور مذاہب عالم (۱۵)اسلام اور سائنس (۱۶)اسلام اور مستشرقین (۱۷)اسلامی تہذیب وتمدن (۱۸)اسلامی اقدار وروایات (۱۹)اسلام کا آفاقی پیغام۔

تواریخ اسلام

(۱)تاریخ اسلام (دو تین جلدوں میں) (۲)مدینہ کے انصار ومہاجرین (۳)خلفاء راشدین (۴)خلافتِ راشدہ (۵)عشرہ مبشرہ (۶)حسنین کریمین (۷)خلافتِ بنوامیہ (۸)خلافتِ بنوعباس (۹)ائمۂ اربعہ۔

عورت اور اسلام

(۱)عورت! اسلام کی نظر میں (۲)مسلم خواتین کی ذمہ داریاں (۳)آزادیٔ نسواں کی حقیقت (۴)عورت اور مذاہب عالم (۵)حجاب اور بے حجابی (۶)تعدد ازدواج کے مصالح وفوائد (۷)بچوں کی تعلیم وتربیت (۸)بچوں کے لئے سبق آموز حکایات (۹)بڑوں کا بچپن۔

دعوتی نظام ومعاشرہ

(۱)اسلوبِ دعوت موعظت (۲)محبت واتباع رسول کی ہم آہنگی (۳)منکرین ختم نبوت کا تعاقب (۴)تصلب واستقامتِ دینی کے حیرت انگیز نمونے (۵) [illegible] (۶) آزادیٔ فکر [illegible]

(۷)سوادِ اعظم کا صراطِ مستقیم (۸)علماء کے داعیانہ فرائض (۹)اکیسویں صدی اور ہماری ذمہ داریاں (۱۰)رخصت وعزیمت کے مقامات (۱۱)عروج وزوال کے فطری اصول (۱۲)دینی وعصری علوم کا توازن (۱۳)فرد اور معاشرہ کی اصلاح (۱۴)فلسفۂ نکاح وطلاق (۱۵)حفظانِ صحت اور طب نبوی (۱۶)آداب طعام ولباس (۱۷)کفایت شعاری وفضول خرچی (۱۸)سود اور رشوت کی حرمت (۱۹)شراب وقمار بازی کی لعنت (۲۰)تعلیم وتجارت کی اہمیت (۲۱)اتحاد وتنظیم کی برکت (۲۲)اخلاقی محاسن اور ان کے اچھے اثرات (۲۳)اخلاقی معائب اور ان کے نقصانات (۲۴)عہد حاضر کا اقتصادی نظام (۲۵)یہودی بالادستی اور گلوبلائزیشن۔

بین الاقوامی تناظر میں اسلام

(۱)عالم اسلام کو درپیش خطرات (۲)موجودہ عرب حکمرانوں کی غفلت شعاری (۳)مسلمانانِ مغربی ممالک کی معاشرتی کشمکش (۴)عالم اسلام کے معدنی ذخائر (۵)عالمی دہشت گردی اور اسلامی نظریۂ جہاد (۶)عالم اسلام اور یہود ونصاریٰ (۷)صیہونیت اور مسئلہ فلسطین (۸)ارضِ حجاز! عالم اسلام کی مشترکہ امانت۔

اسلامیانِ ہند میں علماء کا رول

(۱)مسلمان ہند کا ماضی وحال (۲)ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل اور ان کا حل (۳)ہندوستانی معاشرہ اور مسلم تہذیب وتمدن (۴)ہندوستان میں تبلیغ ودعوت کے وسیع تر امکانات (۵)علماء کی دینی بصیرت اور ملی واجتماعی قیادت (۶)مدارس کا نصاب ونظام تعلیم (۷)مساجد ومقابر مسلمین کا تحفظ (۸)دینی محافل کا موضوعاتی جائزہ (۹)ہندوستانی مذاہب کا تعارف (۱۰)ہندوازم وبدھ ازم کا ایک مطالعہ (۱۱)جارحانہ نسل پرستی اور مسلمانانِ ہند (۱۲)اسلامک لاء اور یونیفارم سول کوڈ (۱۳)مدارس اسلامیہ کی ضرورت وافادیت (۱۴)مارہرہ سے بدایوں وبریلی تک (۱۵)تحریک بالاکوٹ کا معروضی مطالعہ (۱۶)تذکرۂ علماء ہند (تیرہویں چودہویں صدی ہجری) (۱۷)اکابر علماء ہند (گذشتہ صدیوں کے مشاہیر علماء) (۱۸)انقلاب ۱۸۵۷ء میں علماء کی قربانیاں (۱۹)مختصر تاریخ ہند (۲۰)علماء ومشائخ دہلی۔

اردو زبان وادب

(۱)اردو زبان کا صالح نثری ادب (۲)اردو کی نعتیہ شاعری (۳)اردو ادب میں نعتیہ شاعری کا مقام (۴)دوآبہ وخطہ اودھ کے معروف نعت گو شعراء (۵)اردو کی منتخب نعتیں (۶)اردو زبان اور مدارس اسلامیہ۔

رابطہ: یٰس اختر مصباحی
دارالقلم، قادری مسجد روڈ، ذاکر نگر، نئی دہلی 25 انڈیا
فون نمبر: 011-26986872 Mobile:9818081426

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا ایک خاکہ

مولانا محمد شعیب رضا نعیمی، صدر اسلامی مرکز دہلی

تاریخ قیام ۸راگست ۲۰۰۳ء بروز جمعہ مبارکہ مطابق ۷ رجمادی الآخر ۱۴۲۴ھ

عرصۂ دراز سے شدت کے ساتھ یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ مرکز اہل سنت بریلی شریف میں ایک ایسی مجلس کا قیام عمل میں لایا جائے جس میں قرآن وحدیث اور فقہائے احناف کے اقوال واعمال کی روشنی میں امت کو درپیش جدید مسائل کا حل پیش کیا جاسکے اگرچہ اس کام کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے حقیقی وارث وجانشین حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت ظلہ القوی تنہا ہی انجام دے رہے تھے مگر اب ضعف قوی وبصر اس کام میں ایک حد تک مانع ہیں۔

کچھ عرصہ قبل شہزادہ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری کے مشورہ سے میں نے مولوی محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی نے اس سلسلے میں ایک خاکہ تیار کیا تھا اور اس کا نام "شرعی کونسل آف انڈیا" تجویز کیا تھا جس کا تذکرہ ضمنی طور پر قبلہ گاہی حضور تاج الشریعہ سے کیا تو ایسا لگا گو کہ حضور تاج الشریعہ اس احساس کو نہ جانے کب سے محسوس کررہے تھے۔ لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ کچھ کام ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے لئے اکابر ہی زیادہ موزوں ہوتے ہیں اور ان کے کرنے سے برکتیں زیادہ ہوتی ہیں۔

ایک دن محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب رضوی امجدی تشریف لائے اور انہوں نے یہ تجویز رکھی کہ حضور اب مسائل جدیدہ پر کام کرنے کے لئے کسی مجلس کا قیام نہایت ضروری ہے جسے حضور تاج الشریعہ نے بڑی خندہ پیشانی سے قبول فرمایا اور گو کہ حضور تاج الشریعہ کے لبہائے مبارک کو دیکھنے سے لگ رہا تھا کہ محدث کبیر کو حضور تاج الشریعہ دعائیں دے رہے ہیں۔

محدث کبیر علامہ صاحب نے ایک خاکہ تیار کرایا جو ہمارے خاکہ سے تھوڑا مختلف ہے مگر اس کی جامعیت کا مجھے مکمل احساس ہوا اور یہ احساس بھی کہ جو پختہ کاری بزرگوں کے کاموں اور فیصلوں میں ہوتی ہے وہ ماوشما کے نہیں۔

حضور تاج الشریعہ نے اس بورڈ کا نام شرعی کونسل بریلی شریف منظور فرمایا اس بورڈ کے ساتھ قواعد وضوابط اور سات کمیٹیاں بنائی گئیں (۱) مجلس سرپرستان (۲) مجلس شوریٰ (۳) فیصل بورڈ (۴) مرتبین سوالات (۵) مباحثین (۶) انتظامیہ کمیٹی (۷) فائنس کمیٹی۔

مجلس سرپرستان

(۱) حضرت مولانا الشاہ ڈاکٹر محمد امین صاحب قبلہ صاحب سجادہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ (۲) حضرت مولانا نجیب حیدر میاں صاحب قبلہ مارہرہ مقدسہ (۳) حضور تاج الشریعہ علامہ محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری میاں جانشین حضور مفتی اعظم ہند بریلی شریف (۴) امین شریعت حضرت علامہ محمد سبطین رضا صاحب قبلہ بریلی شریف

مجلس شوریٰ

(۱) نبیرۂ اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ علامہ محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری میاں جانشین حضور مفتی اعظم ہند (۲) حضرت علامہ محمد تحسین رضا خاں صاحب قبلہ محدث بریلوی (۳) حضرت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفےٰ صاحب قبلہ رضوی گھوسی (۴) حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب رضوی بحر العلوم رضوی گھوسی (۵) حضرت علامہ قاضی عبدالرحیم صاحب قبلہ رضوی، صدر مفتی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف (۶) حضرت علامہ خواجہ مظفر حسین صاحب قبلہ رضوی (۷) حضرت علامہ مفتی محمد صالح صاحب شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف (۸) حضرت علامہ مفتی شفیق احمد صاحب رضوی الٰہ آباد (۹) حضرت علامہ عاشق الرحمٰن صاحب رضوی حبیبی الٰہ آباد (۱۰) حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب رضوی (۱۱) حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی صاحب روناہی (۱۲) حضرت مولانا محمود اختر رضوی صاحب (۱۳) حضرت مولانا قاضی فضل احمد صاحب رضوی بنارس (۱۴) حضرت علامہ مفتی قدرت اللہ رضوی صاحب (۱۵) حضرت علامہ مفتی محمد ایوب رضوی صاحب نعیمی مراد آباد (۱۶) حضرت علامہ مفتی محمد اعظم صاحب رضوی مظہر اسلام بریلی شریف (۱۷) حضرت مولانا مفتی ایوب مظہر صاحب رضوی وارثیہ بنارس (۱۸) حضرت علامہ محمد ہاشم صاحب رضوی نعیمی مرادآباد (۱۹) حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب رضوی (۲۰) حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رضوی صاحب (۲۱) شیخ اسماعیل رضوی ملکت کیرالا (۲۲) حضرت مولانا عبدالستار رضوی ہمدانی گجرات (۲۳) حضرت مولانا معراج احمد رضوی مبارکپور (۲۴) حضرت مولانا اختر حسین رضوی جمدا شاہی (۲۵) حضرت مولانا آل مصطفیٰ صاحب رضوی گھوسی (۲۶) حضرت مولانا قاضی شہید عالم صاحب جامعہ نوریہ بریلی شریف

فیصل بورڈ

(۱) حضور تاج الشریعہ علامہ محمد اختر رضا خاں صاحب قبلہ ازہری میاں جانشین حضور مفتی اعظم ہند (۲) صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ محدث بریلوی (۳) محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب رضوی امجدی گھوسی (۴) حضرت علامہ بحر العلوم مفتی عبد المنان صاحب رضوی گھوسی (۵) حضرت علامہ مفتی عاشق الرحمٰن صاحب الٰہ آباد۔

مباحثین

(۱) حضرت مولانا مفتی مطیع الرحمٰن مضطر صاحب (۲) حضرت علامہ مفتی قدرت اللہ صاحب (۳) حضرت مولانا محمود اختر صاحب (۴) حضرت مولانا اختر حسین صاحب (۵) حضرت مولانا معراج احمد صاحب اشرفیہ مبارکپور (۶) حضرت مولانا آل مصطفیٰ صاحب گھوسی (۷) حضرت قاضی شہید عالم صاحب۔

مرتبین سوالات

(۱) حضرت قاضی شہید عالم صاحب رضوی (۲) حضرت مفتی مطیع الرحمٰن صاحب رضوی (۳) حضرت مولانا اختر حسین صاحب رضوی (۴) حضرت مولانا محمود اختر صاحب رضوی (۵) حضرت مولانا معراج صاحب رضوی (۶) حضرت مولانا آل مصطفیٰ صاحب رضوی۔

انتظامیہ کمیٹی

(۱) صدر العلماء حضرت علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ محدث بریلوی (۲) محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب امجدی گھوسی (۳) حضرت علامہ قاضی عبدالرحیم صاحب رضوی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف (۴) حضرت مولانا مفتی محمد حبیب رضا خاں صاحب بریلی شریف (۵) نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت مولانا عسجد رضا خاں صاحب قبلہ (۶) حضرت مولانا محمد سلمان رضا خاں صاحب بریلی شریف (۷) حضرت مولانا محمد شعیب رضا صاحب نعیمی اسلامی مرکز دہلی (۸) حضرت مولانا بہاء المصطفیٰ صاحب قبلہ رضوی (۹) حضرت مولانا قاضی شہید عالم صاحب رضوی (۱۰) حضرت مولانا صغیر احمد صاحب جوکھنپور (۱۱) حضرت مولانا شاہد علی میاں صاحب رضوی رامپور (۱۲) حضرت مولانا عثمان غنی صاحب رضوی دھرول گجرات (۱۳) حضرت مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف (۱۴) حضرت مولانا محمد یونس رضوی مرکزی دارالافتاء بریلی شریف (۱۵) حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب (۱۶) حضرت مولانا افروز رضا خاں صاحب بریلی شریف۔

فائننس کمیٹی

(۱) حافظ محمد شعیب صاحب رضوی بنارس (۲) جناب محترم الحاج محمد یونس صاحب رضوی ممبئی (۳) جناب محترم الحاج محمد ابراہیم صاحب ممبئی (۴) جناب محترم محمد شاہنواز صاحب پوربندر گجرات (۵) جناب محترم فاروق درویش صاحب ممبئی (۶) جناب محترم محمد یوسف نوری صاحب جانی پور بندر گجرات (۷) جناب حاجی عبد العظیم صاحب بنارس (۸) جناب انیس انصاری صاحب بھدوہی (۹) جناب عبد السلام صاحب نور کارپٹ بھدوہی (۱۰) جناب اشتیاق صاحب بھدوہی (۱۱) جناب انجینئر برہان علی صاحب رضوی دہلی (۱۲) جناب الحاج محمد منسوب علی صاحب بہیڑی بریلی شریف (۱۳) جناب الحاج سعید نوری رضا اکیڈمی ممبئی۔

قواعد وضوابط

(۱) جوابات اور فیصلہ میں فقہاء حنفیہ کی کتب معتمدہ کا لحاظ رکھا جائے گا اور اس سے انحراف قبول نہ ہوگا کتب غیر مذہب سے استدلال قابل تسلیم نہ ہوگا جب کہ قواعد حنفیہ کے خلاف ہو

(۲) اختلاف اقوال وترجیح وتنقیح کی صورت میں سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ومفتی اعظم ہند وصدر الشریعہ علیہم الرحمۃ کے فتاویٰ وترجیحات ہی پر اعتماد کیا جائے گا اگر ان حضرات کے اقوال میں اختلاف ہو اور اس کی وجہ اسباب ستہ نہ ہوں تو اعلیٰ حضرت کی تصریحات کو ہی ترجیح دی جائے گی۔

(۳) مسائل جدیدہ میں جن کی تصریحات نہ ملے ان کے نظائر حسب ضابطہ نمبر ایک نمبر دو تلاش کئے جائیں اور اسی کے مطابق فیصلہ کی راہ متعین کی جائے گی۔

(۴) جن احکام میں اسباب ستہ میں سے کسی سبب سے تغیر حکم کی حاجت ہو تو شرائط تغیر کا لحاظ لازم ہوگا۔

(۵) مسلک اعلیٰ حضرت کے پیروکار مفتیان کرام سے ہی جوابات طلب کئے جائیں گے اور انہیں کے جوابات پڑھے جائیں گے۔

(۶) کسی بھی فیصلہ پر فیصل بورڈ کے ممبران میں سے ۲/۳ کی توثیق سے کوٹا پورا ہو جائے گا جس میں حضور تاج الشریعہ کی موجودگی یا توثیق ضروری ہے۔

(۷) سیمینار بریلی شریف ہی میں منعقد ہوگا ہاں ہنگامی صورت میں کسی شہر میں منعقد کیا جا سکتا ہے۔

(۸) سیمینار یوم رضا ۱۰ر شوال کو منعقد ہوا کرے گا مگر حسب حاجت کسی دوسری تاریخ میں منعقد کیا جا سکتا ہے۔

نوٹ: شرعی کونسل کے کسی ممبر یا اور کسی صائب الرائے کو قواعد وضوابط سے متعلق اگر اپنی کوئی رائے پیش کرنی ہو تو وہ مندرجہ ذیل پتوں پر اپنی رائے ارسال کریں۔

شرعی کونسل، مرکزی دارالافتاء ۸۲، سوداگران بریلی شریف

فون نمبر 0581-2472166,2458543

محمد شعیب رضا نعیمی، اسلامی مرکز سجاش وہار نارتھ گھونڈا، دہلی 53،

فون نمبر: 011-22565707

☆☆☆

The Monthly Sunni Dunia Bareily
Regd No,17(82) Vol-3 Annual Subscription Rs (100)
Per Copy- Regd. PO, No. BR/211/2004

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی عصری درسگاہ کا عظیم منصوبہ

مرکزالدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا

دارالحفظ — دارالقرات — درس نظامی

کی دومنزلہ عالیشان عمارت مکمل ہو چکی ہے۔

ریسرچ سینٹر — دارالاقامہ — مسجد — لائبریری — اسکول

اور دیگر شعبہ جات کی تعمیر ابھی باقی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد تعلیم کا آغاز کیا جائے گا۔
جملہ احباب اہلسنت سے گزارش ہے کہ مرکز کی شاندار اور مستحکم عمارت کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اور اپنے والدین، عزیز و اقارب کے ایصال ثواب کے لئے حصہ لیکر ثواب جاریہ کے مستحق ہوں۔

باہتمام۔امام احمد رضا ٹرسٹ، ۸۲ سوداگران بریلی شریف (یوپی)

مرکز سواد اعظم اہلسنّت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سُنّی دُنیا



مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، بریلی شریف

مالک ونگراں: جانشین مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی **محمد اختر رضا** خاں قادری ازہری

نائب نگراں: محمد عسجد رضا خاں قادری — **مدیر:** محمد شہاب الدین رضوی

مرکز سواد اعظم اہلسنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

کا

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ سنی دنیا

جلد: ۲۰

شمارہ: ۴

جولائی ۲۰۰۴ء

مالک ونگراں: جانشین مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

نائب نگراں: محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر: محمد شہاب الدین رضوی

☆ فی شمارہ: ۱۰ روپے ☆ زر سالانہ: ۱۰۰ روپے ☆ بیرون ممالک: ۳۰۰ روپے ☆ لائف ممبری: ۲۰۰۰ روپے

رابطہ کا پتہ:

دفتر سنی دنیا ۸۲، سوداگران بریلی شریف (یوپی)

فون 2552278,2472166 فیکس: 0581-2472166

W.Site:markazeahlesunnat.com

www.hazrat.org

بیاد گار

امام المتکلمین مفتی نقی علی خاں بریلوی
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری
مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی

اشاریات

دعائے صحت

جانشین حضور مفتی اعظم، تاج الشریعہ فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی احمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ العالی کی طبیعت ناساز ہے جملہ عقیدت مندان اور مریدین سے گذارش ہے کہ حضرت کی صحت یابی کے لئے انفرادی اور اجتماعی دعا کا اہتمام کریں۔ (ادارہ)

اداریہ

جامعۃ الرضا کی سرگرمیاں اور کارکردگی

محمد شہاب الدین رضوی

امام احمد رضا ٹرسٹ کی سالانہ میٹنگ

امام احمد رضا ٹرسٹ کے زیر اہتمام چلنے والا ادارہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کی سالانہ میٹنگ ہوٹل اوبرائے آنند کے ہال میں منعقد ہوئی جس کی صدارت جانشین حضور مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری دامت برکاتہم العالیہ نے کی۔ قرآن شریف کی تلاوت اور نعت کے بعد امام احمد رضا سکریٹری نے سالانہ کارکردگی پر مشتمل تفصیلی رپورٹ پیش کی اور گذشتہ میٹنگ کی کارروائی کی تصدیق کرائی۔

امام احمد رضا ٹرسٹ کے آل ٹرسٹیز اور خصوصی مدعوئین نے مجلس میں مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کی تعمیری اور تزئین کاری پر اطمینان کا اظہار کیا اور شعبۂ حفظ، قرأت اور ناظرہ کی تعلیم کے ساتھ مستقبل میں درس نظامی کے آغاز کا مشورہ دیا۔ اور میٹنگ میں درسگاہ کی شاندار تعمیر کے بعد ہوسٹل (دارالاقامہ) اور مین گیٹ کی تعمیری بجٹ کا خاکہ تیار کرنے، فنڈ کی فراہمی کے لئے جدوجہد کرنے اور لوگوں سے رابطہ قائم کرنے پر زور دیا۔ ساتھ ہی ساتھ سالانہ ممبر سازی پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت بتائی۔

اس خصوصی مجلس میں محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ امجدی (گھوسی) مفتی مطیع الرحمٰن مضطر (پٹنہ) مفتی قدرت اللہ رضوی (بستی) مولانا عبدالمصطفیٰ (ردولی) علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی (فیض آباد) حاجی عبدالعظیم رضوی، حاجی عبدالرب رضوی، حافظ سیف الملک، حاجی متین احمد (بنارس) آصف احمد رضوی (ملاوی) حافظ محمد اسلم رضوی، الحاج اویس قرنی، الحاج فاروق میمن (کراچی) الحاج عثمان پٹیل، الحاج ادریس پٹیل (کولمبو) حاجی یونس قریشی، الحاج ابراہیم شیخ، الحاج عبداللطیف شیخ (ممبئی) حافظ سراج الدین صدیقی (کشی نگر) قاری نعیم احمد (لکھنؤ) [illegible] شبیر علی قادری (قیصر گنج) ڈاکٹر لائق علی (گونڈہ) جناب ادریس احمد قادری (کرنیل گنج) وغیرہ نے شرکت کی۔

منتظمین میں مولانا عسجد رضا خاں قادری، مولانا شعیب رضا نعیمی، جناب برہان علی رضوی، حاجی منسوب علی خاں اور راقم السطور، ناظم بیگ اور قسم کشمیری وغیرہ رہے۔

حضرت کی دعاء اور صلوٰۃ وسلام پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

چھٹی امام احمد رضا کانفرنس

۲۴ر صفر المظفر ۱۴۲۲ھ کو جماعت رضائے مصطفیٰ نے چھٹی امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کیا۔ جس میں ملک بھر کے علماء اور مشائخ نے شرکت کی۔ کانفرنس کی صدارت امین ملت حضرت علامہ ڈاکٹر سید محمد امین میاں سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف نے کی اور مہمان خصوصی نجیب ملت حضرت مولانا الحاج الشاہ سید نجیب حیدر میاں نائب سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف تھے۔ اور سرپرستی کے فرائض جانشین حضور مفتی اعظم ہند نے انجام دیئے۔

مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا کے میدان میں ہونے والی امام احمد رضا کانفرنس کافی عظیم الشان پیمانے پر منعقد ہوئی۔

قرآن شریف کی تلاوت قاری یعقوب علی رضوی نے کی اور نعت شریف پڑھنے والوں میں حاجی اسلم رضا، ناظر حسین، اسلام الدین، عتیق رضا، نذیر احمد، حافظ صلاح الدین، راشد رضا، شکیل منائی، ابوبکر، قاری محمد نواز، اختر نوری، ڈاکٹر محرم علی، محشر بریلوی، فاروق مدنا پوری وغیرہ تھے۔ اور خصوصی مقررین میں محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب، مفتی قدرت اللہ رضوی، مولانا عبدالمصطفیٰ حشمتی، مولانا فاروق احمد مسعودی، مولانا عبدالرؤف رضوی، مولانا عبدالرزاق جبلپوری، مولانا نازیمس القادری وغیرہ۔

[illegible] نجیب [illegible] حیدر حسن میاں مدظلہ نے [illegible]

تقریر میں جامعۃ الرضا کی تعمیری کوششوں کو بھرپور سراہا اور امام احمد رضا ٹرسٹ کے سکریٹری مولانا عسجد رضا خاں قادری کی خوب حوصلہ افزائی کی۔ اور ان کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چلنے کی تاکید کی۔ دعاؤں سے بھی نوازا۔ امام احمد رضا کانفرنس حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے قل شریف پر اختتام پذیر ہوئی۔ دور دراز سے آئے ہوئے لوگوں نے حضرت کے دست مقدس پر ہزاروں کی تعداد میں داخلے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ ہوئے۔

حضرت دامت برکاتہٗ عالیہ کی سرپرستی میں ۲۵ ر صفر کو صبح سے لے کر دو بج کر ۴۸ ر منٹ تک ازہری مہمان خانہ میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے قل کی تقریبات منعقد ہوئیں جس میں حضرت نجیب ملت اور حضرت محدث کبیر نے خصوصیت سے تقریر فرمائی۔ اور امام احمد رضا فاضل بریلوی کا قل شریف ازہری مہمان خانے میں ادا کیا۔ قل شریف کے بعد لنگر عام ہوا اور تبرک شرینی تقسیم کی گئی۔

مسلم ایجنڈے کا اجراء

آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ نے ملک کے پیچیدہ مسلم مسائل پر ایک ایجنڈا جاری کیا جس میں بالخصوص ہندوستان اور بالعموم بیرونی ممالک میں مسلمانوں پر ہو رہے مظالم پر تشویش کا اظہار کیا اور مسلم کش پالیسیوں کی بھرپور مزمت کی۔

جماعت کے کل ہند صدر مولانا عسجد رضا خاں قادری نے پریس کانفرنس کے ذریعے مسلم ایجنڈا جاری کیا جس کے چند نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مسلمانوں کو تعلیمی اقتصادی اور معاشی میدان میں سہولیات فراہم کرائی جائیں۔

(۲) مسلم سوسائٹیز کے ذریعے چلائے جانے والے اداروں کو اقلیتی درجہ دیا جائے۔

(۳) مسلمانوں کی نوکریوں میں گھٹتی ہوئی تعداد کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کو پسماندہ قرار دے کر ان کے لئے ریزرویشن مقرر کیا جائے۔ تاکہ ملازمت میں تناسب برقرار رہے۔

(۴) مدارس اسلامیہ اور مکاتب دینیہ کے ذریعہ ملک میں امن وشانتی کی تعلیم دی جاتی ہے ان کو دہشت گردی کا اڈہ بتانا سراسر ناانصافی اور ظلم کے مترادف ہے۔ ایسی تحریکات پر لگام لگائی جائے۔

(۵) بزرگوں کی خانقاہیں، مساجد اور قبرستانوں کی حفاظت کے لئے حکومت رقم مختص کرے تاکہ ہو رہے ناجائز قبضوں پر روک تھام لگ سکے۔

(۶) مرکزی حکومت کے زیر اہتمام اقلیتی اور پالیسی ساز اداروں اور ریاستی حکومتوں کے زیر اہتمام اقلیتی ومالیاتی پالیسی ساز ایجنسیوں میں علماء اہل سنت کو چیئرمین، ممبرشپ دی جائے۔ تاکہ عوام اہل سنت کے جذبات اور احساسات کی بھرپور ترجمانی ہو سکے۔

(۷) مسلم مسائل کے تعلق سے ہمیشہ وہابیوں اور دیوبندیوں سے ہی حکومت رجوع کرتی رہی ہے جب کہ ملک میں اہل سنت وجماعت ۸۰ فیصد کی تعداد میں ہیں جن کی نمائندگی علماء ومشائخ اہل سنت کرتے ہیں ان کو نظر انداز کیا جا رہا ہے وہابی اور دیوبندی اقلیتی تعداد میں ہیں اس لئے مسلم مسائل میں صلاح ومشورہ کے لئے علماء اہل سنت سے رجوع کیا جانا چاہئے تاکہ ملک کی تعمیر وترقی میں بھرپور حصہ داری اور سلیقہ مندی سے کام ہو سکے۔

علامہ علوی مالکی کی بریلی آمد

فضیلت الشیخ حضرت علامہ محمد علوی مالکی مدظلہ العالی سابق شیخ الحدیث حرم شریف مکہ مکرمہ ممبئی ہوتے ہوئے بریلی تشریف لائے۔ ان کی آمد پر حضور جانشین مفتی اعظم ہند نے استقبال کیا۔ اور حضرت ہی کے دولت کدے پر آپ کا قیام رہا۔ علامہ علوی مالکی کی بریلی تشریف آوری پہلی مرتبہ ہوئی ہے۔ علامہ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز تھے اور آپ کو حضور مفتی اعظم ہند سے خلافت اور اجازت حاصل ہے۔ آستانہ رضویہ پر آپ کی حاضری قابل دید تھی۔ بعدہٗ جامعۃ الرضا بھی تشریف لے گئے اور معائنہ فرمایا۔

تجلیاتِ نعت

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
در بدریوں ہی خوار پھرتے ہیں

آہ کل عیش تو کیے ہم نے
آج وہ بے قرار پھرتے ہیں

ان کے ایما سے دونوں باگوں پر
خیلِ لیل ونہار پھرتے ہیں

ہر چراغِ مزار پر قدسی
کیسے پروانہ وار پھرتے ہیں

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

جان ہیں جان کیا نظر آئے
کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں

پھول کیا دیکھوں میری آنکھوں میں
دشتِ طیبہ کے خار پھرتے ہیں

لاکھوں قدسی ہیں کام خدمت پر
لاکھوں گردِ مزار پھرتے ہیں

وردیاں بولتے ہیں ہر کارے
پہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوجہاں میں کوئی تم سا دوسرا ملتا نہیں
ڈھونڈتے پھرتے ہیں مہرومہ پتا ملتا نہیں

ہے رگِ گردن سے اقرب نفس کے اندر ہے وہ
یوں گلے سے مل کے بھی ہے وہ جدا ملتا نہیں

آبِ بحرِ عشقِ جاناں سینہ میں ہے موجزن
کون کہتا ہے ہمیں آبِ بقا ملتا نہیں

آبِ تیغِ عشق پی کر زندۂ جاوید ہو
غم نہ کر جو چشمۂ آبِ بقا ملتا نہیں

ڈوب تو بحرِ فنا میں پھر بقا پائے گا تو
قبل از بحرِ فنا بحرِ بقا ملتا نہیں

دنیا ہے اور اپنا مطلب بے غرض مطلب کوئی
آشنا ملتا نہیں نا آشنا ملتا نہیں

ذرہ ذرہ خاک کا چمکا ہے جس کے نور سے
بے بصیرت ہے جسے وہ مہ لقا ملتا نہیں

ذرہ ذرہ سے عیاں ہے ایسا ظاہر ہوکے بھی
قطرے قطرے میں نہاں ہے برملا ملتا نہیں

جو خدا دیتا ہے ملتا ہے اسی سرکار سے
کچھ کسی کو حق سے اس در کے سوا ملتا نہیں

کیا علاقہ دشمنِ محبوب کو اللہ سے
بے رضائے مصطفےٰ ہرگز خدا ملتا نہیں

کس طرح ہو حاضر در نوریؔ بے پرشہا
ناکے روکے دشمنوں نے راستہ ملتا نہیں

☆☆☆

ضیائے قرآن

تفسیر (خزائن العرفان)	ترجمہ (کنز الایمان)
صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی	امام احمد رضا فاضل بریلوی

سورہ آل عمران مدنی ہے اس میں دوسو آیتیں اور بیس رکوع ہیں

(آیت نمبر ۱۵۱ سے ۱۵۴ تک)

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

اور بے شک اللہ نے تمہیں سچ کر دکھایا اپنا وعدہ جب کہ تم اس کے حکم سے کافروں کو قتل کرتے تھے ف۱ یہاں تک کہ جب تم نے بزدلی کی اور حکم میں جھگڑا ڈالا ف۲ اور نافرمانی کی ف۳ بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا تمہاری خوشی کی بات ف۴ تم میں کوئی دنیا چاہتا تھا ف۵ اور تم میں کوئی آخرت چاہتا تھا ف۶ پھر تمہارا منھ ان سے پھیر دیا کہ تمہیں آزمائے ف۷ اور بے شک اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مسلمانوں پر فضل کرتا ہے۔ جب تم منھ اٹھائے چلے جاتے تھے اور پیٹھ پھیر کر کسی کو نہ دیکھتے اور دوسری جماعت میں ہمارے رسول تمہیں پکار رہے تھے ف۸ تو تمہیں غم کا بدلہ غم دیا ف۹ اور معافی اس لئے سنائی کہ جو ہاتھ سے گیا اور جو افتاد پڑی اس کا رنج نہ کرو اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے پھر غم کے بعد تم پر چین کی نیند اتاری ف۱۰ کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے تھی ف۱۱ اور ایک گروہ کو ف۱۲ اپنی جان کی پڑی تھی ف۱۳ اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے ف۱۴ جاہلیت کے سے گمان کہتے اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے؟ تم فرما دو کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے ف۱۵ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں ف۱۶ جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں ہمارا کچھ بس ہوتا ف۱۷ تو ہم یہاں نہ مارے جاتے تم فرما دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل کر آتے ف۱۸ اور اس لئے کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات آزمائے اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے ف۱۹ اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے ف۲۰

ف۱ جنگ احد میں ف۲ کفار کی ہزیمت کے بعد حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ جو تیر انداز تھے وہ آپس میں کہنے لگے کہ مشرکین کو ہزیمت ہو چکی اب یہاں ٹھہر کر کیا کریں چلو کچھ مال غنیمت حاصل کرنے کی کوشش کریں بعض نے کہا مرکز مت چھوڑو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتاکید حکم فرمایا ہے کہ تم اپنی جگہ قائم رہنا کسی حال میں مرکز نہ چھوڑنا جب تک میرا حکم نہ آئے مگر لوگ غنیمت کے لئے چل پڑے اور حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ دس سے کم اصحاب رہ گئے ف۳ کہ مرکز چھوڑ دیا اور غنیمت حاصل کرنے میں مشغول ہو گئے ف۴ یعنی کفار کی ہزیمت ف۵ جو مرکز چھوڑ کر غنیمت کے لئے چلا گیا ف۶ جو اپنے امیر عبداللہ بن جبیر کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہ کر شہید ہو گیا ف۷ اور مصیبتوں پر تمہارے صابر و ثابت رہنے کا امتحان ہو ف۸ کہ خدا کے بندو میری طرف آؤ ف۹ یعنی تم نے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کر کے آپ کو غم پہنچایا تھا اس کے بدلے تم کو ہزیمت کے غم میں مبتلا کیا ف۱۰ جو رعب و خوف دلوں میں تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے دور کیا اور امن و راحت کے ساتھ ان پر نیند اتاری یہاں تک کہ مسلمانوں کو غنودگی آ گئی اور نیند نے ان پر غلبہ کیا حضرت ابوطلحہ فرماتے ہیں کہ روز احد نیند ہم پر چھا گئی ہم میدان میں تھے تلوار ہمارے ہاتھ سے چھوٹ جاتی تھی پھر اٹھاتے تھے پھر چھوٹ جاتی تھی ف۱۱ اور وہ جماعت مؤمنین صادق الایمان کی تھی ف۱۲ جو منافق تھے ف۱۳ اور وہ خوف سے پریشان تھے اللہ تعالیٰ نے وہاں مؤمنین کو منافقین سے اس طرح ممتاز کیا تھا کہ مؤمنین تو امن و اطمینان کی نیند کا غلبہ تھا اور منافقین خوف و ہراس میں اپنی جانوں کے خوف سے پریشان تھے اور یہ آیت عظیمہ اور معجزۂ باہرہ تھا ف۱۴ یعنی منافقین کو یہ گمان ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ فرمائے گا یا یہ کہ حضور شہید ہو گئے۔ اب آپ کا دین باقی نہ رہے گا ف۱۵ فتح و ظفر قضا و قدر سب اس کے ہاتھ ہے ف۱۶ منافقین اپنا کفر اور وعدۂ الٰہی میں اپنا متردد ہونا اور جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ چلے آنے پر متاسف ہونا ف۱۷ اور ہمیں سمجھ ہوتی تو ہم گھر سے نہ نکلتے مسلمانوں کے ساتھ اہل مکہ کی لڑائی کے لئے نہ آتے اور ہمارے سردار نہ مارے جاتے پہلے مقولہ کا قائل عبداللہ بن ابی بن سلول منافق ہے اور اس مقولہ کا قائل معتب بن قشیر ف۱۸ اور گھروں میں بیٹھ رہنا کچھ کام نہ آتا کیونکہ قضا و قدر کے سامنے تدبیر و حیلہ بیکار ہے ف۱۹ اخلاص یا نفاق [illegible] اس سے کچھ چھپا نہیں اور یہ آزمائش دوسروں کو خبردار کرنے کے لئے ہے۔

بہارِ حدیث

توحید و رسالت

عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کی اس ایمان کے ساتھ موت ہوئی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ جنت میں داخل ہوگا (صحیح مسلم)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سواری پر آگے سوار تھے اور آپ کے پیچھے معاذ بن جبل بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے معاذ! معاذ نے عرض کیا۔ لبیك یا رسول اللّٰہ۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا اے معاذ! معاذ نے پھر عرض کیا۔ لبیک یا رسول اللہ۔ آپ نے پھر ارشاد فرمایا اے معاذ! معاذ نے پھر عرض کیا لبیك یا رسول اللّٰہ۔ اس کے بعد نبی کریم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص اس کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس شخص کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام فرمائے گا۔ معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس کی خبر دوسرے لوگوں کو دے دوں جس سے وہ خوش ہو جائیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جب تو وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے۔ اس حدیث کو معاذ نے مرنے سے پہلے بیان کر دیا تا کہ اخفاءِ حدیث کے گناہ سے بچ سکیں۔ (صحیح مسلم)

عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ میری آنکھ میں کچھ تکلیف ہوگئی جس کی وجہ سے میں نے ایک شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج کر درخواست کی کہ آپ تشریف لا کر میرے گھر میں نماز ادا فرمالیں تا کہ میں اس جگہ کو اپنی نماز گاہ بنالوں۔ اس درخواست پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور آپ کے ساتھ چند صحابہ بھی تھے۔ میرے گھر آکر آپ نماز میں مشغول ہوگئے۔ چند صحابہ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ دوران گفتگو مالک بن دخشم کا ذکر چل پڑا کہ اس کے اندر کبر ونخوت پائی جاتی ہے۔ ان صحابہ میں سے کچھ نے سوچا کہ اس کے لئے نبی کریم دعاء بد فرمادیں۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے پوچھا کہ کیا مالک بن دخشم اس کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ وہ زبان سے تو اس کی گواہی دیتا ہے مگر اس کے دل میں ایسا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص بھی لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دے گا وہ نہ دوزخ میں داخل ہوگا اور نہ دوزخ اسے کھائے گی۔ (صحیح مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر سخت بھوک سے لوگ پریشان ہوئے۔ کچھ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں اجازت دیجئے کہ پانی لانے والے اونٹوں کو ذبح کر کے کھائیں اور ان کی چربی کا تیل بنالیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی اجازت عطا فرمادی۔ اسی گفتگو کے دوران عمر فاروق آگئے۔ اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ نے اس کی اجازت دے دی تو سواریاں کم پڑ جائیں گی۔ ہاں آپ یہ کریں تو اچھا ہے کہ لوگوں کا بچا ہوا کھانا منگوا کر سب پر دعاءِ خیر وبرکت کر دیجئے۔ ان شاء اللہ برکت ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ارشاد فرمایا۔ ٹھیک ہے ایسا ہی کرو۔ پھر سب کے بچے ہوئے کھانے منگائے گئے۔ اپنے ہاتھ میں کوئی شخص جو کوئی شخص کھجوریں اور کوئی شخص روٹی کے ٹکڑے لا رہا ہے۔ یہ سب مل کر بھی کم ہی مقدار میں جمع ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعاء کی۔ اور ارشاد فرمایا کہ سب اپنے اپنے برتنوں میں کھانا بھرلیں۔ چنانچہ سب لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لئے اور سب نے مل کر کھانا کھالیا پھر بھی کھانا بچ گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور جو شخص بھی اس کلمہ پر یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملے گا اسے جنت ملے گی۔ (صحیح مسلم)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال سے کچھ پہلے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے اس کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں اس کے لئے اللہ نے جہنم حرام فرمادی ہے۔ (صحیح مسلم)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جس شخص نے اس کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے اور اس کی بندی مریم کے بیٹے ہیں۔ اور اس کا وہ کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم کی طرف القاء کیا تھا اور وہ اللہ کی پسندیدہ روح ہیں۔ اور اس کی گواہی دی کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے۔ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے گا اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (صحیح مسلم)

☆☆☆

از: جانشین حضور مفتی اعظم فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری، ازہری دامت برکاتہٗ العالیہ

باب الاستفتاء

مسجد کے لئے زمین وقف کرنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ۔

نواب علی اور شبیر احمد نے مسجد بنانے کے لئے زمین دی جس کے درمیان ایک مسلم کی زمین صرف دس فٹ کے قریب چھوڑی تھی ان دونوں کے زمین دینے کے سبب درمیان کی زمین بہت زیادہ مہنگی چونسٹھ ہزار میں خریدی گئی جب کہ اتنے روپے سے اسی آبادی میں اس سے کئی گنا زیادہ زمین خریدی جاسکتی تھی، جب مسجد کی بنیاد رکھی جانے لگی تو شبیر احمد نے زمین دینے سے انکار کردیا جس سے مسجد کو زبردست نقصان پہنچا تو شبیر احمد کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ اس کا ساتھ دیں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ مسلمان ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کریں؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: بسم اللہ لیکھ پال وجمیل احمد، ڈاکخانہ مہراج گنج، ضلع بستی

الجواب: صورت مسئولہ میں جب شخص مذکورہ نے مسجد کے لئے زمین دے دی تھی تو اب اسے واپس لینا ایسا ہی ہے جیسے قے کر کے کھالینا حدیث میں ہے۔ العائد فی ھبتہ کا لعائد فی قیئہ وہ اب کیوں منع کرتا ہے اگر کوئی شرعی وجہ ہے تو بیان کرے ورنہ مسجد کے لئے زمین دے دے اور اگر اس زمین کو مسجد کے لئے وقف کردیا تھا تو اس میں مسجد بنانے سے منع کرنا جائز نہیں کہ وقف کے بعد شئی موقوفہ واقف کی ملک سے نکل جاتی ہے اور واقف کو بھی اس کی واپسی کا حق نہیں رہتا ہے مسجد کے بنانے میں بہت ثواب ہے حدیث میں ہے۔ من بنی اللہ مسجد ابنی اللہ بیتا فی الجنۃ جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا اس پر فرض کہ وہ مسجد بنانے میں رکاوٹ نہ پیدا کرے اور مسجد بنانے دے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد ناظم قادری بارہ بنکوی صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

بدعقیدہ سے رشتہ اور صلوٰۃ کا حکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ۔

سوال نمبر ۱: زید نے اپنی لڑکی کا نکاح دیوبند سے کیا نکاح پڑھانے والے امام کو پتہ نہیں بعد میں تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ وہ شخص دیوبندی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا ایسی صورت میں نکاح جائز ہوا یا نہیں براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عطا فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

سوال نمبر ۲: زید نے کہا کہ صلاۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوا کرتی تھی اب لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوجایا کرتے تھے ان کے جاگنے کے لئے صلاۃ پڑھی جاتی تھی اب کیوں پڑھی جاتی ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں آپ کی نوازش ہوگی۔

سوال نمبر ۳: زید جان بوجھ کر اپنی لڑکی کا نکاح کسی دیوبندی کے لڑکے سے کردیا ایسی صورت میں زید سے تعلق رکھا جائے یا نہیں؟

الراقم: محمد کرامت علی خاں، شیشم کھیڑا، ضلع بریلی شریف

الجواب: دیوبندی بدعقیدہ اور بسبب توہین اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کافر مرتد بے دین ہیں یہاں تک کہ علمائے حرمین شریفین نے فرمایا۔ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو ان کے کفریات پر مطلع ہوکر ان کے کفر عذاب میں شک کرے وہ بھی انہیں کی طرح ہے اور در بارۂ مرتد ومرتدہ حکم شرع یہی ہے کہ ان کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے "فتاویٰ عالمگیری" میں ہے۔ لا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلیۃ وکذلك لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد لہٰذا صورت مسئولہ میں ہے زید کی لڑکی کا نکاح نہ ہوا وہ فوراً اس سے علیحدہ ہوجائے توبہ کرے اور اگر واقعی امام نے لاعلمی میں نکاح پڑھایا تو اس پر الزام نہیں ہاں جو لوگ جانتے ہوئے اس نام کے نکاح میں شرک ومعاون ہوئے وہ سخت گنہگار حرام کار ہیں ان پر بھی توبہ لازم ہے توبہ

کریں تاوقتیکہ سب لوگ توبہ نہ کریں مسلمان ان سے ترک تعلق کرے قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔ بعد توبۂ صحیحہ تعلقات قائم کرے اور جو لوگ لاعلمی میں شریک ومعاون ہوئے ان پر الزام نہیں ہے لڑکی اس سے علیحدہ ہوجائے البتہ قانونی گرفت سے بچنے کے لئے کچہری سے آزادی حاصل کرلے تاکہ بعد میں وہ پریشان نہ کرسکے کہ اگرچہ کچہری کی آزادی شرعاً کچھ نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲-صلاۃ جائز ہے فقہ میں اسے تثویب کہتے ہیں جو جائز ہے ''مختصر الوقایہ'' میں ہے التثویب حسن فی کل صلاۃ ''درمختار'' میں ہے۔ یثوب فی الکل بما تعارفوہ الا فی المغرب اسی میں ہے: التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الاخر سن سبعماۃ واحدی وثمانین فی عشاء لیلۃ الثنین ثم یوم الجمعۃ ثم بعد عشر سنین حدث فی الکل الا المغرب ثم فیھا مرتین وھو بدعۃ حسنۃ لوگوں کا کہنا غلط ہے صلاۃ بند نہ کی جائے تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ دوم دیکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳-زید نے غلط کیا اس کی لڑکی کا نکاح دیوبندی سے نہ ہوا زید سخت گنہگار حرام کار ہے اس پر توبہ فرض ہے توبہ کرے اور اپنی لڑکی کو اس سے علیحدہ کرنے کی سعی کرے اور وہ علیحدہ ہوجائے توبہ کرے تاوقتیکہ وہ توبہ صحیحہ نہ کرے مسلمان اس سے ترک تعلق کریں بعد توبہ صحیحہ شامل کریں۔ واللہ تعالیٰ عالم۔

کتبہ: محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

مرتدہ کا نکاح پڑھانا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ۔

سوال نمبر۱: ابھی چند ماہ قبل دو مقام پر نکاح خوانی تھی جس میں عرب کے شاہ مسجد کے خطیب امام کو نکاح پڑھانے کے لئے کہا گیا مگر مسجد کے امام نکاح پڑھانے نہیں گئے لڑکی والے دیوبندی مسجد سے اپنا تعلق رکھتے ہیں اور وہیں جاکر نماز پڑھاتے ہیں یہاں تک کہ نماز جنازہ وغیرہ مگر لوگ جامع مسجد کے امام وخطیب نے جو سنی ہیں دونوں جگہ نکاح پڑھایا سنی امام سے یہ لوگ اس لئے نکاح پڑھانا چاہ رہے تھے کہ لڑکے والے جہاں سے برات آئی تھی سنی تھے اور اس لئے مجبوراً لڑکی والے سنی امام سے نکاح پڑھانا چاہ رہے تھے لوگ امام کا وہاں جاکر نکاح پڑھانا کیسا ہے؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

سوال نمبر۲: مسجد کا موذن اذان پنجگانہ کے علاوہ بعض وقت نماز بھی پڑھاتا ہے مگر موذن صحیح نہیں پڑھاتا یہاں تک کہ دونوں کے پاؤں کی حالت سجدہ میں تین انگلیاں بھی نہیں لگاتا ہے بتانے پر بھی عمل نہیں کرتا ہے آج تک اسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھایا وہ نمازیں ہوئی یا نہیں اور جو لوگوں کا پڑھایا آج بھی پڑھ رہے ہیں ان سب کی بھی نمازیں ہوئیں یا نہیں؟

سوال نمبر۳: جس کا شراب پینا ظاہر ہو وہ اگر قرآن خوانی اور میلاد خوانی کرنے کی دعوت کرے اس کے یہاں جانا کیسا ہے؟ جو لوگ جانتے ہوئے اس کے یہاں میلاد کریں دعوت کھائیں ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر واقعی لڑکی والے دیوبندی عقائد کے سبب دیوبندی کے پیچھے ان کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ بھی انہیں کی طرح مرتد بے دین ہیں اور لڑکی جب دیوبندیہ ہے تو اس کا نکاح پڑھانا ضرور حرام وگناہ ہے کہ مرتد ومرتدہ کا نکاح ہی نہیں ہے وہ اگرچہ اپنے ہم مذہب سے بھی کرے جب بھی نکاح نہ ہوگا بلکہ اس عالم میں نکاح نہ ہوگا بحوالہ امام شمس الائمہ سرخی پھر ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے۔ لا یجوز للمرتدان یتزوجل مرتدۃ ولا مسلمۃ ولا کافرۃ اصلی وکذلک لا یجوز نکاح المرتدۃ مع احد لہٰذا جانتے ہوئے جس امام نے پڑھایا وہ ضرور سخت گنہگار حرام کار ہے اور جو لوگ جانتے ہوئے اس نام کے نکاح میں شریک ومعاون ہوئے وہ سب بھی سخت گنہگار ٹھہرے سب پر توبہ لازم ہے توبہ کریں اور امام جب تک توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی یعنی پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب ہے بعد توبہ صحیحہ اس کے پیچھے نماز جائز ہے جب کہ اور کوئی وجہ شرعی مانع امامت نہ ہو اور یہ نکاح نہ ہوا وہ لڑکا اس دیوبندیہ سے علیحدہ ہوجائے ہاں اگر وہ اپنے عقائد کفریہ باطلہ سے توبہ صحیحہ کرکے تجدید ایمان کرے تو بعد توبہ تجدید ایمان اس لڑکے سے دوبارہ نکاح

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲- جو صحیح القرأۃ نہ ہو وہ لائق امامت نہیں ہے اور سجدہ میں پاؤں کی تین تین انگلیاں لگنا واجب ہیں اگر نہیں لگیں گی تو نماز واجب الاعادہ ہوگی جتنی نمازیں اس طرح پڑھیں کہ انگلیاں نہیں لگیں تو ان نمازوں کا اعادہ واجب ہے اور ایسے کو امام نہ بنائیں کہ امام کا صحیح القرأت ہونا بھی شرط ہے اور اذان دینے والا بھی صحیح تلفظ ادا کر کے اذان دے اگر اذان صحیح نہ ہو تو دوسرے صحیح خواں سے پڑھوائے اور وہ اپنے مخارج صحیح کرلے کہ نماز اس کی صحیح طور سے ادا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد ناظم قادری بارہ بنکوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

کمیٹی سے حاصل رقم اور جمعہ کی شرط

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ۔

سوال نمبر۱: بیس لوگوں نے مل کر کمیٹی ڈالی اب جس کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے تو وہ گھاٹے میں کمیٹی سے رقم اٹھا لیتا ہے جو فائدہ پہنچتا ہے اس کو بیسوں آدمی تقسیم کر لیتے ہیں اسی طرح سے یہ سلسلہ آخر تک چلتا ہے آخر میں بولی نہیں لگتی ہے بلکہ اس اوپر گھاٹہ باندھ دیا جاتا ہے اس کمیٹی والوں میں کسی کو فائدہ زیادہ ہوتا ہے کچھ کو کم کیا یہ کمیٹی ڈالنا حرام تو نہیں ہے شریعت کے حکم سے آگاہ فرمائیں۔

سوال نمبر۲: اکثر دیہاتوں میں جمعہ کے دو فرض پڑھا کر اسی وقت ظہر کے چار فرض پڑھا جاتا ہے کیا یہ ایسا کرنا درست ہے شریعت کی رو سے آگاہ فرمائیں۔

سوال نمبر۳: کیا سنت میں واجب چھوٹ جانے پر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز میں کوئی قباحت تو نہیں۔

سوال نمبر۴: امام نماز پڑھا کر مصلّے کا کونہ لوٹ دیتے ہیں یہ لوٹنا کیسا ہے؟

سوال نمبر۵: صاحب ترتیب والے کی نماز عصر قضا ہوگئی مغرب میں اتنا وقت ہے نہیں جو نماز عصر کی قضا پڑھے اب زید مغرب کی جماعت میں شریک ہو یا پہلے نماز عصر قضا پڑھ کر جماعت میں شریک ہو اس حالت میں زید کیا کرے؟

المستفتی: محمد فرید رضوی، امام وخطیب مسجد چاچیٹ

الجواب: صورت مسئولہ میں یہ طریقہ جائز نہیں ہے اور یہ بھی سود ہی کی طرح ہے اور اسے منافع کہہ کر لینا آپس میں تقسیم کر لینا ناجائز و گناہ سود ہے وہ لوگ توبہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲- جمعہ کی فرضیت کے لئے مصر ہونا شرط ہے "درمختار" میں ہے۔ لان المصر شرط الصحة لہٰذا جو جگہ گاؤں دیہات ہے وہاں ظہر ہی فرض ہے وہاں کے لئے یہی حکم ہے کہ اگر پہلے سے جمعہ ہوتا آیا ہے تو بند نہ کیا جائے اور بعد میں چار فرض باجماعت ادا کریں ظہر نہیں پڑھیں گے تو فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا اور سخت گنہگار ہوں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳- سنت ہو یا فرض کسی نماز میں سہواً واجب ترک ہو جانے سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ واجب ہے دوبارہ نماز پڑھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴- حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الشاطين يستعملون ثيابكم فاذا نزع احدكم ثوبه فليطوه حتى ترجع اليها انفاسها فان الشيطان۔ تمہارے کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو کپڑا اتار کر تہ کر دیا کرو پھر کہ اس کا دم راست ہو جائے کہ شیطان تہ کئے کپڑے کو نہیں پہنتا ابن ابی الدنیا نے قیس ابن ابی حازم سے روایت کی۔ قال ما من فراش يكون مفروشا لا ينام عليه احد الا نام عليه الشيطان۔ جہاں کوئی بچھونا بچھا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اس پر شیطان سوتا ہے ان دونوں حدیثوں سے اس کی اصل نکل سکتی ہے اور پورا مصلی لپیٹ دینا بہتر ہے کما فی فتاویٰ الرضویہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۵- صاحب ترتیب پہلے قضا پڑھے اس کے بعد مغرب کی نماز میں شریک ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد ناظم قادری بارہ بنکوی — صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف — قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

☆☆☆

اجمل العلماء کا جمالِ علم و فضل

یٰسٓ اختر مصباحی

اجمل العلماء سلطان المناظرین محققِ عصر حضرت علامہ مفتی الحاج الشاہ محمد اجمل قادری برکاتی رضوی اشرفی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۵ر محرم الحرام ۱۳۱۸ھ مطابق ۲۶ر دسمبر ۱۹۰۰ء، وصال ۲۸ر ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۸ر ستمبر ۱۹۶۳ء) سنبھل ضلع مراد آباد (یوپی، انڈیا) ہی کے نہیں بلکہ اہل سنت کے مایۂ ناز فرزند قابلِ افتخار عالم و فاضل اور ہندوستان کے مشہور محقق و مصنف و مناظر تھے۔ آپ کی صفات گوناگوں اور آپ کی شخصیت جامعِ کمالات تھی۔

خوش بختی سے آپ نے دینی و علمی گھرانہ میں آنکھیں کھولیں اور ایسے اساتذۂ کبار کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا جو علم و فضل اور محامد و محاسنِ دینی و دنیوی میں اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت مولانا محمد عماد الدین سنبھلی اور حضرت مولانا محمد عمر نعیمی مراد آبادی جیسے شفیق اساتذہ کی آغوشِ تربیت میں پرورش پاکر آپ کا جوہر نکھر گیا۔ اور صدر الافاضل فخر الاماثل حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج الشاہ محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان سے خصوصی نسبت و شرفِ تلمذ نے اس جوہر گراں مایہ کو وہ آب و تاب بخشی کہ جہانِ سنیت جگمگا اٹھا اور دلوں کے آفاق روشن و منور ہو گئے۔

حضرت اجمل العلماء نے علوم نقلیہ و عقلیہ کی تکمیل اہل سنت کی قدیم و شہرۂ آفاق درس گاہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے کی۔ ۲۰ر شعبان المعظم ۱۳۴۲ھ مطابق ۲۷ر مارچ ۱۹۲۴ء میں سند و دستار فضیلت سے آپ کو نوازا گیا۔ اور پھر حضرت صدر الافاضل کے حکم سے آپ نے تدریس و افتاء کی ذمہ داری سنبھالی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے وطن سنبھل ضلع مراد آباد کی مسجد جہان خاں میں آپ نے اپنی دینی و تبلیغی و علمی و تحقیقی خدمات کا آغاز کیا۔ یہاں آپ نے ۱۳۴۳ھ میں ایک ادارہ بنام مدرسہ اسلامیہ حنفیہ کی بنیاد ڈالی اور درس و تدریس کا فریضہ انجام دینے لگے۔ حضرت صدر الافاضل نے اس مدرسہ کا نام مدرسہ اہل سنت اجمل العلوم رکھا اور بفضلہٖ تبارک و تعالیٰ و بکرمِ حبیبہٖ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آج یہ اجمل العلوم شہر سنبھل کا سب سے بڑا اور اہل سنت کا ایک نمایاں دار العلوم بن چکا ہے جس کے مشرقی حصہ میں آرام فرما حضرت اجمل العلماء شب و روز اس کی روحانی سرپرستی فرما رہے ہیں۔

۱۳۳۷ھ میں حضرت صدر الافاضل اپنے شاگرد رشید اجمل العلماء کو اپنے ساتھ بریلی شریف لے گئے اور فقیہ اسلام امام اہل سنت مولانا الشاہ محمد احمد رضا حنفی قادری برکاتی رضوی سے آپ کو بیعت کرایا جو آپ کے لئے بڑی ہی سعادت و اعزاز کی بات ہے۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت مولانا الشاہ محمد حامد رضا قادری برکاتی رضوی سے اجمل العلماء کو خلافت و اجازت حاصل ہے۔ گلِ گلزارِ اشرفیت شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی کے دامنِ کرم سے بھی اجمل العلماء اس طور پر وابستہ ہیں کہ خلافت و اجازت کے انعام سے اس بارگاہِ فیض بخش سے بھی آپ سرفراز ہیں۔

تعلیم و تدریس، تصنیف و افتاء اور خطابت و مناظرہ حضرت اجمل العلماء کا خاص ذوق تھا اور آپ تاحیات انہیں دینی و علمی خدمات سے منسلک رہ کر اپنے اسلافِ کرام و اساتذہ و مشائخِ عظام کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔ اپنی تحریر و تقریر اور کردار و عمل کے ذریعہ آپ ہمیشہ اسی دینِ برحق اسی مذہب مہذب اور اسی مسلک مقدس کی طرف قوم و ملت کو دعوت و ہدایت دیتے رہے جسے قرآن حکیم صراط مستقیم قرار دیتا ہے اور حدیث نبوی کے الفاظ میں جو ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہے۔

جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے فراغت و دستار بندی کے بعد کچھ

دن پونہ دکن (موجودہ مہاراشٹر) اور کچھ دن جامعہ نعیمیہ میں بھی رہے۔ درس وتدریس کے ساتھ حضرت صدر الافاضل کے فیضانِ صحبت سے بھی بہرہ ور ہوتے رہے۔ پھر سنبھل میں مدرسہ اسلامیہ حنفیہ (تاسیس ۸؍محرم ۱۳۴۴ھ) یعنی موجودہ اجمل العلوم سنبھل میں طویل تدریسی زندگی گذاری جو لگ بھگ چالیس سال پر محیط ہے۔ آپ کے چند منتخب وممتاز تلامذہ یہ ہیں۔

حضرت مفتی محمد حسین سنبھلی، حضرت مولانا سید مصطفیٰ علی سنبھلی، حضرت مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی، حضرت مفتی عبد السلام سنبھلی، حضرت مفتی محمد حبیب اللہ نعیمی، حضرت مفتی محمد حسین نعیمی (لاہور)، حضرت مولانا محمد مختار اشرفی (پاکستان)، حضرت مفتی محمد افضل الدین حیدر، حضرت مولانا آل حسن نعیمی، حضرت مولانا چراغ عالم سنبھلی، حضرت مولانا شاہ محمد اول سنبھلی (لاہور)، حضرت مولانا مناظر حسین سنبھلی، حضرت مفتی محمد طیب حسین دانا پوری، حضرت مولانا قاری بدیل احمد رضوی (بیکانیر)، خلف اصغر مفتی محمد اختصاص الدین اجملی، حضرت مولانا قاری احمد حسن اشرفی، حضرت مولانا حبیب اشرف، حضرت مولانا قاری محمد حسن اشرفی وغیرہم۔

تصنیف وتالیف سے آپ کو خصوصی دلچسپی تھی۔ فیصلۂ حق وباطل، ردِّ شہاب ثاقب، اور ردِّ سیف یمانی آپ کی مشہور کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ چند دیگر تصانیف کے نام یہ ہیں۔ مذہب اسلام، اسلامی تعلیم، نظام شریعت، ریاض الشہداء (منظوم)، سرمایۂ واعظین، کاشف سنیت ووہابیت وغیرہ۔

مذکورہ سبھی کتابیں مطبوعہ ہیں۔ آپ کا نعتیہ دیوان ابھی تک غیر مطبوعہ ہے۔ اجمل الفتاویٰ (فتاویٰ اجملیہ) کی چار جلدوں کے اندر دس نہایت تحقیقی وقیمتی رسائل مختلف دینی وعلمی موضوعات سے متعلق ہیں۔ یہ مجموعۂ اجمل الفتاویٰ (فتاویٰ اجملیہ) ابھی اسی سال (۱۴۲۵ھ؍۲۰۰۴ء) طباعت کے مراحل سے گذر کر منظر عام پر آیا ہے۔ مشمولہ رسائل کے نام یہ ہیں۔

افضل الانبیاء والمرسلین، عطر الکلام فی استحسان المولد والقیام، قول فیصل، اجمل الارشاد فی اصل حرف الضاد، طوفانِ نجدیت وبیع آداب زیارت، بارشِ سنگی برقفائے سر بھنگی، تحائف حنفیہ برسوالات نجدیہ، اصل الکلام فی عدم القراۃ خلف الامام، اجمل القال لعارف رؤیۃ الہلال، فوٹو کا جواز در حقِ عازمانِ حجاز۔

فرقِ باطلہ بالخصوص وہابیہ کی تردید وتعاقب حضرت اجمل العلماء نہایت دلچسپی وسرگرمی کے ساتھ فرمایا کرتے۔ تحریر وتقریر کے ذریعہ دعوت وتبلیغ وپیغامِ سنیت دیتے وقت یا احکام ومسائلِ شریعت بتلاتے وقت وہابیہ نجدیہ کا رد بلیغ کیا کرتے تھے۔ فنِ مناظرہ میں آپ کو بے پناہ درک وعبور تھا۔ متنازعہ مسائل اور عبارتوں پر گہری نظر تھی۔ اہل سنت اور وہابیہ کے درمیان ہونے والے مناظروں میں کہیں آپ صدرِ مناظرہ ہوتے کہیں خود مناظر ہوتے اور کہیں کسی دوسرے مناظرِ اہل سنت کے علمی رفیق ومعاون ہوتے۔ سنبھل ضلع مراد آباد، جویا ضلع مراد آباد، چندوسی ضلع مراد آباد، ٹاٹا نگر جمشید پور، بریلی شریف وغیرہ کے مناظروں میں آپ کا نمایاں ترین کردار تھا۔

بریلی شریف کے مناظرہ میں اہل سنت کی فتح مبین کے بعد صدر مناظرۂ اہل سنت حضرت مجاہد ملت علامہ مولانا محمد حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی ومناظر اہل سنت حضرت علامہ مولانا محمد سردار احمد قادری رضوی لائل پوری کے ساتھ صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی نے حضرت اجمل العلماء کی بھی دستار بندی فرمائی۔ یہ مناظرہ ۱۳۵۴ھ؍۱۹۳۵ء میں ہوا تھا۔

اجمل العلماء فرمایا کرتے تھے۔ میرے گھر شادی ہو یا کسی کی موت ہو اور اسی دن مناظرہ ہو تو ان شاء اللہ میں شادی وموت کے بالمقابل مناظرہ کو ترجیح دوں گا۔ اس لئے کہ مناظرہ میں میرے جانے سے بدعقیدہ لوگ راہِ ہدایت پر آگئے تو یہ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کا سبب ہوگا۔ اور اگر مناظرہ میں میرے نہ جانے سے خدا نخواستہ کہیں اہل سنت کو کسی طرح کی شکست ہوگئی تو میدانِ محشر میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ اور اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ (روایت خلفِ اصغر حضرت مفتی محمد اختصاص الدین اجملی مہتمم مدرسہ اجمل العلوم سنبھل ضلع مراد آباد)

فقہ وافتاء میں اجمل العلماء کو مہارتِ تامہ حاصل تھی۔ ۱۳۴۳ھ؍۱۹۲۵ء میں آپ نے فتویٰ نویسی شروع کی اور اڑتیس سال تک یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ آپ کے تحریر کردہ

فتاویٰ جامع ومدلل اور قدیم عربی کتب فتاویٰ وفتاویٰ رضویہ وبہار شریعت کے مطابق ہوا کرتے تھے۔ ایک مفتی شرع کیسا اور کس صلاحیت کا ہونا چاہئے اس کے بارے میں اجمل العلماء ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

مفتی کی شرائط وآداب رد المحتار، فتاویٰ عالم گیری، فتاویٰ سراجیہ وغیرہ میں یہ ہیں۔

مسلمان ہونا، بالغ ہونا، عاقل ہونا، عادل ہونا، عالم ہونا، مذہب امام کا حافظ ہونا، اپنے اہل زمانہ سے واقف ہونا، اصول وقواعدِ امام سے واقف ہونا، اقوال فقہاء پر مطلع ہونا، بیدار مغز وہوشیار ہونا، بردبار ہونا، خلیق ہونا، خندہ رو ہونا، نرم مزاج ہونا، بوقتِ افتاء سخت غضب ناک یا غمگین یا مسرور نہ ہونا، فتاویٰ پر اجرت نہ لینا، اگر اپنی خطا پر مطلع ہوجائے تو رجوع کر لینا، جواب میں بلا وجہ تساہل نہ کرنا، خوش لباس ہونا، راہ میں چلتے ہوئے فتویٰ نہ دینا، مستفتیان میں اغنیاء کو فقراء پر ترجیح نہ دینا، فتویٰ کی عزت کرنا، جواب کے آخر میں واللہ تعالیٰ اعلم لکھنا۔

اور فتویٰ کا کام بلا سمجھے نہیں آتا، محض سند حاصل کر لینے یا مسائل سے واقفیت پیدا کر لینے سے مفتی نہیں ہوجاتا۔ اور فاسق نہ مفتی ہوسکتا ہے نہ اس کے فتویٰ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

درمختار میں ہے۔ والفاسق لا یصلح مفتیاً۔ ردالمحتار میں ہے۔ والحاصل انہٗ لا یعتمد علیٰ فتوی المفتی الفاسق مطلقاً۔

تو پھر مرتد وضال بدرجۂ اولیٰ نہ مفتی ہوسکتا ہے نہ اس کا فتویٰ قابل اعتماد ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ص ۶۶۹ کتاب الصوم باب رؤیۃ الھلال، فتاویٰ اجملیہ جلد دوم، فاروقیہ بک ڈپو، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی، طبع اول ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)

حضرت صدر الافاضل کے فیضانِ صحبت وتربیت نے اجمل العلماء کو اہل سنت کا مستند ومعتمد مفتی بنایا اور آپ کے تحریر کردہ فتاویٰ کے اندر فتاویٰ رضویہ وفتاویٰ امجدیہ وفتاویٰ نعیمیہ وفتاویٰ مصطفویہ وفتاویٰ حامدیہ وغیرہ جیسا رنگ صاف جھلکتا ہے کہ آیات واحادیث وآثار واقوال وارشاداتِ ائمہ وعلماءِ مجتہدین ومحققین سے آپ کے اکثر فتاویٰ مزین ومبرہن ہوتے ہیں۔

مفتی اعظم راجستھان حضرت مفتی محمد اشفاق حسین نعیمی کے ...

سعید ورشید حضرت اجمل العلماء کی تحریک وتوجہ خاص سے فتاویٰ اجملیہ کی جو چار جلدیں حضرت مولانا مفتی محمد اختصاص الدین اجملی خلف اصغر حضرت اجمل العلماء کے یہاں سے دست یاب ہوئیں اور حضرت مولانا محمد حنیف رضوی بریلوی کی تبییض وترتیب کے بعد تازہ بہ تازہ فاروقیہ بک ڈپو مٹیا محل دہلی سے شائع ہوئی ہیں وہ اس وقت میرے پیش نظر ہیں جو اجمل العلماء کا عظیم فقہی کارنامہ ہے۔ اور میں اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ اس فتاویٰ اجملیہ کے سیکڑوں صفحات پہ علم وتفقہ اور تحقیق وتدقیق کی نہر رواں سے ایسی متلاطم موجیں اٹھ رہی ہیں جو ایک طرف اپنے دامن میں حق وہدایت کے موتی سمیٹ رہی ہیں تو دوسری جانب کفر وبطالت اور زیغ وضلال کے خس وخاشاک کو دور بہالے جارہی ہیں، اور حق کو باطل سے ممتاز کر کے اس کے رخِ روشن کو مزید تابناک بنارہی ہیں۔

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ حضرت اجمل العلماء اس سلسلۂ ذکر وفکر ورشتۂ رشد وہدایت سے منسلک اور اس کے وارث وامین ہیں جو مراد آباد سے بریلی اور بریلی شریف ومارہرہ مطہرہ وکچھوچھہ مقدسہ ودہلی واجمیر مقدس کی دینی وروحانی وادیوں سے گذر کر بغداد مقدسہ ہوتا ہوا ساحلِ حجاز تک جا پہنچتا ہے اور پھر مدینۂ امینہ کی سرمدی سعادتوں سے ہم کنار ہوجاتا ہے۔

فتاویٰ اجملیہ میں کہیں شرح وبسط ہے کہیں اجمال واختصار ہے۔ کہیں اثبات واحقاق ہے کہیں ابطال واستیصال ہے۔ کہیں ذکر وبیانِ فضائل کا جمال ہے کہیں ردّ وطرد وتعاقب کا جلال ہے۔ کہیں آیات واحادیث کی نور افشانیاں ہیں کہیں آثار وارشاداتِ صحابہ وتابعین کی ضیاء باریاں ہیں اور کہیں اقوال وفرموداتِ ائمہ وفقہاء وعلماء کی ضوفشانیاں ہیں۔

جہاں کہیں اہل باطل وعلماءِ سو کے افکار وخیالاتِ فاسدہ کے ردوانکار کی بات آتی ہے وہاں آپ کا قلم غیرت وحمیتِ دینی کے جوش وخروش میں نوکِ خارا شگاف بن جاتا ہے جس کے نمونے فتاویٰ اجملیہ وردسیف یمانی وردشہاب ثاقب کے صفحات پہ جا بجا بکھرے ہوئے ہیں۔ اور یہ رنگ وآہنگ یہ اسلوب وانداز وہی ہے جو علماءِ متاخرین میں شیخ الاسلام مفتی انام امام احمد رضا ... کی خصوصیت اور ان کی شناخت ہے۔

اجمل العلماء کو امام احمد رضا سے وہ عقیدت ومحبت تھی کہ قلب وزبان کے ساتھ آپ کی تحریروں میں بھی کہیں کہیں اس کا خمار چھلکنے لگتا ہے۔ مثلاً

اس مسئلہ میں میرے مرشدِ شریعت وطریقت مجدد دین وملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا مولوی مفتی الحاج الشاہ احمد رضا خاں صاحب قدس سرہٗ کے دو رسالے میری نظر سے گذرے۔ (ص ۶۸۳، فتاویٰ اجملیہ جلد دوم)

عرب وعجم اور حرمین محترمین کے علماء کرام ومفتیانِ عظام نے فرمایا ہے کہ اس چودھویں صدی ہجری کے مجدد عالم علامہ فاضل فہامہ عمدۃ المحققین زبدۃ المدققین محی الشریعۃ السنیۃ مؤید الطریقۃ المرضیۃ باقر مشکلات العلوم مبین المنطوق منہا والمفہوم عین الاعیان وحید العصر والزمان مولانا الشاہ احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ص ۶۳۰- فتاویٰ اجملیہ جلد چہارم)

خود جو کچھ دیکھا اور پڑھا پھر اپنے اساتذہ سے جو کچھ سنا وہ اپنی جگہ! دوسری جگہوں پر بھی اجمل العلماء جہاں پہنچے ان کا مرجع ومآب امام احمد رضا ہی کو پایا۔ جیسا کہ ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ حضرت مولانا محمد عماد الدین سنبھلی جو آپ کے تایازاد بھائی بھی تھے اور استاد بھی ان کے ساتھ علی گڑھ پہنچے۔ وہاں استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد لطف اللہ علی گڑھی سے ملاقات کی۔ اس ملاقات میں ان دونوں بھائیوں نے حضرت مفتی صاحب سے کوئی مسئلہ شرعیہ پوچھا تو آپ نے فرمایا۔

میرا بڑھاپا ہے۔ حافظہ کمزور ہوگیا ہے۔ آپ حضرات یہ مسئلہ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے معلوم کریں۔ وہ اس دور میں اپنے وقت کے امام ابو حنیفہ ہیں۔

(روایت حضرت مولانا چراغ عالم سنبھلی شیخ الحدیث مدرسہ اجمل العلوم سنبھل ضلع مرادآباد تلمیذ حضرت اجمل العلماء)

اجمل العلماء کا یہ معمول تاحیات باقی رہا کہ وہ اپنے مرشد طریقت امام اہل سنت کے عرس مقدس میں بریلی شریف اور اپنے استاذ جلیل صدر العلماء کے عرس مبارک میں مرادآباد پہنچ کر حاضری وشرکت کرتے رہے۔ اور کبھی اس معمول میں کوئی فرق (باستثناء مدتِ علالت شدیدہ) نہ آنے دیا۔

حج وزیارت حرمین طیبین سے جب اجمل العلماء ۱۹۴۸ء میں شرف یاب ہوئے۔ اس وقت کا یہ مبارک واقعہ بھی کتنا ایمان افروز وروح پرور اور باعثِ ازدیادِ محبت وعقیدت ہے جسے اجمل العلماء خود اس طرح بیان کرتے ہیں۔

میں جب خلیفۂ اعلیٰ حضرت قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین قادری رضوی مہاجر مدنی کے دولت کدہ (باب مجیدی مدینہ منورہ) پر حاضر ہوا تو سلام ودست بوسی کے بعد آپ کی خدمت میں باادب بیٹھ گیا۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کا نام کیا ہے اور ہندوستان میں کس جگہ سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کی کہ میں سنبھل ضلع مرادآباد سے آیا ہوں اور میرا نام محمد اجمل ہے۔

اتنا سننا تھا کہ حضرت قطب مدینہ کھڑے ہوگئے اور پھر مصافحہ ومعانقہ فرمایا۔ میں نے حضرت سے اس عنایت ومحبت کا سبب جاننا چاہا تو آپ نے اپنے بستر کے سرہانے سے ایک کتاب نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ

میں روزانہ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوکر اس کتاب کے مصنف کے لئے دعاء کیا کرتا تھا کہ اللہ تبارک تعالیٰ انہیں حج بیت اللہ کی سعادت عطا فرمائے۔ بفضلہٖ تعالیٰ میری یہ دعاء قبول ہوگئی۔

آپ کے کمرہ کی ایک الماری کے بارے میں میں نے پوچھا کہ حضور! یہاں اس الماری کے رکھے جانے کی کوئی خاص وجہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔

ایک بار مجھ پر فالج کا حملہ ہوا تھا اور اتنا سخت تھا کہ اطباء نے علاج سے مایوسی ظاہر کردی تھی۔ میں نے بارگاہِ رسالت میں حاضری دی اور وہاں استغاثہ کیا۔ واپس آکر سویا تو یہ خواب دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، سیدنا حضور غوث اعظم جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ اور سرکار بیکس پناہ سلطان مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوئے ہیں۔

میں ایک چارپائی پر لیٹا ہوا تھا۔ سرکار دوعالم رحمت دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! ضیاء الدین تم کیوں لیٹے ہوئے ہو؟ یہ تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور! میں مرضِ فالج میں مبتلا اور اپنی زندگی سے عاجز ہوگیا ہوں۔ طبیبوں نے علاج سے انکار کردیا ہے۔

رسولِ رحمت وشفاء ودواء جملہ علتہائے روحانی وجسمانی وچارہ ساز وغم گسارِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ضیاء الدین! اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ تعمیلِ حکم کرتے ہوئے میں فوراً کھڑا ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا! چلو ہمارے اپنے مکان میں چلو۔ میں حضور کے غلاموں کے ادنیٰ غلام کی طرح باادب واحترام آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

اسی درمیان سیدنا غوث اعظم جیلانی رضی اللہ عنہ نے میرے اعضائے مفلوجہ پر اپنا دستِ کرم پھیرا۔ اور میں خواب ہی میں شفاء پاکر تندرست ہو گیا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے ان دونوں غلاموں (غوث اعظم بغدادی واعلیٰ حضرت بریلوی) نے اسی جگہ نماز اداء فرمائی۔ اور پھر تشریف لے گئے۔

صبح نماز فجر کے بعد میرے احباب ومتعلقین آئے۔ انہوں نے مزاج پرسی کی۔ اور یہ دیکھ کر سب کے سب حیران رہ گئے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا ہوں۔ انہیں میری اس شفایابی سے بے حد روحانی مسرت وخوشی حاصل ہوئی۔

یہ میرے پیرومرشد کا کرم اور انکی ذرہ نوازی ہے۔ ورنہ اس قابل میں کہاں تھا کہ سرکار اس طرح اس ادنیٰ غلام کو نوازتے؟

سرکار نے اور آپ کے دونوں غلاموں نے جس جگہ نماز ادا کی تھی وہ جگہ لائقِ احترام اور قابلِ تکریم ہو گئی اس لئے میں نے اس جگہ یہ الماری رکھ دی ہے تاکہ اس کا ادب واحترام ملحوظ رہے اور یہاں کسی کے پاؤں نہ پڑ سکیں۔ (روایت خلف اصغر حضرت مولانا مفتی محمد اختصاص الدین اجملی ناظم مدرسہ اجمل العلوم سنبھل ضلع مرادآباد)

غالباً اس واقعہ کا روحانی منظر وتاثر اجمل العلماء کے دل ودماغ پہ چھا گیا جس نے کسی کیف آگیں لمحہ میں آپ کے پورے وجود کو اس طرح سرشار کیا کہ آپ بہ شکلِ استغاثہ یہ شعر گنگنا اٹھے۔

کرم کی رحم کی امداد کی ہے آس اجملؔ کو
خدا سے، مصطفیٰ سے، غوث سے، احمد رضا خاں سے
(اجمل العلماء سنبھلی)

یہی رجوع وانابت الی اللہ اور اعتصام بحبل اللہ ...

العلماء کے فتاویٰ سے ظاہر ہے کہ وہ تکمیل جواب کے بعد آخر میں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب لکھنے کے بعد یہ ضرور تحریر کرتے ہیں کہ

کتبہٗ: المعتصم بذیلِ سیدِ کلِ نبی ومرسل
الفقیر الی اللّٰہِ عزّوجلّ
العبد: محمد اجمل غفرلہٗ الاول: ناظم المدرسۃ اجمل العلوم
فی بلدۃ سنبھل

درس وتدریس، وعظ ومناظرہ، تصنیف وفتاویٰ نویسی کے ساتھ اجمل العلماء اپنے اخلاق وکردار، حلم ووقار، اخلاص وایثار وضبطِ اوقات کے جمال وکمال سے بھی آراستہ تھے۔ اہتمامِ صلوٰۃ والتزام جماعت کا یہ عالم تھا کہ صحت ومرض وسردی وگرمی کوئی بھی حالت وکیفیت ہو آپ مسجد پہنچ کر جماعت سے نمازیں پڑھتے۔ اپنے دادا شاہ جی غلام رسول میاں کی مسجد میں خود ہی اذان دیتے اور خود ہی امامت بھی کرتے۔ اور خوش الحانی کے ساتھ نماز پڑھتے کہ آپ سبعہ عشرہ کے بہترین قاری اور تجوید وقرأت کے ماہر بھی تھے۔

تقریباً چونسٹھ سال کی عمر میں صدر الافاضل کے یہ تلمیذِ خاص، حجۃ الاسلام کے یہ روحانی خلیفہ، اور شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ محمد حشمت علی قادری برکاتی رضوی پیلی بھیتی کے دستِ راست اجمل العلماء سلطان المناظرین حضرت مولانا مفتی الشاہ محمد اجمل قادری رضوی اشرفی سنبھلی بروز چہار شنبہ بوقت بارہ بج کر بیس منٹ بتاریخ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۸ ستمبر ۱۹۶۳ء اپنے اللہ ورسول (جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم) کی رضا کے طالب وواصل ہوتے ہوئے اس جہانِ آب وگل سے رخصت ہوئے اور اسی روز بعد نمازِ مغرب دیپا سرائے سنبھل میں آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا مولوی مفتی محمد یونس نعیمی سنبھلی مہتمم جامعہ نعیمیہ مرادآباد نے پڑھائی۔ مرقدِ انور واجمل صحنِ مدرسہ اجمل العلوم سنبھل کے مشرقی حصہ میں ہے جو ہر لمحہ اپنے طلبہ واساتذہ وعوام وخواص کو یہ پیغام دیتا رہتا ہے کہ

نشانِ منزلِ مقصود ہے مری تربت
نشاں یہ چھوڑتا ہوں اہلِ کارواں کے لئے

حضرت نوری میاں مارہروی اور تاج الفحول بدایونی و اعلیٰ حضرت بریلوی

محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی، دارالعلوم قادریہ، ضلع مئو، یوپی

ارض بدایوں زمانہ قدیم سے علم وفضل اور فقر و عرفان کا گہوارہ رہا ہے۔ ایک سے ایک نامور اس خاک سے اٹھے اور اپنے اپنے کمالات کا لوہا منوا گئے۔ اسی خطۂ فضل وکمال کا ایک چمن پر بہار وہ خانوادہ ہے جو خلیفہ سوم حضرت ذوالنورین امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت نسبی رکھتا ہے۔ اس خاندان کے مورثِ اعلیٰ تقریباً آٹھ سو سال قبل بدایوں تشریف لائے جن کا نام نامی ہے، قاضی القضاۃ حضرت دانیال قطری (علیہ الرحمہ) جنہیں سلطان شمس الدین التمش نے قاہرہ سے طلب کر کے بدایوں کا قاضی القضاۃ بنایا تھا۔ جب سے آج تک یہ خانوادہ عثمانی علم وفضل کا گہوارہ چلا آرہا ہے۔ البتہ اس خانوادہ میں جس شخصیت نے سب سے زیادہ شہرت وعزت پائی اور جسے اپنے عہد میں مرجع العلماء ہونے کا شرف ملا وہ ذات گرامی ہے، حضرت اقدس تاج الفحول مظہر حق مولانا شاہ عبد القادر محبّ رسول عثمانی قادری فاضل بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان کی جو اپنے والد گرامی سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ معین الحق فضل رسول بدایونی علیہ الرحمہ (مصنف سیف الجبار) ہی کی طرح باطل کے لیے شمشیر برہنہ تھے اور اہل حق کے لیے شفقت پناہ اس عرش وقار عالمِ والا تبار کے مقام ومرتبہ کو بھلا ہم ہیچ مداں کب پہچان سکتے ہیں اور ان کے وقار علم ومعیار فضل کو کیسے ناپ سکتے ہیں جس کے مداح وقدرداں سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ ہیں اور صرف یہی نہیں کہ قدردان ہیں بلکہ انہیں معیار سنیت قرار دے رہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

آج قائم ہے دم قدم سے ترے
دین حق کی بنا محبت رسول
ٹھیک معیار سنیت ہے آج
تیری حب وولا محبّ رسول
سنیت سے پھرا عدو ئی سے پھرا
اب جو تجھ سے پھرا محبّ رسول

(چراغ انس ص: ۲۷، مطبوعہ بدایوں)

اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کو چونکہ مرشد تک رہنمائی کرنے والے تاج الفحول ہی ہیں اس لئے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

میں کہاں اور کہاں تعالیٰ اللہ
تیری مدح وثنا محبّ رسول
تیری نعمت کا شکر کیا کیجئے
تجھ سے کیا کیا ملا محبّ رسول
اور تو اور شیخ تجھ سے ملا
اس سے بڑھ کر ہے کیا محبّ رسول
اس کے در تک رسائی تجھ سے ملی
تو ہوا رہنما محبّ رسول
مجھ پہ واجب ہے تیرا شکرِ نعم
مجھ پہ لازم دعا محبّ رسول
خلد میں زیرِ ظل غوث کریم
رہیں یک جا رضا محبّ رسول

یہ تو اس سے عقیدت کا حال ہے جس کے ذریعہ شیخ تک رسائی ہوئی تو خود شیخ ومرشد سے کتنی عقیدت ہوگی اس کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔

اسی سیف اہل سنت ومعیار سنیت ذات کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حاشیہ المعتقد المنتقد میں ان معلیٰ القاب سے یاد فرماتے ہیں۔

”وقد انتدب للرد علیہم (ای علی الندویۃ) علماء السنۃ من الاقطار الہندیۃ وکان مقدم جمعہم ابن المصنف العلام محبّ الرسول تاج الفحول خاتمۃ المحققین مولانا الشاہ عبد القادر القادری البدایونی قدس سرہما (المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند ص (۳)

اس عبارت میں خاتمۃ المحققین کا لقب اعلیٰحضرت امام احمد رضا کے قلم سے کس قدر بھاری بھر کم ہے وہ اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں، پھر مقدم جمعہم کہہ کر حضرت تاج الفحول کو علماء اہل سنت کا پیشوا کہنا بطور خاص قابل توجہ ہے۔

فتاوی رضویہ جلد دوازدہم میں سرکار اعلیٰحضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنے زمانۂ ہوش کے مستند ومعتمد علماء میں دو شخصیتوں کو شمار کیا ہے ایک اپنے والد ماجد دوسرے حضرت تاج الفحول کو۔ فرماتے ہیں۔

”آہ آہ، آہ آہ! ہندوستان میں میرے زمانۂ ہوش میں دو بندۂ خدا تھے جن پر اصول وفروع وعقائد وفقہ سب میں اعتماد کلی کی اجازت تھی۔

اول: اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد، حاش للہ اس لیے کہ وہ میرے والد ووالی، ولی نعمت تھے بلکہ اس لیے کہ الحق والحق اقول الصدق واللہ یحب الصدق۔ میں نے اس طبیب

صادق کا برسوں مطب پایا اور وہ دیکھا کہ عرب وعجم میں جس کا نظیر نظر نہ آیا۔ الخ

دوم: والا حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا مولوی عبد القادر صاحب قادری بدایونی قدس سرہٗ الشریف، پچیس برس فقیر کو اس جناب سے بھی صحبت رہی۔ ان کی سی وسعت نظر وقوت حفظ وتحقیق انیق ان کے بعد کسی میں نظر نہ آئی۔ ان دونوں آفتاب وماہتاب کے غروب کے بعد ہندوستان میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا جس کی نسبت عرض کروں کہ "آنکھیں بند کر کے ان کے فتویٰ پر عمل ہو"

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲/ ۱۳۱، رضا اکیڈمی بمبئی)

فتاویٰ رضویہ ششم میں علمائے اہل سنت کے ذکر اور ان کے القاب کے بیان میں فرماتے ہیں۔

"چودھویں صدی کے علماء میں باعتبار حمایت دین ونصرت سنت نیز بلحاظ تفقہ حضرت مولانا محمد عبد القادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا پایہ اکثر معاصرین سے ارفع تھا۔ ایام ندوہ میں اور اس کے بعد فقیر نے سرگرم حامیان دین کے خطاب تجویز کیے ہیں۔ اسی زمانے میں حضرت فاضل بدایونی قدس سرہٗ کو "تاج الفحول" سے تعبیر کیا ہے جو آج تک ان کے اخلاف میں مقول ومقبول اور وہ بے شک باعتبارات مذکورہ اس کے اہل تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ

(فتاویٰ رضویہ ۶/ ۳۶۶۔۳۶۷، مطبوعہ مبارک پور)

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ العزیز اپنے والد ماجد خاتمۃ المحققین حضرت مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ سے سب سے زیادہ متاثر تھے کہ جو کچھ علم حاصل کیا اس میں زیادہ تر حصہ انہیں جناب کا تھا پھر ان کے بعد جس شخصیت سے زیادہ متاثر تھے وہ ذات گرامی تھی حضرت تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ عبد القادر قادری برکاتی بدایونی علیہ الرحمۃ کی اور پچیس سال تک کی طویل مدت عمر ان کی رفاقت وصحبت میں گزاری حتی کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا کو جب بیعت کی خواہش ہوئی تا کہ علم ظاہر کے ساتھ نسبت باطن بھی حاصل ہو جائے تو حضرت تاج الفحول ہی سے مشورہ لیا پھر ان کے ایماء واشارہ پر حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ حضرت تاج الفحول بھی خود ساتھ میں مارہرہ شریف گئے۔ اعلیٰحضرت امام احمد رضا کے والد گرامی بھی اسی مجلس میں مرید ہوئے اور دونوں کو اجازت وخلافت سے بھی نوازا گیا۔ یہ ۵/ جمادی الاخرہ ۱۲۹۴ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی علیہ الرحمۃ کا خانوادۂ عثمانی، بدمذہبوں کے رد کے سلسلے میں پہلے ہی سے مشہور تھا۔ آپ کے والد گرامی سیف اللہ المسلول حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے اسماعیل دہلوی رئیس الوہابیہ کا "سیف الجبار" کے نام سے رد تحریر فرمایا، ادھر اعلیٰ حضرت قادری بریلوی قدس سرہٗ کا بھی حال یہ تھا کہ ابا عن جد بدعقیدوں کے رد وطرد میں شمشیر برہنہ تھے۔ اب ظاہر ہے ان دونوں عظیم شخصیات نے جن بزرگ کو مرشد کی حیثیت سے چنا ہوگا وہ بھی شریعت وطریقت کا جامع اور دشمنان خدا اور سول کے لیے برق خاطف سے کم نہ رہا ہوگا۔ واقعی جس نے کہا ہے سچ کہا ہے۔ ع

میرے رضا کا مرشد ہونا سب کے بس کی بات نہیں

خانوادہ عثمانی بدایونی کا رابطہ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے پہلے ہی سے تھا۔ شاہزادگان خانقاہ مارہرہ مطہرہ میں سے بہتوں نے علمائے بدایوں سے تلمذ کا رشتہ قائم کیا اور بہت سے علمائے بدایوں نے پیران مارہرہ شریف سے بیعت وارادت واجازت وخلافت کا شرف حاصل کیا، اب یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی کہ تینوں خانوادوں، خانوادہ برکاتیہ مارہرہ، خانوادہ مجیدی عثمانی بدایوں اور خانوادہ رئیس العلماء مولانا رضا علی بریلوی نے مل کر ہند وپاک وبنگلہ دیش اور دیگر کثیر مقامات پر اور بیرون ہند بھی، دین کا جیسا کچھ علم لہرایا اور باطل کی جیسی سرکوبی کی ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ تینوں ہی خانوادے شریعت وطریقت کے سنگم ہیں، ہاں کہیں شریعت کا غلبہ ہے تو کہیں طریقت کا، اور ہر سہ خانوادوں نے تحریر وتصنیف کے ذریعہ بھی دین پاک کی نمایاں خدمات انجام دیں اور باطل افکار ونظریات کے حامل افراد کو سرنگوں کیا۔ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے مشائخ کرام نے تو دینی واصلاحی کتابوں کا ایک زبردست ذخیرہ چھوڑا ہے۔ مولانا ارشاد احمد مصباحی شہسرامی نے ان ساری کتابوں کی ایک فہرست مرتب کر کے شائع کردی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ خانقاہ برکاتیہ میں سرکار ابو الحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہٗ (وصال ۱۳۲۴ھ) کی شخصیت دور اخیر میں بڑی زبردست گزری ہے۔ آپ علم وفضل میں اپنے جد امجد خاتم الاکابر حضور سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان کے سچے جانشین ہوئے۔ آپ کی ذات سے خانقاہ برکاتیہ کو کافی فروغ ملا۔ بڑے بڑے علماء وفضلاء آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے اور آپ نے اپنے موروثی روحانی اثرات سے اور خود اپنے کسبی کمالات

سے مخلوقِ خدا کی خوب خوب خدمت کی۔ حلقہ ارادت کو بھی وسیع کیا اور ساتھ ہی تصنیف وتالیف کے ذریعہ بھی فروغ دین کا کام کیا، رفض وخروج اور وہابیت کی بیخ کنی میں بھی کوئی دقیقہ فردگزاشت نہیں فرمایا اور اس خانوادہ میں رد باطل کا جو مزاج صدیوں سے چلا آرہا تھا اس کو باقی رکھا۔ یوں ہی اپنے جد امجد کے خلفا سے بھی روابط برقرار رکھے۔ چونکہ بدایوں کے خاندان عثمانی سے خانقاہ برکاتیہ کا رابطہ قدیم سے رہا ہے اس بنا پر تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمۃ سے بھی صرف مراسم ہی نہ رہے بلکہ دینی معاملات میں ان سے رجوع فرماتے رہے اور تصنیف وتالیف میں بھی ان کے مشورے پر عمل کرتے رہے چونکہ انہیں تاج الفحول مولانا عبدالقادر صاحب نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز کو حضور خاتم الاکابر سے بیعت کرایا تھا، اعلیٰ حضرت کے بیعت ہوجانے کے بعد اب تاج الفحول کے ساتھ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ بھی خانقاہ کے معتمد ہوگئے اور حضور خاتم الاکابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوگیا تو سرکار نوری میاں قدس سرہٗ ہی سجادہ نشین منتخب ہوئے پھر آپ تاحیات حضرت تاج الفحول اور ان کے بعد ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا مطیع الرسول عبدالمقتدر بدایونی قدس سرہما کا ادھر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کا غایت درجہ لحاظ واحترام فرماتے رہے۔ علماء دین کی قدر ومنزلت تو اس خانقاہ کا طرۂ امتیاز تھی ہی (الحمد للہ آج بھی ہے) یہ دونوں حضرات خود علم وفضل کے ایسے پہاڑ تھے کہ پورے ہندوستان میں ان دونوں کا ثانی نہ تھا۔ لہٰذا ایسے مایۂ ناز علماء دین کا جتنا کچھ لحاظ وخیال ہوتا کم تھا۔ پھر جب حضرت تاج الفحول علیہ الرحمۃ بھی وصال فرماگئے تو سرکار نوری میاں علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت ہی کو اب اپنا اکیلا معتمد جانا کہ ''چشم وچراغ خاندان برکات'' کے معزز وموقر لقب سے ملقب فرمایا۔ اور اعلیٰ حضرت نے بھی اس عالی جناب جانشین مرشد کا خوب خوب اعزاز فرمایا ان کی سچی مدح میں مناقب وقصائد تحریر فرمائے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ماہِ سیما ہے احمدِ نوری ÷ مہر جلوہ ہے احمد نوری
نور والا ہے احمد نوری ÷ نور والا ہے احمد نوری
دور پہنچا ہے احمد نوری ÷ بہت اونچا ہے احمد نوری
جلب تقویٰ ہے احمد نوری ÷ سلب طغویٰ ہے احمد نوری
رشد وارشاد کا ترے سر پر ÷ آج طرّہ ہے احمد نوری
قادریت ہے چشتیت سے بہم ÷ تنگ دو پلکا ہے احمد نوری
آسماں سے [illegible] ÷ نام [illegible] ہے احمد نوری

اس قصیدہ میں پورے شجرۂ قادریہ برکاتیہ کو بھی پرو دیا ہے اور تصانیف نوری کو بھی۔ زبان اس قدر اعلیٰ معیاری اور کنایات واستعارات سے پر ہے کہ بہت سے اشعار عام لوگوں کے بس سے باہر ہیں۔ پورہ قصیدہ ایک سو چودہ (۱۱۴) اشعار پر مشتمل ہے۔ آخر کے چند اشعار اور ملاحظہ ہوں جو شجرہ کے بعد کہے گئے ہیں۔

خسروِ اولیاء ہیں آلِ رسول ☆ شاہزادہ ہے احمد نوری
میرے آقا کا لاڈ لا بیٹا ☆ نازوں پالا ہے احمد نوری
شب بدعت سے کہئے ہو کافور ☆ نور افزا ہے احمد نوری
رفض وتفضیل وندوہ کا قاتل ☆ سنت آرا ہے احمد نوری
سیدھا سادا ہے لیکن الٹوں سے ☆ بانکا، ترچھا ہے احمد نوری
شب باطل کا اب سویرا ہے ☆ حق کا تڑکا ہے احمد نوری
جس کا میں خانہ زاد اس کا تو ☆ پیارا بیٹا ہے احمد نوری
میرے آقا کا تجھ پہ اور تیرا ☆ مجھ پہ سایہ ہے احمد نوری
نورِ احمد مجھے بھی چمکا دے ☆ نام تیرا ہے احمد نوری
اتنا کہہ دے رضا ہمارا ہے ☆ پار بیڑا ہے احمد نوری
ہیں رضا کیوں ملول ہوتے ہو ☆ ہاں تمہارا ہے احمد نوری

مسلک اہل سنت وجماعت کی سچی ترجمانی اور عشق ومحبت غوث اعظم محبوب سبحانی کے تعلق سے خانوادۂ عثمانی بدایونی کی امتیازی شان کسی سے پوشیدہ نہیں۔ سچ پوچھئے تو فرقۂ گستاخ وہابیہ کا سرقلم کرنے میں اس خاندان عثمانی مجیدی نے ماضی میں جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ بھلائے جانے کے لائق نہیں بلکہ اس خصوص میں اس خانوادہ کو اولیت کا درجہ بھی حاصل ہے۔

یہ حقیقت تو سب تسلیم کرتے ہیں کہ حسنِ عقیدہ حسنِ عمل پر مقدم ہے۔ بغیر حسن عقیدہ حسنِ عمل کی کوئی قدر وقیمت نہیں، مگر اس اصول پر عمل پیرا رہنا سب کے بس کی بات نہیں۔ حق وباطل کے درمیان خط امتیاز کھینچنا حق کو حق اور باطل کو برملا باطل کہنا بڑے دل گردہ کا کام ہے۔ یوں تو ہر دور میں فتنے اٹھتے رہے اور اہل حق ان سے نبرد آزما ہوتے رہے لیکن ماضی قریب میں وہابیت کے فتنے نے پورے عالم اسلام میں اختلاف وانتشار کا جو بیج بویا ہے اس کی مثال ماضی کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ لہٰذا اس فتنے کا سر کچلنا اور امت مسلمہ کو اس کی نحوستوں سے نجات دلانا ماضی قریب میں وقت کا سب سے اہم تقاضا تھا۔ الحمد للہ دنیا اہل حق سے کبھی خالی نہیں رہی ہے اور نہ قیامت تک خالی رہے گی، چنانچہ شیوع وہابیت کے آغاز ہی میں ہندوستان کی جن دو عظیم شخصیتوں نے اس کا سرقلم کیا ان میں ایک تو ہیں مجاہد

حریت، قائد جنگ آزادی، بطلِ جلیل، فاضل بے عدیل، جامع معقول ومنقول حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ اور دوسرے قاطع نجدیت، بیخ کن وہابیت، جامع شریعت وطریقت، دلدادۂ برکاتیت حضرت علامہ سیف اللہ المسلول فضل رسول عثمانی بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند دلبند، مظہر حق، تاج الفحول، محبِ رسول مولانا شاہ عبدالقادر قادری برکاتی بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان نے آپ کے نقش قدم پر چل کر مسلک حق کی ترجمانی کی اور خوب کی۔ یوں تو سارے ہندوستان میں وہابیت کے خلاف محاذ جنگ قائم ہو چکا تھا۔ ہر طرف سے اس شجرۂ ممنوعہ پر ملامت ونفریں کا بازار گرم تھا حتی کہ خود دہلی میں علمائے حق کا متحدہ محاذ قائم ہو چکا تھا۔ چنانچہ دہلی کے مشہور عالم مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ مرزا مظہر جانِ جاناں چتلی قبر دہلی اپنی ایک تاریخی تصنیف ''مولانا اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان'' میں رقم طراز ہیں۔

''حضرت مجدد کے زمانے سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے ایک اہل سنت وجماعت، دوسرے شیعہ۔ اب مولانا اسمٰعیل دہلوی کا ظہور ہوا۔ وہ شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب کی طرف ہوا اور شیخ نجدی کا رسالہ ''رد الاشراک'' ان کی نظر سے گذرا اور انہوں نے اردو میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزادی کا دور شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہل حدیث کہلایا۔ کسی نے اپنے آپ کو سلفی کہا۔

ائمۂ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا۔ معمولی نوشت وخواند کے افراد امام بننے لگے اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہِ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئیں۔ اس وقت کے تمام جلیل القدر علماء کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا اور ان حضرات نے باتفاق اس کتاب کو رد کر دیا۔

(ص ۸-۹، اسمٰعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان ابوالخیر اکیڈمی دہلی ورضا اکیڈمی لاہور)

وہابیت [illegible] تقویۃ الایمان کا رد عمل [illegible] واضح ہو چکا لیکن یہ حقیقت بھی ذہن نشین کرنے کے لائق ہے کہ وہابیت باوجود مخالفت کے فروغ پاتی رہی۔ کچھ تو ''کلُ جدیدٍ لذیذٌ'' کے طور پر انسان کی عام عادت ہے کہ جو بھی نئی چیز دیکھتا ہے اسے چھونے [illegible] لگتا ہے اور اگر بظاہر میٹھی معلوم ہوئی تو اس کو اپنا بھی لیتا ہے اگر چہ اس میں جان لیوا زہر ہو اور اس کا اثر اندر اندر سرایت کرنے والا ہو اور کچھ انگریزوں کی شہ اور امداد کی وجہ سے کہ وہ دور جیسے وہابیت کے شیوع کا تھا انگریزوں کے تسلط کا بھی تھا ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت تھی انگریزوں کو مسلمانوں میں پھوٹ ڈال کر انہیں کمزور کرنے کی اور صاحبِ تقویۃ الایمان کو زر اور زور کی۔ اس سلسلے میں تاریخی شواہد اور ناقابل تردید دلائل سے واقف ہونے کے لیے ''امتیاز حق'' از رلجہ غلام محمد اور ''حقائق تحریک بالاکوٹ'' از شاہ حسین گردیزی ہر دو مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور ملاحظہ ہوں۔

ایسے میں وہابیت کے مضر اثرات سے امت مسلمہ کو بچانے کے لیے خال خال اور جستہ جستہ کوششیں کافی نہ تھیں بلکہ اس فتنۂ اندرمیاں وبلائے بے درماں کی مکمل سرکوبی کے لیے باضابطہ تحریک چلانے کی ضرورت تھی چنانچہ اس دور میں یہ فریضہ بدایوں کے خانوادۂ عثمانی اور مارہرہ مطہرہ کے خانوادۂ برکاتی نے بحسن وخوبی انجام دیا اور پھر انہیں دونوں مراکز علم وعقیدت کی نیابت وترجمانی تاجدار بریلی، ولی ابن ولی، عالم اہل سنت، مجدد دین وملت، منبع رشد وہدایت، آفتاب شریعت وماہتاب طریقت، مجمع البحرین، عاشق غوث الثقلین سیدنا امام احمد رضا اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے کی اور کچھ ایسی کی کہ ساری دنیا میں سنیت کا ڈنکا بجا دیا۔ آپ کے ساتھ آپ کے پورے خانوادہ نے، تلامذہ وخلفا نے ہمہ تن وہمہ جہت ایسی فضا بنائی کہ وہابیت کی چولیں ہل گئیں اور آج امام احمد رضا کا نام سنیت کی علامت بن گیا۔ اور ان کے نام سے مسلک حق کا نعرہ لگایا جانے لگا، ان سے عقیدت ومحبت معیار حقانیت قرار دے دیا گیا۔

مارہرہ شریف اور بدایوں میں اجازت وخلافت اور تلمذ کا سلسلہ کئی پشت سے چلا آ رہا ہے۔ سب سے پہلے خانوادہ کے عظیم بزرگ حضرت علامہ شاہ عین الحق عبدالمجید عثمانی بدایونی قدس سرہ حضور سرکار سید آل احمد اچھے میاں مارہروی قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ آپ نے ایک طویل عرصہ مارہرہ مطہرہ میں گذارا پھر مارہروی قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ پھر مارہرہ وبدایوں میں کچھ ایسی یگانگت وہم آہنگی رہی اور ایک دوسرے کا پاس ولحاظ ہوتا رہا کہ اس کی مثال مشکل سے کسی خانقاہ میں ملے گی۔ اس طرح اکابر مارہرہ مطہرہ علمائے بدایوں سے علم ظاہر لیتے اور اکابر بدایوں بزرگان مارہرہ سے اجازت

وخلافت اور باطنی فیض حاصل کرتے رہے۔ حتی کہ حضرت مولانا عبد المجید بدایونی صاحب کے پوتے حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا عبد المقتدر بدایونی علیہ الرحمہ کے عہد میں بھی اس تعلق کو پورے طور پر برقرار رکھا گیا باوجودیکہ حضرت تاج الفحول علیہ الرحمہ براہ راست مارہرہ مطہرہ سے بیعت نہ تھے نہ ہی وہاں سے اجازت وخلافت تھی۔

یہ امر مسلم ہے کہ تیرہویں صدی ہجری کے اواخر اور چودہویں صدی کے اوائل میں علمائے اہل سنت وجماعت کی قیادت وسربراہی کا سہرا حضور تاج الفحول علیہ الرحمہ ہی کے سر ہے۔ جس کا برملا اعتراف امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت قدس سرہٗ نے بھی فرمایا ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ (ج ۱۲/۱۳۱) کی عبارت ابھی گزری کہ حضرت تاج الفحول کی شخصیت وہ تھی کہ آنکھ بند کر کے جن پر شرعی معاملات میں اعتماد کیا جاسکتا تھا اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کیوں نہ اعتماد کلی کا اظہار فرماتے کہ ان کے مرشد کریم خاتم الاکابر حضرت اقدس سیدنا شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ نے حضرت تاج الفحول پر اعتماد کلی کا اظہار فرمایا ہے۔ حضور خاتم الاکابر کے حضرت تاج الفحول پر اعتماد کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سرکار نور العارفین سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں صاحب قدست اسراہم سراج العوارف میں فرماتے ہیں۔

''میں ایک روز عصر ومغرب کے درمیان پیر ومرشد (حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہٗ) کی خدمت میں حاضر تھا۔ اسی زمانہ میں میں نے ایک کتاب جنگ جمل وصفین ونہروان میں شریک ہونے والوں کے بارے میں اہل سنت وجماعت کے عقیدے کے متعلق لکھی تھی اور اصلاح کی نیت سے اس صاحب نظر کیمیا اثر (یعنی پیر ومرشد) کے سامنے حاضر کی تھی۔ فرمایا پڑھو، میں نے کچھ پڑھو، میں نے کچھ پڑھا، فرمایا کہ برخوردار مولوی عبد القادر سلمہ اللہ تعالیٰ (یعنی حضرت تاج الفحول بدایونی) نے اس رسالہ کا مطالعہ کیا یا نہیں؟ میں نے عرض کیا یہ بحث مولوی صاحب ہی کے مراسلہ سے مستنبط کی ہے۔ فرمایا کافی ہے کہ ان کا علم حاضر ہے اور ہمیں بڑھاپے کی وجہ سے اب اس کی فرصت نہیں ہے کہ اصلاح وتصنیف کی طرف توجہ دے سکیں'' (سراج العوارف از سرکار نوری میاں قدس سرہ ص ۵۹، مطبوعہ تبلیغ سیرت، بمبئی ۱۹۸۶ء)

مقام ابو الحسین: اکابر مارہرہ شریف میں حضرت سلطان العارفین سیدنا شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ کو اگر خاتم اکابر کہا جاتا ہے تو حضرت نور العارفین سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری عرف میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کو خاتم الولایت سے یاد کیا جاتا ہے۔ اول الذکر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے پیر ومرشد ہیں تو مؤخر الذکر تاجدار اہل سنت، امام العلماء علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا مفتی اعظم ہند اور ان کے برادر اکبر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی علیہما الرحمۃ والرضوان کے مرشدِ بیعت واجازت۔ اور خود اعلیٰ حضرت کو بھی سرکار نوری میاں سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

میں پہلے عرض کر آیا ہوں کہ مارہرہ وبدایوں میں دو طرح کی نسبت رہی ہے ایک تو بیعت واجازت کی دوسرے سلسلۂ تلمذ کی چنانچہ حضرت شاہ عین الحق مولانا عبد المجید عثمانی (جد امجد تاج الفحول) حضرت والا مرتبت، سید الاکابر حضور آل احمد اچھے میاں (پیر ومرشد خاتم الاکابر وعم محترم) کے مرید وخلیفہ تھے تو حضرت خاتم الاکابر سرکار اقدس سید شاہ عبد القادر محب رسول بدایونی علیہ الرحمہ حضرت خاتم الولایت نور العارفین سرکار نوری میاں مارہروی قدس سرہٗ کے استاذ ومعتمد خاص تھے حتی کہ حضرت نوری میاں نے آپ کو معیار سنیت قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت کے مرید خاص حضرت مولانا غلام شبر بدایونی مؤلف ''تذکرۂ نوری'' تحریر فرماتے ہیں۔

''علمائے اہل سنت سے باادب واحترام اور رؤسا سے بہ استغناء ووقار ملتے جن حضرات علماء سے خود حضور اقدس (نوری میاں) قدس سرہٗ نے کوئی فن حاصل کیا تھا ان کا خاص احترام ہوتا۔ علماء میں جو خصوصیت واعتماد حضرت مولانا مولوی عبد القادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ علیہ پر تھا کسی دوسرے پر نہ تھا اور اس کے چند وجوہ تھے۔

اولاً: حضرت خاتم الاکابر قدس سرہٗ کا ارشاد کہ علوم ظاہر میں مولانا سے مشورہ رکھئے ہم کو ان پر اعتماد ہے۔

ثانیاً: ابتداء سے تا وقت رحلت ربط ومحبت

ثالثاً: حضرت مولوی محمد عبد المجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی اور خصوصیت۔

اکثر ارشاد فرماتے ''ہمارے دور میں سنیت کی شناخت محبت مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہے'' ہرگز کوئی بدمذہب ان سے محبت نہ رکھے گا، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خود تعظیم فرماتے اور خدام کو تعظیم کی ہدایت کرتے۔ (تذکرۂ نوری ص ۱۲۹، سنی دار الاشاعت، لائل پور)

مولانا شاہ غلام شبر قادری نوری مزید لکھتے ہیں:

''مسائل فقہ میں اکثر مولانا مولوی محمد عبد القادر صاحب بدایونی

معینی مجیدی آل احمدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تذکرہ ومشورت فرماتے اور بعد بیان حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے جن علماء کے وسعت علم اور دیانت کی تعریف حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ سے سن چکے تھے ان پر پورا بھروسہ فرماتے۔ (ص ۲۷-۷۳، تذکرۂ نوری)

حضرت تاج الفحول اور سرکار نوری میاں علیہما الرحمہ کے مابین یگانگت وہم آہنگی اور ایک دوسرے کے پاس ولحاظ اور اعتماد وودادکی کیفیت حضرت مولانا یعقوب حسین ضیاء القادری بدایونی اپنی تکاب اکمل التاریخ (۱۳۳۱ھ) معروف بہ ''سوانح فضل رسول'' حصہ اول میں فرماتے ہیں۔

(سرکاری نوری میاں کے) ''حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ کے ساتھ نہایت خصوصی مراسم تھے، ہمیشہ فرماتے تھے ''جو میرا مرید ہے وہ حضرت کا مرید ہے۔ جو حضرت تاج الفحول کا مرید ہے وہ میرا مرید ہے۔ ان کا مخالف میرا مخالف۔ میرا مخالف ان کا مخالف ہے'' (اکمل التاریخ اول ص ۸۷ مطبوعہ مطبع قادری بدایوں ۱۳۳۳ھ)

گویا ان دونوں بزرگوں کی مثال کچھ ایسی تھی کہ۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ حضرت نور العارفین سرکار نوری میاں صاحب قدس سرہٗ نے باوجودیکہ حضرت تاج الفحول سے باضابطہ تعلیم نہیں پائی غالباً اسی وجہ سے اپنے اساتذہ کی فہرست میں ان کا نام درج نہیں فرمایا مگر پھر بھی آپ استاذی کہہ کر پکارتے اور استاذوں جیسا سلوک کرتے اور یوں ہی حضرت تاج الفحول علیہ الرحمہ ان کا پیروں جیسا ادب بجالاتے، مصنف تذکرۂ نوری ارقام فرماتے ہیں۔

''اکثر صاحبزادگان مارہرہ کو مولانا (تاج الفحول) مرحوم سے تلمذ تھا۔ آپ اس نعمت کے حصول پر فخر بھی فرماتے۔ صاحبزادہ سید حیدر حسین زید مجدہم، صاحبزادہ سید شاہ ظہور حیدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، صاحبزادہ حاجی سید اسمٰعیل حسن صاحب زید مجدہم، حضور سید شاہ مہدی حسن صاحب صاحب سجادہ برکاتیہ دامت برکاتہم، صاحب زادہ سید ارتضیٰ حسین صاحب زید مجدہم، صاحبزادہ سید اولاد رسول عرف محمد میاں صاحب دامت برکاتہم (آپ مولانا عبد المقتدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں) نے مدرسہ قادریہ (بدایوں) میں مولانا (عبد القادر) رحمۃ اللہ علیہ کے حضور قیام فرما کر علوم درسیہ مولانا مرحوم اور دیگر حضراتِ مدرسین مدرسہ عالیہ (قادریہ) سے پڑھے، لیکن حضور اقدس (سرکار نوری میاں) قدس سرہٗ نے [illegible] شرف [illegible] کے

مدرسہ قادریہ ہوئے، نہ کبھی مولانا مرحوم مدرسہ برکاتیہ (مارہرہ مطہرہ) میں مدرس رہے۔ پھر یہ معلوم نہیں کہ حضرت اقدس مولانا مرحوم کو حضرت استاذی کس طرح فرماتے تھے۔ غایت تحقیق وتلاش سے یہ معلوم ہوا کہ اکثر مسائل فقہ وکلام میں حسب ہدایت حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ، حضور اقدس (نوری میاں) مولانا مرحوم سے مشورہ فرماتے اور اپنی تصانیف کو بغیر مشورہ ومعائنہ حضور مولانا اجازتِ طبع نہ دیتے غالباً اسی افادہ کو شاگردی سے تعبیر فرمایا۔

یا چونکہ مولوی فضل اللہ صاحب جالیسری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے (یعنی سرکار نوری میاں) پڑھا تھا اور وہ حضرت مولانا عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے لہٰذا حضور اقدس مولانا کو استاذی فرماتے اور استاذانہ ادب کرتے، مولانا مرحوم بھی آپ کا ادب مثل مرشد فرماتے۔ والحق کہ دونوں حضرات میں عجب محبت وخصوصیت تھی کوئی کام دینی ودنیوی مولانا مرحوم بغیر مشورۂ حضور اقدس (نوری میاں) قدس سرہٗ کے نہ فرماتے (تذکرۂ نوری ص ۱۱۳-۱۱۴)

مولانا شاہ محمود احمد رفاقتی مظفر پوری رقم طراز ہیں۔ ''تاج العلماء قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ تاج الفحول حضرت مولانا شاہ محب رسول عبد القادر بدایونی قدس سرہٗ سے مشکوٰۃ المصابیح کا کچھ حصہ پڑھا (حیات سید شاہ آل رسول مارہروی ص ۱۶۵- خانقاہ رفاقتی اشرفی اسلام آباد مظفر پور، بہار)

آج کل بہت سے لوگ جب کسی مقام ومرتبہ پر پہنچ جاتے ہیں تو اپنے ان اساتذہ کو بھی بھول جاتے ہیں جن سے باضابطہ تعلیم وتعلم کا سلسلہ قائم تھا اور ان کو استاذ کہنے میں کسر شان محسوس کرتے ہیں اور یوں ہی بعض حضرات جو کسی اونچی شخصیت کو کچھ پڑھائے ہوتے ہیں بار بار ان کو اپنا شاگرد بتا کر اپنی شان اونچی کرنا چاہتے ہیں۔ دونوں طبقے کے لیے ان حضرات بزرگان دین کا طرز عمل نمونہ وقابل عبرت ہے۔ خدا ان بزرگوں کے سے اخلاص سے ہمیں بہرہ ور فرمائے آمین

خانقاہ برکاتیہ میں حضرت تاج الفحول کو جو مقام حاصل تھا اس کا بیان کرتے ہوئے مولانا محمود احمد رفاقتی مظفر پوری صاحب رقمطراز ہیں۔

''خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اور خاص سرکار نور العارفین قدس سرہٗ کے نزدیک حضرت تاج الفحول بدایونی علیہ الرحمہ کی جو وقعت وعزت تھی وہ اس بات سے بھی ظاہر ہے کہ مارہرہ مطہرہ کی محافل میلاد شریف میں جن علماء وخطبا کو اجازت تکلم تھی ان میں حضرت تاج الفحول اور سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہما کے نام نمایاں

ہیں۔ حضرت خاتم الاکابر قدس سرہٗ تو خود بنفس نفیس محفل میں تشریف رکھتے اور حضرت مولانا کا وعظ سنتے۔ آخر عمر میں محفل کا سارا انتظام حضرت تاج الفحول ہی کے حوالہ کر دیا تھا۔ (ماخوذ از حیات سید شاہ آل رسول مصنفہ مولانا محمود احمد رفاقتی)

مسند نشینی نور العارفین ونذر تاج الفحول و اعلیٰحضرت: حضور خاتم الاکابر قدس سرہٗ (۱۲۹۶ھ) کے وصال کے بعد حضور نور العارفین قدس سرہٗ ایک یا دو سال (حوالہ واضح رہے دو سال تک آپ کے عم محترم سید شاہ ظہور حسین صاحب سجادہ نشین رہے بعدہٗ عام رجحان کے پیش نظر حضور نور العارفین کو نامزد کر دیا گیا اور پھر باضابطہ مسند نشینی کی تقریب عمل میں آئی) ان کے بعد جب مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے تو اس محفل نور میں امام علمائے اہل سنت تاج الفحول حضرت مولانا شاہ عبد القادر بدایونی علیہ الرحمہ بھی حاضر تھے عجیب مسرت کا عالم تھا۔ چنانچہ سب سے پہلی نذر حضرت مولانا نے ہی گذاری اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی قدس سرہٗ بھی حاضر تھے آپ نے تاریخ سجادہ نشینی پیش کی۔ "رَحمَۃُ اللّٰہِ وَبَرکَاتُہٗ عَلَیکُمْ اَھلَ البَیتِ اِنَّہٗ حَمِیدٌ مَّجِیدٌ ۱۲۹۷ھ" جو سجادہ نشین مقرر ہونے کی تاریخ ہے اور جب آپ باضابطہ رونق سجادہ ہوئے ۱۲۹۸ھ میں تو سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے منقبت پیش کی جو حدائق بخشش میں موجود ہے اس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

برتر قیاس سے ہے مقام ابو الحسین
سدرہ سے پوچھو رفعتِ بام ابو الحسین
وارستہ، پائے بستۂ دام ابو الحسین
آزاد نار سے ہے غلام ابو الحسین
بوئے کبابِ سوختہ آتی ہے مے کشو
چھلکا شراب چشت سے جام ابو الحسین
میلہ لگا ہے شانِ مسیحا کی دید ہے
مردے جلا رہا ہے خرام ابو الحسین
یا رب ہمیں بھی چاشنی اس اپنی یاد کی
جس سے ہے شکریں لب وکامِ ابو الحسین
ہاں طالعِ رضا تری اللہ رے یاوری
اے بندۂ جدودِ کرامِ ابو الحسین
(حدائق بخشش اول)

نوری میاں اور مولانا عبد المقتدر: حضور نور العارفین قدس سرہٗ کی سجادگی کے وقت حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ نے پہلی نذر گذاری اس میں چنداں تعجب نہیں۔ حیرت تو اس پر ہے کہ جب حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ کا انتقال ہوا تو آپ کے صاحبزادۂ والا تبار حضرت مولانا عبد المقتدر بدایونی علیہ الرحمہ کو خود حضور نور العارفین نے خرقۂ خلافت پہنایا، سر پر عمامہ باندھا اور خود اپنے دست شریف سے دو روپئے بطور نذر سجادہ عطا فرمائے۔ یہ وہ عزت افزائی، وہ ذرہ نوازی ہے جس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ یہ تو تھی حضرت اقدس سرکار نوری میاں کی کرم فرمائی۔ دوسری طرف حضرت مولانا عبد المقتدر صاحب بدایونی کا حسن ادب وغایت احترام بھی ملاحظہ ہو کہ انہوں نے حضرت کے دست اقدس سے نذر نہیں اٹھائی کہ حضرت کا دست پاک نیچے ہوتا ان کا اوپر جب کہ نذر کا قاعدہ یہی ہے، بلکہ اپنا ہاتھ سرکار نوری میں بطرز گدایانہ نیچے کو پھیلا دیا تا کہ سرکار نوری کا عطیہ اس میں اوپر سے ڈال دیا جائے اور بڑے کی بڑائی بہر طور ملحوظ رہے، واقعی اسی کو کہتے ہیں بڑوں کی بڑی بات، (ماخوذ از تذکرۂ نوری ص ۱۲۵)

اس واقعہ سے بھی دونوں خانوادے اور دونوں بزرگوں میں جو اخلاص قلبی تھا اس کا بخوبی پتہ چلتا ہے، اور اوپر اس بات کا حوالہ گذر چکا کہ حضرت نور العارفین، حضرت تاج الفحول سے کچھ ایسا قلبی لگاؤ رکھتے تھے کہ ان کے مخالف کو اپنا مخالف اور ان کے دوست کو اپنا دوست سمجھتے تھے اور اختلافات کے وقت اگر اختلاف مذہبی ہوتا تو پھر حضرت تاج الفحول کی حمایت اور مخالف کی تردید میں کھل کر حصہ لیتے چنانچہ بدایوں میں ایک صاحب مذاق میاں تھے وہ تفضیلی ہو گئے اور صرف یہی نہیں کہ تفضیلی ہوئے بزرگوں پر اختراع بھی کرنے لگے اور پورا ایک گروہ اپنا الگ بنا لیا۔ حضرت مولانا شاہ عبد القادر بدایونی علیہ الرحمہ بھلا اس روش کو کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ آپ نے جم کر ان کا مقابلہ کیا اور چونکہ سادات کا نسبی تعلق سرکار مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اعلیٰ سے ہوتا ہے اس لئے مخالف کو اس کی امید ہوئی کہ شاید سرکار نوری میاں ہمارے بارے میں کچھ نرم گوشہ رکھیں لیکن آپ نے کوئی مروت نہ کی اور نہ کسی قسم کی مداہنت سے کام لیا۔ بلکہ اس گروہ سے مکمل برأت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

"اب مخالفت استادی مولانا محمد عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بر بنائے دنیاوی نہیں رہی اور جب بہ سبب اختلاف مذہب ہے تو ہم بھی اس جماعت سے جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے نہ ملے نہ ملیں گے اور جس محفل میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نہ جائیں گے ہم بھی شریک نہ ہوں گے۔" (تذکرۂ نوری ص ۱۲۵)

اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

قادری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

رفض و تفضیل و نجدیت کا گلا ☆ تیرے ہاتھوں کٹا محبِّ رسول
تو نے ابنائے بدمذاقی کو ☆ بے پدر کردیا محبِّ رسول (چراغ انس)

نوری میاں اور اعلیٰ حضرت: تمام تذکرہ نگاروں کا اس پر اتفاق ہے کہ سرکار نوری میاں نے حضرت تاج الفحول پر جیسا کامل اعتماد فرمایا ہے اسی طرح ان کے زمانے میں اور بعد میں بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ پر بھی کامل اعتماد کا اظہار فرمایا ہے یہاں تک کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں متعدد سوالات بھی حضرت نور العارفین قدس سرہٗ کی طرف سے ملتے ہیں جو اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ مسائل شرعیہ میں حضرت اقدس نوری میاں قدس سرہٗ اعلیحضرت امام احمد رضا سے استفتاء و استفادہ فرمایا کرتے تھے جب کہ بعض علوم میں حضرت نوری میاں اعلیٰ حضرت کے استاذ تھے، اور اعلیٰ حضرت کو آپ سے اجازت و خلافت بھی حاصل تھی اور بعد انتقال حضرت تاج الفحول قدس سرہٗ تو اعلیحضرت ہی مسائل شرعیہ میں واحد مرجع تھے اور یہ مدت ۱۳۱۹ھ تا ۱۳۲۴ھ تک کی ہے، اسی کا ذکر کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے نام ایک مکتوب میں سرکار نوری میاں ارشاد فرماتے ہیں۔

"چشم و چراغ خاندان برکاتیہ مارہرہ، مولانا احمد رضا خاں صاحب، دام عمرہم و علمہم۔

از ابوالحسین۔ بعد دعائے فقرۂ مقبولیت محررہ القاب سطر بالا واضح ہو کہ یہ خطاب حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھ کو دیا تھا۔ باوجودیکہ میں لائق اس کے نہ تھا تحریر فرمایا کرتے تھے، چونکہ اب میں بظاہر اسباب، انواع انواع امراض میں ایسا مبتلا ہوں کہ مصداق اس مصرع کا ہوگیا ہوں ع

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

اور مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ بھی اٹھ گئے اور جگہ خالی کر گئے تو اب سوائے آپ کے حامیِ کار اس خاندان عالی شان کا خلفاء میں کوئی نہیں رہا۔ لہٰذا میں نے یہ خطاب آپ کو بایمائے غیبی پہنچا دیا، بطوع و رغبت آپ کو قبول کرنا ہوگا۔ اور میں نے بطیب خاطر بلا جبر و اکراہ بہ رغبتِ قلب، یہ خطاب آپ کو ہبہ کیا اور بخش دیا، یہی خط اس کی سند میں باضابطہ ہے، فقط

ابوالحسین از مارہرہ، ۲۲ محرم ۱۳۲۰ھ

(حیات اعلیٰ حضرت قلمی جلد چہارم ص ۲۹۱، از ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ)

نور العارفین سلطان الاولیاء حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سید شاہ ظہور حسن ابن خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول مارہروی، بمقام مارہرہ ضلع ایٹہ (یوپی) ۱۹ر شوال ۱۲۵۵ھ/۲۶ر دسمبر ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے والدہ کا عمر ڈھائی سال اور والد کا گیارہ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ جد امجد خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہ نے تعلیم و تربیت دی اور دوسرے اساتذہ سے بھی تعلیم دلائی، جد امجد کے انتقال کے بعد ۱۲۹۷ھ میں جانشین مقرر ہوئے اور وعظ و ارشاد، تصنیف و تالیف سے خلق خدا کی رہنمائی فرمائی، آپ ہندوستان کے ان اکابر اولیاء میں شمار کیے جاتے ہیں کہ ہندوستان کو بجا طور پر فخر کرنا چاہئے، کثیر تعداد میں خلفاء و مریدین کو چھوڑ کر ۱۱ر رجب ۱۳۲۴ھ/۱۳ر اگست ۱۹۰۶ھ کو مارہرہ مطہرہ میں وصال فرمایا، خاتم اکابر ہند ۱۳۲۴ھ تاریخ کہی گئی، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں حضور صاحب البرکات شاہ برکت اللہ قادری رضی اللہ عنہ کے پائیں آرام فرما ہیں اور مرجع خلائق۔

آپ کے خلفا میں دو شخصیتیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث و محقق بریلوی اور ان کے دونوں صاحبزادگان حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا قادری برکاتی اور تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ ابو البرکات محی الدین جیلانی عرف محمد مصطفیٰ رضا نوری بریلوی علیہم الرحمۃ والرضوان سب سے زیادہ مشہور و معروف اور بافیض گزرے ہیں۔ جن کے مریدین کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ گویا فیضان برکات و نوری کا چشمہ بریلی کے راستہ سے خوب رواں دواں ہے۔ اور جیسے فیضان قادریت کا سب سے بڑا دریا ہندوستان میں مارہرہ مطہرہ ہے اسی طرح اس مرکز قادریت کا سب سے گہرا سوتا بریلی سے جاری و ساری ہے بلکہ دین حق کا تشخص آج بریلی سے قائم ہے۔ اور مسلک اعلیٰ حضرت کا پوری دنیا میں ڈنکا بج رہا ہے۔ اور تاجدار بریلی، اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی علمی، تحقیقی کتابوں نے مسلک اہلِ سنت کی گرتی ہوئی دیواروں کو تھام رکھا ہے اور بدعت و بدعقیدگی کے اس دور سیاہ میں سرکار اعلیٰ حضرت کے نام اور کام نے ہدایت کا اجالا پھیلا رکھا ہے اور اس عاشق رسول و کشتۂ مدینہ کے نعتیہ نغموں بالخصوص "مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" نے تو پوری دنیا میں دھوم مچادی ہے، جو سب صدقہ ہے آقایانِ مارہرہ کا۔ سچ فرمایا میرے امام نے

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے مری سرکاروں کے

علماء حق اور علماء سوء

بدر القادری مصباحی، اسلامی اکیڈمی، دی ہیگ، ہالینڈ

خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

"سوچئے تو سہی یہ تاریخ کا کیسا دلدوز سانحہ ہے کہ آزادیٔ ہند کے ہیرو کو گمنامی کے پردے میں چھپایا جا رہا ہے۔ اور انگریز بہادر کے زر خرید غلاموں کی پیشانی پر شہید وطن و سپہ سالار اعظم کا لیبل چسپاں کیا جا رہا ہے عدل و انصاف کے گلے پر چھری چلتے دیکھ کر میرے جسم کی ایک ایک رگ کانپ اٹھی، دل و دماغ کی غیر متحرک دنیا میں ایک تلاطمہ سا پیدا ہو گیا"۔ (خون کے آنسو ج ۱، ص ۴، مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

تاریخی حقائق کے قتل عام پر ہر احساس مند ضمیر کی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ ان تمام واقعات کا جو تاریخِ مرزائیت یا تاریخ وہابیت ہند سے تعلق رکھتے ہیں ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کے زوال سے بہت بڑا تعلق ہے۔

جس طرح ایک بوڑھے اور نحیف جسم پر بیماریوں، اور خارجی حالات کا اثر بہت زیادہ اور جلد ہوتا ہے۔ اسی طرح جب تک سلطنت مغلیہ مضبوط و مستحکم رہی۔ اسلامی اصولوں کی تلوار ہر فتنہ کا انسداد کرتی رہی۔ اور جب اس میں ضعف پیدا ہوا۔ اور بہادر شاہ ظفر جسے تاریخ "مرد بیمار" کہتی ہے سازشیوں اور غداروں کے پنجوں میں محصور ہو گئے، اس وقت نت نئے فتنوں نے سر ابھارنا شروع کر دیا۔ ہر ذی شعور انسان معمولی غور و فکر سے اس مسئلہ کی کنہ تک پہنچ سکتا ہے کہ ایک اسلامی سلطنت کا خاتمہ ہو رہا ہے اور دوسری جانب ایک مرتد قوم کا تسلط قائم ہو رہا ہے۔ زوال پذیر اسلامی سلطنت کے اعوان و انصار یا اسلامی ریاست کے عام باشندے ان تین حالات سے الگ نہیں ہو سکتے۔

(۱) اسلامی سلطنت کی بقاء کے لیے جہاد کریں۔ حاکم اسلام کا ساتھ دیں۔ اور دشمن سے مقابلہ کریں۔

(۲) دشمن گروپ کا ساتھ دیں، اور ان کی حمایت میں اسلامی سلطنت اور مسلمانوں سے لڑیں

(۳) اسلامی سلطنت یا دشمن گروپ کسی کا ساتھ نہ دیں خاموش تماشائی بنے رہیں۔

ظاہر بات ہے کہ کسی مسلمان کے لیے دوسری اور تیسری روش پر عمل کرنا جائز نہیں ہو سکتا۔ اور مؤخر الذکر دونوں طریقوں میں سے کسی پر کار بند ہونے والا کس حکم میں داخل ہے اس کا فیصلہ تو قوانین اسلام کے ماہرین حضرات مفتیانِ کرام کا حصہ ہے۔ تاہم تاریخ کے ابواب سے ذیل میں ہم جن حقائق کا ذکر کرنے جا رہے ہیں قارئین خود فیصلہ کر لیں گے کہ مسلمانوں کون سا طبقہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے سر بکفن ہوا اور کس نے فرنگیوں کے اشارے پر مسلمانوں کی گردنیں کاٹیں اس وقت تک میسور سرنگا پٹنم کا شیر ژیاں سلطان ٹیپو عزت کی موت پر ذلت کی زندگی کو قربان کر چکا تھا۔ شمالی ہند میں سکھوں کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ جنوب ہند میں مرہٹوں کی قوت بھی فنا ہو چکی تھی۔ لے دے کر مغل سلطنت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ باقی رہ گیا تھا۔ جسے قائم رکھنے کے لیے مسلمانوں کے لہو کی ضرورت تھی۔ فرنگی قوم، ہر قوم میں سے غدار پیدا کرنے میں ید طولیٰ رکھتی تھی۔ اور پھر انہی غداروں کے ذریعہ ملک اور قوم کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتی تھی۔ تفرقہ پھیلا کر اپنا مقصد حاصل کرنا یہ انگریز کے اصولوں میں سے نہایت اہم اصول ہے۔

جناب شمس الحق افغانی اپنے مضمون "برصغیر کے اسلامی مدارس" میں سر جان میلیکم کا قول نقل کرتے ہیں۔

"ہماری حکومت کی حفاظت اس پر منحصر ہے کہ جو مستحکم جماعتیں ہیں انہیں تقسیم کر کے ہر جماعت کو مختلف طبقوں اور فرقوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔ تا کہ وہ جدا رہیں میں اور ہماری حکومت کو متزلزل نہ کر سکیں۔" (ماہنامہ البلاغ کراچی فروری ۱۹۶۹ء)

علامہ مشتاق احمد نظامی کی تحقیق و جستجو سے استفادہ کرتے ہوئے شیخ محمد اسماعیل پانی پتی کے مضمون "۱۸۵۷ء میں علماء کا حصہ" سے اقتباس نذر قارئین کر رہا ہوں جو اسلام دوست اور اسلام دشمن یعنی علماء حق اور علماء سوء کی نشاندہی میں مفید ثابت ہوں گے۔

"جب دہلی کے گلی کوچوں میں جنگ آزادی لڑی جا رہی تھی، اور بازاروں میں لاشوں کے ڈھیر پڑے تھے۔ اگر اس وقت ایک طرف مخدوم شاہ محمود جیسے عالم اپنے مریدوں سمیت جہاد کے خلاف تھے، تو دوسری طرف مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا جعفر تھانیسری، مولانا امام بخش صہبائی، مولوی مبارک علی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مفتی مظہر کریم دریابادی، مولانا احمد اللہ، مولانا یحییٰ علی، مفتی انعام اللہ گویا، مفتی لطف اللہ علی گڑھی، مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا فضل امام خیر آبادی وغیرہ جیسے سینکڑوں عالم فاضل ایسے تھے جو جنگ آزادی میں برابر کے شریک تھے، اور جب مغلیہ خاندان کا آخری

چراغ بجھ گیا، تخت وتاج چھن گئے، اور وطن کے جاں نثاروں کو چن چن کر گولیوں کا نشانہ بنادیا جانے لگا تو اس میں علماء بھی شامل تھے جو اس وقت دوسرے لوگوں کو پیش آئے، جن علماء وفضلاء نے فتویٰ جہاد پر دستخط کیے تھے ان کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں مولانا فضل حق خیر آبادی کو جزیرۂ امان بھیجا گیا۔(سہ روزہ دعوت دہلی ۲۸/اگست ۵۷ء)

اسلام کا بے باک مجاهد: اس وقت انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دینے والا۔ اور ببانگ دہل رزم گاہ حق وباطل میں کود پڑنے والا سب سے پہلا عظیم مجاہد اسلام کون تھا، وہی عظمتِ اسلام اور ناموسِ رسول کا محافظ تحقیق الفتویٰ کا مصنف علامہ فضل حق خیر آبادی، جس نے جرأت وبصارت، شجاعت وعزیمت کا اسلامی شاہکار بن کر فرزندان ملت کو للکارا۔ جب کہ دہلی کے گلی کوچوں میں فرنگی گرگے گھس گھس کر مسلمان رہنماؤں کو "بیعت فرنگ" کی تحریص کا کام کررہے تھے، شیرانِ اسلام کو بزدل اور مصلحت کوشی کے سبق دے رہے تھے اور کچھ لوگ اپنی جان بخشی اور عافیت کے لیے انگریز کی خوشنودی کے نت نئے طریقوں پر غور وخوض کررہے تھے۔ علماء حق کے ایک طبقہ نے جس کی قیادت علامہ فضل حق خیر آبادی نے سنبھال رکھی تھی ہر لومۃ لائم سے بے نیاز ہوکر سات سمندر پار کے غاصبوں کے خلاف اسلامی جہاد کا فتویٰ صادر کردیا۔ کیسا سخت ماحول رہا ہوگا۔ جب کہ خود مسلمانوں کو سپوتاژ کرنے کے لیے مسلمانوں کے ہاتھوں کا خنجر خریدا جارہا تھا۔ اپنے گھر میں آگ لگانے کے لیے گھر کے افراد ہی سے چنگاری سلگانے کا کام لیا جارہا تھا، شہر دہلی سازشوں اور ہنگاموں کا مرکز بنا ہوا تھا، مگر قربان جاؤ علامہ خیر آبادی کے عزم وایمان کے ہر مصلحت سے بے نیاز ہوکر احقاق حق کا فریضہ سرانجام دیا۔ باغی ہندوستان میں عبدالشاہد خاں شروانی لکھتے ہیں۔

"علامہ (فضل حق خیر آبادی) سے جنرل بخت خاں ملنے پہنچے مشورہ کے بعد علامہ نے آخری تیر ترکش سے نکالا۔ بعد نماز جمعہ جامع مسجد (دہلی) میں علماء کے سامنے تقریر کی، استفتاء پیش کیا، مفتی صدر الدین خاں آزردہ صدر الصدور دہلی، مولوی عبدالقادر، قاضی فیض اللہ دہلوی، مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبر آبادی، سید مبارک شاہ رامپوری نے دستخط کردیئے، اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی ملک میں عام شورش بڑھ گئی، دہلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہوگئی تھی۔" (باغی ہندوستان ص ۱۵۶)

ترجمہ الثورۃ الہندیہ کے مقدمہ میں جناب عبدالشاہد خاں

شیروانی اس لرزہ خیز ماحول میں علامہ کے مجاہدانہ عزم وثبات کا ذکر کرتے ہیں۔ اور اس کی پاداش میں انہیں کن مصائب وآلام کا شکار ہونا پڑا اس پر روشنی ڈالتے ہیں اور انگریز کن عزائم کے تحت یہ سب کارگزاریاں کررہا تھا اس پر تبصرہ کرتے ہیں۔

"اس رسالہ کو دیکھنے سے اس وقت کے ہولناک حالات کا نقشہ سامنے آجاتا ہے، اور نصاریٰ کے خوفناک عزائم کا پتہ چلتا ہے۔ کہ کس طرح ہندوستان کی رعایا کے گلے میں دائمی غلامی اور نصرانیت کا پٹہ ڈالنے کی کوششیں ہورہی تھیں۔ اور علماء ومجاہدین کا ایسے موقع پر اعلان جہاد کس قدر بروقت اور ضروری تھا، علامہ خیر آبادی کا رجب ۱۲۷۵ھ میں باطل قوتوں کے سامنے یہ اعلان حق ہمیشہ آب زر سے لکھا جاتا رہے گا۔" (مقدمہ باغی ہندوستان ص ۵۷)

۱۸۵۷ء کی ایک جھلک: اس وقت کے ہندوستان کی ابتری، اور اختلاف وانتشار، ژولیدگی وپراگندگی کا جائزہ لینے کے لیے الثورۃ الہندیہ ہی کی چند عبارتوں کا ترجمہ مناسب رہے گا۔ بہادر شاہ ظفر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"(انگریز کے خلاف بغاوت کرنے والے) بہت سے لشکر دارالسلطنت دہلی جا پہنچے، وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے ایسے شخص کو سردار ورہنما بنالیا جو اس سے پہلے ان کا آمر وحاکم تھا، جس کے پاس اس کے ارکان دولت اور وزیر بھی تھے، لیکن وہ خود ضعیف غمزدہ اور ناتجربہ کار تھا عمر کی کافی منزلیں طے کرکے بڑھاپے کی وادی میں قدم رکھ چکا تھا۔ (ص ۲۵۷)

نوبت بہ اینجا رسید کہ نصاریٰ کا لشکر ان پر آکر ٹوٹ پڑا۔ ایک بلند پہاڑی (دھیرج) پر چڑھ کر شہر کا رخ کردیا۔ شہر کا محاصرہ کرکے خندقیں کھود ڈالیں پہاڑی پر توپیں اور منجنیقیں نصب کرکے شہر پناہ اور مکانات پر گولہ باری شروع کردی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بجلیاں اور ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر عمارتوں پر گر رہے ہیں (ص ۲۶۰)

ہزاروں شہری بھی نصاریٰ کا دم بھرنے لگے، اور تمام ہندوان کے ساتھی ہوگئے، مسلمانوں میں دو گروہ بن گئے، ایک گروہ تو ان (انگریزوں) کا جانی دشمن تھا، دوسرا گروہ ان کی محبت میں اس درجہ غلو رکھتا تھا کہ اس نے ہندوستانی لشکر کی بربادی اور ان کے قلع قمع کرنے میں مکروحیلہ سے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، اور ان میں افتراق وانشقاق پھیلانا ان کا دلچسپ مشغلہ تھا (ص ۲۶۲)

یہ مقابلہ دہلی کے محاذ پر مئی کے مہینہ سے شروع ہوکر ستمبر ۱۸۵۷ء تک جاری رہا، بالآخر مجاہدین کو شکست ہوئی، مجاہدین کی ہزیمت کے

بعد انگریز دلی میں اپنے جاسوسوں [illegible] فتح [illegible] کر گئے مہمان ہو گئے۔

"پس وہ (انگریز) تلاش کر کے ان لوگوں کے گھروں میں پہنچ گئے جو پہلے ہی سے ان کے مددگار ہو چکے تھے، انہوں نے فوراً ان کا انتظام کیا اور جلد از جلد پہلے سے تیار شدہ ضیافت سے نوازا، انہیں خوب پیٹ بھر کر گوشت اور دودھ کھلایا پلایا، اور تمام ضرورت کی چیزیں مہیا کیں (ص ۲۶۴) اس دوران بادشاہ اپنے اہل خانہ کے ساتھ مقبرۂ ہمایوں میں پناہ گزیں تھا۔ شہر دہلی پر مکمل قبضہ ہو جانے کے بعد۔" "نتیجہ یہ ہوا کہ حسرت کشیدہ، دل پسندیدہ بیٹوں اور پوتوں کے ساتھ پابہ زنجیر شہر کی طرف لے جایا گیا۔ راستے میں بیٹوں اور پوتوں کو کسی سردار (ہڈسن نامی انگریز افسر) نے بندوقوں کا نشانہ بنایا۔ دھڑ وہیں پھینک کر، سروں کو خوان میں لگا کر، بادشاہ کے سامنے تحفہ پیش کیا۔ پھر ان سروں کو بھی چل کر پھینک دیا۔ (ص ۲۶۸) پھر (بادشاہ کو) اس وسیع ملک سے نکال کر دور دراز جزیرہ (رنگون) میں پہنچا دیا (ص ۲۶۸) دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے بعد "پھر نصاریٰ نے شہر کے گردونواح کے رئیسوں اور سرداروں کو قتل کرنا، ان کی جائیداد، عمارتیں، مویشی، مال ومتاع، ہاتھی گھوڑے اونٹ اور ہتھیاروں وغیرہ کو لوٹنا شروع کیا۔ اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کے اہل وعیال کو قتل بھی کر ڈالا۔ (ص ۲۷۰)

ظالموں کے ظلم کا نشانہ اکثر وبیشتر شکار مسلمان تھے۔ ہندوؤں میں سے صرف وہ مارے گئے جن کے متعلق دشمن ومعاند ہونے کا یقین تھا۔ اور مسلمانوں میں سے صرف وہ بچ سکے جو کسی نہ کسی طرح وہاں سے ہجرت کر گئے تھے یا وہ جو نصاریٰ کے ناصر اور اپنے دین ومذہب میں قاصر تھے، یا وہ جو ان کے جاسوس اور اللہ کی رحمت سے مایوس تھے۔ (ص ۲۷۰)

اس جانگداز موقع پر خواتین پر کیا قیامت ٹوٹی اسے بھی الثورۃ الہندیہ سے ملاحظہ کیجئے۔

اس ابتلاء عظیم میں پردہ نشین خواتین پیدل نکل کھڑی ہوئیں، ان میں بوڑھی اور عمر رسیدہ بھی تھیں، جو تھک کر عاجز ہو گئیں، بہت سی خوف کی وجہ سے جان دے بیٹھیں، اور پچاسیوں عفت وعصمت کی وجہ سے ڈوب کر مر گئیں، اکثر پکڑ کر قیدی بنالی گئیں، اور طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہو گئیں کچھ کو بعض رذیلوں نے لونڈیاں بنالیا، اور بعض چند ٹکوں کے عوض بیچ دی گئیں، بہت سی بھوک پیاس کی تاب نہ لا کر مر گئیں، بہت سی ایسی غائب ہوئیں کہ پھر نہ تو لوٹ کر ہی آئیں، نہ ان کا کچھ پتہ ہی چل سکا۔ ہزاروں عورتیں اپنے [illegible] شوہروں، باپوں، بیٹوں، اور بھائیوں سے جدا کر دی گئیں۔ (ص ۲۷۲)

انگریزی ایجنٹ کون: اب ہمیں اس بات کی جستجو کرنی ہے کہ ایسے ہنگامہ خیز، قیامت آثار ماحول میں جب کہ زندگی اور موت کے فاصلے ختم ہو رہے تھے اور ملت اسلامیہ پر ابتلاء وآزمائش کا سخت موقع تھا، وہ کون لوگ ہیں جو مسلمان کہلانے کے باوجود نصاریٰ کی ہمدردی اور مدد کر رہے ہیں؟ اس عنوان پر عمدہ تفصیلی بحث کے لیے تو قارئین علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی کی تصنیف خون کے آنسو، اور راجہ غلام محمد لاہور کی "امتیاز حق" کا مطالعہ کریں یہاں راقم چند تاریخی حوالے دے کر گزر جائے گا۔ ملاحظہ کیجئے سرسید احمد خان اپنے مقالات میں لکھتے ہیں۔

اثنائے وعظ میں کسی شخص نے ان سے دریافت کیا، کہ تم انگریزوں پر جہاد کرنے کا وعظ کیوں نہیں کہتے؟ وہ بھی تو کافر ہیں اس کے جواب میں مولوی محمد اسماعیل صاحب نے فرمایا۔ کہ انگریزوں کے عہد میں مسلمانوں کو کچھ اذیت نہیں ہوتی، اور چونکہ ہم انگریزوں کی رعایا ہیں اس لیے ہم پر اپنے مذہب کی رو سے یہ بات فرض ہے کہ انگریزوں پر جہاد کرنے میں ہم کبھی شریک نہ ہوں، (مقالات سرسید حصہ نہم ص ۱۴۲)

فرقۂ وہابیہ اور اسماعیلیہ کے مورخ جعفر تھانیسری خود سوانح احمدی میں ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسماعیل شہید وعظ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ۔ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں (سوانح احمدی مصنفہ جعفر تھانیسری ص ۷۳، مطبوعہ فاروقی دہلی)

سرسید احمد خان کے مجموعۂ مقالات سے ایک حوالہ ابھی اوپر گزر چکا ہے۔ اس مجموعۂ مقالات کے مرتب نے مضمون کے آخر میں ایک حاشیہ تحریر کیا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے نہایت اہم ہے لہٰذا یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

سرسید نے اس مضمون میں یہ بات بار بار لکھی ہے کہ حضرت سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل شہید انگریزی حکومت کے ہرگز ہرگز مخالف نہ تھے، اور نہ ہی انہوں نے کبھی ان کے خلاف جہاد کا اعلان کیا، سرسید کے اس بیان کی تائید متعدد مؤرخین نے بھی کی ہے چنانچہ

نواب صدیق حسن نے ''ترجمانِ وہابیہ'' مطبوعہ امرتسر کے صفحہ ۲۱ اور ۸۸ پر نیز سوانح احمدی مولفہ مولوی محمد جعفر تھانیسری میں بیس مقامات پر اسی طرح حضرت شاہ اسماعیل شہید کی سوانح موسوم بہ ''حیات طیبہ'' کے صفحات ۱۵۹، ۲۹۲، ۲۹۴ پر بھی اسی خیال کو پیش کیا گیا ہے (مقالات سرسید حصہ نہم ص ۲۰۷)

سید احمد رائے بریلوی نے جو ''پیراں نمی پرند مریداں می پرانند'' کے مصداق مداحوں اور خانہ ساز کہانیوں کو تاریخ قرار دینے والوں کے بل بوتے پر ''امیر المؤمنین'' کہے جاتے ہیں۔ صاف صاف لکھ دیا کہ۔

''ہماری جنگ کلمہ گویوں اور اسلام کے طالبوں سے نہیں ہے، اور نہ سرکار انگریز سے ہم کو کوئی مخاصمت ہے اور نہ کوئی جھگڑا ہے، کیونکہ ہم تو اس کی رعایا ہیں بلکہ ہم کو تو اس کی حمایت میں رعایا کے مظالم کا استیصال کرنا ہے۔ (مکتوبات سید احمد شہید مترجم سخاوت مرزا ص ۳۲ مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

رائے بریلوی صاحب کی بشارت جو غلط ثابت ہوئی:

اور مرزا غلام احمد قادیانی سے کمال مشابہت دیکھئے کہ جس طرح ان کے دعاوی اور پیشگوئیاں سراسر جھوٹ ثابت ہوئیں رائے بریلوی صاحب نے بھی اپنے مزعومہ جہاد میں فتح ونصرت کی بشارت پائی تھی مگر دشمنانِ اسلام نصاریٰ کے اشاروں پر غلامان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار اٹھانے والے باغیوں کو قدرت کہاں تک ڈھیل دیتی بالآخر انگریز کے وفادار اپنی سرکار کی حمایت میں مارے گئے۔ مگر ذرا بھولے بھالے مسلمان کو اپنی راہ پر لگانے کا حربہ تو دیکھئے۔ خدائی بشارت ہو رہی ہے۔

فیض اللہ خاں مہمند مشیر و دبیر والی پشاور کو مکتوب میں یوں رقم طراز ہیں۔

آپ کے ذہن ودماغ پر اس خاکسار کا معاملہ، آفتاب نصف النہار کی طرح ظاہر وباہر ہے کہ میں قوم سکھ جیسے دشمنوں کے ساتھ جہاد کے لیے مامور ہوں۔ اور فتح ونصرت کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ (مکتوب سید احمد شہید ص ۲۷۳)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر انہیں فتح ونصرف کا وعدہ کس کی طرف سے تھا اگر اس ذات واجب الوجود کا پروپیگنڈہ کر کے سفر اختیار کیا جاتا ہے اس علاقہ، یعنی علاقۂ پنجاب تک رسائی بھی نہیں ہو پاتی۔ اور قرنہا قرن سے نسلاً بعد نسل مسلمان چلے آنے والے علاقۂ سرحد میں ورود ہو جاتا ہے، اور انہیں بزعم خود منافق گردان کر ان سے جنگ شروع کر دی جاتی ہے۔ ان کی کرامات کا ان کی تحریک میں مشغول ہو جاتے ہیں خود لکھتے ہیں۔

اس عاجز کو جہاد کے اجزاء اور کفر وفساد کے ازالے کے لیے غیب سے مامور کیا گیا ہے۔ چونکہ منافقوں اور فساد برپا کرنے والوں نے سرکش کفار کی حمایت پر کمر باندھ لی ہے اور مجاہدین سے دشمنی برت رہے ہیں، اس لیے ان کی گوشمالی اور کفر وفساد کے خلاف جہاد کی مہم کا چلانا ضروری ہے۔ اس بناء پر میں نے تمام مجاہدین کو منافقین کو کیفر کردار تک پہنچانے کی ترغیب دی ہے کہ سکھوں کے علاقہ تک قدم بھی نہ پہنچ سکے۔ اور راستے کے گرد وغبار ہی میں دفن کر دیئے گئے، (مکتوبات سید احمد شہید ص ۵۷)

یہ اسی طبقہ کے اخلاف ہیں جن کے اسلاف نے جہاد اسلامی کے وقت کفار نصاریٰ کی مدد کی تھی اور کلمہ خوانوں کی عزت آبرو لوٹنے والوں کو اپنا مہمان بنا کر ان کی پشت پناہی کی تھی۔

انگریزی مراعات:

انگریز کی چاق وچوبند حکومت اپنے ان وفاداروں کی ہر طرح دیکھ بھال رکھتی تھی اندرونی اور بیرونی خلفشار سے محفوظ رکھنے کے لیے جاسوس مقرر کر رکھے تھے کہ ان کو ان کے فرائض کی ادائیگی میں کوئی دشواری نہ ہو۔ چنانچہ اگر کسی نے ان کے خلاف خلاف حکومت وقت اقدام کی شکایت کی تو اس کو بری طرح جھڑک دیا گیا۔ اس ضمن کے ایک واقعہ کی تفصیل سید صاحب کے خاندانی راوی کی زبان سے سنئے۔

''عظیم آباد پٹنہ کے بعض شیعہ صاحبان نے انگریز حاکم سے جا کر کہا کہ یہ سید صاحب جو یہاں اتنے آدمیوں کے ساتھ آئے ہیں، ہم نے سنا ہے ان کی نیت جہاد کی ہے۔ اور وہ کہتے ہیں ہم انگریزوں سے جہاد کریں گے۔ حاکم نے اس کو تعصب اور حسد پر محمول کیا۔ اور اس کو تنبیہ کی کہ آئندہ ایسی مفسدانہ بات نہ کہی جائے۔ (سیرت سید احمد شہید حصہ اول ص ۲۴۲)

اسی بات کو چشم دید گواہ کی حیثیت سے ''وقائع احمدی'' کے مصنف نے بھی لکھا ہے۔

''کچھ شیعہ حضرات نے ایک فتنہ کھڑا کر دیا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ چند سر برآوردہ شیعہ پٹنہ کے انگریز افسر کے پاس گئے اور شکایت کی کہ سید صاحب جہاد کی نیت سے یہ دورہ کر رہے ہیں۔ انگریز افسر نے جواب دیا یہ پادری صاحب جن کے متعلق یہ شیعہ حضرات الزام لگاتے ہیں بہت دیندار حقانی شخص ہیں، کیونکہ جاسوس ان کے حل کی تلاش میں رہتے ہیں، ہم سے کسی نے یہ بات اب تک نہیں کہی ہے۔ (وقائع احمدی ص ۔۔۔) ہے، بحوالہ علماء ہند کا شاندار

ماضی/جلد ۳ ص ۱۴)

سید صاحب خلاصہ لکھتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ

''بہر حال انگریزوں نے اس وقت سید صاحب کے اس علانیہ جہاد اور اس کی تیاری پر کوئی رکاوٹ نہیں کی۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی ج ۳ ص ۶۸) یہی نہیں بلکہ اپنی جانب سے کھلی اجازت بھی مرحمت کی، جعفر تھانیسری جو رائے بریلوی صاحب کے سب سے بڑے سوانح نگار ہیں لکھتے ہیں۔ اس وقت ہر شہر وقصبہ وگاؤں برٹش انڈیا میں علانیہ سکھوں پر جہاد کرنے کا وعظ ہوتا تھا مگر براہ دوراندیشی معرفت شیخ غلام علی صاحب رئیس اعظم الہ آباد کے نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اضلاع شمالی ومغربی کو بھی اس تیاریٔ جہاد کی اطلاع دی گئی، جس کے جواب میں صاحب ممدوح نے یہ تحریر فرمایا کہ جب تک انگریزی عملداری میں کسی فتنہ وفساد کا اندیشہ نہ ہو ہم ایسی تیاری کے مانع نہیں۔ (سوانح احمدی ص ۷۰)

مندرجہ بالا جملوں کو غور سے دیکھئے اور اندازہ لگائیے کہ ایک منظم اور چاق وچوبند حکومت اپنی عملداری میں ایک ٹولی کو مارکاٹ اور قتل وغارت گری کی اجازت دے رہی ہے۔ سیکڑوں میل کا سفر طے ہو رہا ہے اور وہ حکومت خود ہر طرح مدد بھی کر رہی ہے تو آخر کیوں؟

صلیبی جنگوں میں مجاہدین اسلام کے ہاتھوں شکست کا داغ اٹھانے والی قوم کیا جہاد کا مفہوم نہیں سمجھتی تھی۔ خوب اچھی طرح سمجھتی تھی۔ مگر ہر بات جو ظاہر ہے وہی سب کچھ نہیں درپردہ اس مزعومہ جہاد میں انگریزی مفادات تھے۔ نہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ ان لوگوں کو تیار ہی اس لیے کیا گیا تھا کہ جہاد کا نام لے کر مسلمانوں کو اکٹھا کریں اور علاقہ وسرحد کے غیور مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کے لیے ان پر ٹوٹ پڑیں، جس کو مسخر کرنے کا فرنگی خواب ہنوز شرمندۂ تعبیر نہ ہوا تھا، ان کو راستے سے ہٹانے کے لیے خود مسلمانوں کے دست وبازو استعمال ہوں۔ اور فتح وشکست ہر صورت میں انگریز اپنے دشمنوں سے مامون رہے۔

انگریز گورنمنٹ کے بڑے بڑے ملازمین بھی اس راز سربستہ سے ناواقف تھے، اور وہ اس شور وشغب کو امن مملکت کے خلاف سمجھتے ہوئے رکاوٹ کی کوششیں کرتے تھے مگر، بات جب ارباب حل وعقد تک لے جاتے تو ڈپٹ کر خاموش کردیئے جاتے۔ اور وہ بیچارے چپ ہوکر بیٹھ رہتے کیونکہ انہیں بھی احساس تھا کہ

رموز مملکتِ خویش خسرواں دانند

طفیل احمد منگلوری کی کتاب ''مسلمانوں کا روشن مستقبل'' میں ایک جگہ ہے۔

''ہزاروں مسلح مسلمان بیشمار سامان جنگ کا ذخیرہ سکھوں پر جہاد کرنے کے واسطے جمع ہوگیا تھا جب صاحب کمشنر اور صاحب مجسٹریٹ کو اس کی اطلاع ہوئی، تو انہوں نے گورنمنٹ کو اطلاع دی گورنمنٹ نے صاف لکھا کہ ''تم کو دست اندازی نہ کرنی چاہئے''۔

(مضمون ''سرسید احمد خاں بجواب ڈاکٹر ہنٹر'' انسٹی ٹیوٹ گزٹ ۸/دسمبر ۱۸۷۱ء'' بحوالہ مسلمانوں کا روشن مستقبل ص ۱۱۲)

غور فرمائے سید احمد صاحب رائے بریلوی کا جہاد انگریزی گورنمنٹ کی ایسی بلند پالیسیوں سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس کا معاملہ اتنا اہم تھا کہ کمشنر اور مجسٹریٹ حضرات نے اگر اس بارے میں زبان کھولنے کی کوشش کی تو انہیں چپ کرکے بیٹھ جانے کا حکم دے دیا گیا۔ اسی قسم کا واقعہ حیات طیبہ ص ۵۲۲، پر بھی درج ہے۔ گویا متعدد جگہ نیچے کے انگریز ملازمین نے رکاوٹ کی کوشش کی اور اوپر سے انہیں سرزنش ہوئی ان مجاہدین کے امیر المومنین کا سوانح نگار خود لکھتا ہے کہ۔

''وہ (سید صاحب) اس آرڈ عملداری کو اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سید صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سید صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی''۔ (سوانح احمدی ص ۱۳۹)

غور فرمایئے کہ ایک لاکھ مسلح انسان (الحیاۃ بعد المماۃ ص ۲۰۳) دہلی سے پٹنہ وغیرہ ہوتے ہوئے کلکتہ پہنچے ہیں۔ انہیں فوجی تربیت بھی دی جارہی ہے اور انگریزی گورنمنٹ ٹکس کے بعد یہ لوگ ملک کے ہر حصہ سے مال ودولت بھی جمع کر رہے ہیں (الشاہ اسماعیل شہید ص ۹۴ ڈاکٹر تصدق حسین)

انگریز حکومت کان میں تیل ڈالے پڑی ہے کیا اسے علم نہیں کہ اتنا بڑا جم غفیر مسلح ہوکر نکلا ہے، کہیں اس سے کوئی نقض امن نہ واقع ہوجائے مگر اس لشکر کے امیر کو وہ خوب آزما چکے ہیں وہ اسے ''پادری'' سمجھتے ہیں اور ان کے اپنے خفیہ معاہدات کی روشنی میں، انگریز گورنمنٹ کو ان سے کیا خطرہ ہوسکتا ہے۔ یہ سب تو حکومت برطانیہ کے ممد ومعاون اور دست وبازو ہیں۔ اگر انگریز گورنمنٹ کو ذرا شبہ بھی ہوتا کہ ان میں سے کسی کے سینے میں ''علامہ فضل حق خیرآبادی'' کی غیرت وحمیت اور سلطان ٹیپو کی جرأت وصلابت ہے تو بھیڑ جمع کر کے انگریز عملداری سے گزرنا تو در کنار اپنے مکانات کے در ودیوار بھی انہیں گورے غاصبین سے محفوظ نہ رکھ پاتیں۔

انگریزوں نے انہیں غدر کے زمانہ سے خوب پرکھ لیا تھا۔

آزمالیا تھا۔ اور یہ لوگ انگریزی مقاصد کے امتحانات میں بالکل پاس ہوچکے تھے۔ مزید اب ان میں سے کسی کی آزمائش کی ضرورت نہیں تھی۔ انگریزوں نے انہیں کھیل کھیلنے کا کھلا موقع دیا۔ انگریزوں کو پتہ ہے کہ ان کے عقائد نہ خانوادۂ ولی اللٰہی جیسے عقائد ہیں نہ ان کا ایمان علامہ فضل حق جیسا ایمان ہے۔ حصول مقاصد کیلئے یہ لوگ مسلمانوں کو منافق، کافر بنانے اور ان کا خون بہانے میں بھی دریغ نہیں کریں گے۔

ہندوستان پر فرنگی تسلط سے پہلے علماء حق السواد الاعظم اہل سنت وجماعت ہی کا سکہ چلتا تھا ان ہی کے تلامذہ، راویان حدیث اور قال قالمیں علماء حق کے نام نامی لینے والے موجود تھے، اور الحمدللہ آج بھی علم شرع کے مراکز وہی لوگ ہیں۔ غدر اور اس کے بعد کی تباہ کاریوں نے ان باوقار علمی خانوادوں کے چراغ گل کردیئے۔ اور انگریز نے اپنے حاشیہ نشینوں کو بڑھاوا دے کر عوام میں مقبولیت کے مواقع فراہم کیئے۔ اہل حق اسلامی ریاست کی بربادی میں اکثر تو شہید ہوگئے۔ جو بچے رہے ان میں کے اکثر گوشہ نشین ہوگئے۔ اقل قلیل نے مسند درس وتدریس جاری رکھی اور ان کے اخلاف تلامذہ آج تک اپنی تاریخ روشن پر قائم ہیں۔

فرنگی عروج کے دور میں محمد سید احمد رائے بریلوی صاحب اور اسماعیل دہلوی صاحب کو انگریزوں کی پوری پوری حمایت اور نصرت حاصل تھی۔ اور اب ان کے ہم مشربوں کو ان کے ہم خیال شیوخ اور ریاستوں کی معاونت حاصل ہے۔ سید رائے بریلوی صاحب کے شکریوں کو بھولے بھالے مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں اور انگریزوں نے بھی دعوتیں کھلائیں۔ بلکہ انگریز حکام تو کشتیوں میں کھانا بھر بھر کر ان لوگوں کے لیے بھیجتے تھے۔ اور یہ لوگ اس سے لذت کام ودہن حاصل کرتے تھے۔ (سوانح احمد ص ۸۹)

سرِ خدا کی عارف ممالک بہ کس نہ گفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

علماء دیوبند اور انگریز نوازی: تاریانی کی طرح انگریز نے اور بھی گندم نما جوفروش پال رکھے تھے جو زندگی وموت ہر حال میں انگریز کی وفاداری کو باعث افتخار سمجھتے تھے۔ تذکرۃ الرشید میں مولانا رشید احمد گنگوہی کا سوانح نگار لکھتا ہے۔ انگریز حکام میں سے کسی کے پاس مولانا رشید احمد گنگوہی کے بارے میں شکایت پہنچنے کی اطلاع ملی تو مولانا نے فرمایا
"جب میں حقیقت میں سرکار (برٹش) کا فرماں بردار ہوں۔ ان جھوٹے روایات سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ (تذکرۃ الرشید ج ۱، ص ۸۰)

ایسی ہوتی ہے وفاداری، وفادار اس کو کہتے ہیں۔ دیکھا آپ نے؟ یہ وہ اکابر ملت ہیں جنہوں نے انگریز نوازی کا لبادہ اوڑھ لیا تھا اس کے خلاف اٹھائے گئے نعرۂ جہاد کو غداری کی صدا۔ اور علم آزادی کو آواز بغاوت کہتے تھے۔ علماء دیوبند کی برٹش نوازی کے ثبوت میں مذکورہ کتاب کی ایک اور عبادت دیکھتے چلئے۔

"بعض کے سروں پر موت کھیل رہی تھی، انہوں نے کمپنی (انگریز گورنمنٹ) کے امن وعافیت کا زمانہ قدر کی نگاہ سے نہ دیکھا، اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔ (تذکرۃ الرشید ج ۱، ص ۷۳)

یہ وہ ہے جو علامہ فضل حق خیرآبادی اور مجاہدین آزادی کو باغی سمجھتا ہے۔ کیا مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں ہے کسی انصاف پسند کو ان کے انگریز نواز ہونے میں کوئی شک باقی رہ جاتا ہے۔

مولوی شبیر احمد عثمانی شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند نے جمعیۃ العلماء ہند کے ناظم مولوی حفظ الرحمٰن سیوہاروی کو متعدد علماء کی موجودگی میں بیان دیا کہ۔

دیکھئے! حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔ ہمارے آپ کے مسلم بزرگ وپیشوا تھے۔ ان کے متعلق بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا گیا۔ کہ ان کو چھ سو روپے ماہوار حکومت (انگریزی) کی جانب سے دیئے جاتے تھے۔ (مکالمۃ الصدرین ص ۱۱)

اور اسی طرح "مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند نے کہا۔ الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو ابتداء حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا۔ پھر بند ہوگیا" (حوالہ بالا ص ۸)

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ تھانوی صاحب، اور الیاس صاحب کو یہ نذرانے کس چیز کی شکرگزاری میں دیئے جاتے تھے؟ کیا خدمت اسلام کے صلے میں؟ ہر قاری کا ذمہ ہے کہ خود اپنے دل اور ضمیر سے جواب حاصل کرے۔

فرنگیوں کا ایک اور معتمد: الثورۃ الہندیہ کے اقتباسات سے سطور بالا میں آپ کو اندازہ ہوچکا ہوگا کہ جس وقت علامہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے ہم مشرب علمائے ذی وقار نے جہاد کا فتویٰ دیا کہ اسلام اور وقت کا تقاضا کھلا اسلام وکفر کے الگ الگ محاذ قائم ہوچکے تھے۔ مگر اس وقت عالم استاخیز میں جن علماء نے جہاد

کے فتوئی پر دستخط نہیں کیا۔ بلکہ مخالفت کی، اور انگریزوں کا کھلم کھلا ساتھ دیا۔ انہیں پناہ دی۔ ان سے انعام حاصل کئے کیا آپ جانتے ہیں ان میں ایک مولوی نذیر حسین دہلوی بھی ہیں۔ جنہیں انگریز نے بعد میں چل کر شمس العلماء کا خطاب بھی عنایت کیا۔ ان کی جیون کہانی الحیاۃ بعد المماۃ میں ہے کہ۔

''یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ میاں صاحب بھی گورنمنٹ الکشیہ کے کیسے وفادار تھے، زمانہ غدر ۱۸۵۷ء میں جب کہ وہی کے بعض مقتدر اور بیشتر معمولی مولویوں نے انگریزوں پر جہاد کا فتوئی دیا تو میاں صاحب نے، نہ اس پر دستخط کئے نہ مہر، وہ خود فرماتے ہیں کہ میاں! وہ ہلڑ تھا بہادر شاہی نہ تھی۔ وہ بیچارہ بوڑھا بہادر شاہ کیا کرتا؟ حشرات الارض خانہ براندازوں نے، تمام دہلی کو خراب، ویران، تباہ و برباد کر دیا۔ شرائط امارت و جہاد بالکل مفقود تھے، ہم نے تو اس فتوے پر دستخط نہیں کیا مہر کیا کرتے'' (الحیاۃ بعد المماۃ ص ۱۲۵، مطبوعہ مکتبہ شعیب کراچی)

مجھے انکار اصل غیر پر کیونکر نہ شک گزرے
زباں کچھ اور بوئے پیرہن کچھ اور کہتی ہے

اور ان ہی دہلوی صاحب نے غدر کے زمانہ میں جب کہ خواتین اسلام کی آبروئیں انگریزوں کے ہاتھوں سر بازار نیلام ہو رہی تھیں۔ انگریزوں کی عورتوں کو اپنی پناہ میں رکھ کر، انگریزوں کو سکون و اطمینان کے ساتھ مسلمانوں کے قتل عام کا موقع دیا۔ اور معلوم نہیں اور کون کون سی خدمات انجام دیں۔ جنہیں وہ اور ان کے آقا ہی جانیں۔ ہمیں تو صرف یہ پتہ ہے کہ ان کے وفاداری حمایت، اور انگریز نوازی کے صلے میں نذیر حسین دہلوی صاحب کو کمشنر دہلی اور سپرنٹنڈنٹ کی طرف سے باقاعدہ وفاداری کا سرٹیفکٹ حاصل تھا اس پر جے، ڈی، گریملٹ کے دستخط تھے۔ خود ان کے سوانح نگر نے اس سرٹیفکٹ کو بعد ممات ان کے حیات بخش کارناموں میں شمار کیا ہے۔ الفاظ جو سرٹیفکٹ میں مرقوم ہیں ان سے اس خاص الخاص نوازیدۂ فرنگ کا حقیقی چہرہ سامنے آتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

''مولوی نذیر حسین دہلی کے ایک بہت بڑے مقتدر عالم ہیں جنہوں نے نازک وقتوں میں اپنی وفاداری گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ثابت کی ہے۔ جس کسی برٹش گورنمنٹ افسر کی وہ مدد چاہیں گے وہ ان کو مدد دے گا۔ کیونکہ وہ کامل طور سے اس مدد کے مستحق ہیں۔
(دستخط ۱۰ اگست ۱۸۸۳ء) حیاۃ بعد المماۃ ص ۱۴۰)

مولوی نذیر حسین دہلوی صاحب اور مولوی اسماعیل دہلوی کی گ[illegible]

نہیں ہیں ان کے سوانح نگار کے بقول۔

''مولانا شہید (اسماعیل دہلوی) نے مجددیت کی بنیاد ڈال دی تھی۔ مگر بسبب اس کے کہ آپ کی عمر صرف ترین اس کی ہوئی، اور ایک معتد بہ زمانہ آپ کا جہاد میں صرف ہوا۔ علم الٰہی میں اس کی ضرورت تھی کہ اس تجدید کو کامل کرنے کے لیے ایک خاتم بھی آگے سے موجود رہے۔ اس جانشین سے مراد ہیں مولانا سید محمد نذیر حسین (حوالہ مذکورہ ص ۲۰۷)

وہ کیا ہے لوگ دیکھ کے کرلیں گے فیصلہ
الفاظ کے خضاب لگانے سے فائدہ

آئین جواں مرداں: مغل سلطنت چاہے جس حال میں تھی مسلم سلطنت تھی اور اس کے مقابلہ پر انگریز نصاریٰ کفار اور ملحد تھے، مسلم حکومت کو مٹا کر کافروں کا تسلط قائم ہوتے دیکھ کر غیرت مند، باہمیت علماء اسلام جو یقیناً اہل سنت و جماعت تھے میدان جہاد میں کود ے۔ سرتن کی بازی لگا کر اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کا مقابلہ کیا، علامہ خیر آبادی ان علماء مجاہدین کے سرخیل اور رہنما ہیں ہزاروں نے جام شہادت نوش کیا۔ کتنوں نے حبس دوام زمین شور میں گزارا اور اپنے رب حقیقی سے جا ملے، انگریز گورنمنٹ نے نڈر اور بیباک اسلامی شیروں کو اپنی ستم رانیوں کا خوب نشانہ بنایا اور جس کے بارے میں ذرا بھی شک شب ہوا اس کے بیخ و بن کو اکھاڑ پھینکا اور جنہیں اپنے کام میں ممد و معاون پایا ان کو انعامات و اکرامات اور خطابات سے نوازا۔

ہمیں یہ فخر کچھ کم نہیں کہ ظالم اور کافر کا تسلط قبول کرنے کے خلاف ہمارے اسلاف نے جہاد کیا اور ہندوستان بھر کے علماء اہلسنت اور علماء حق کا بہت بڑا حصہ اس جہاد میں کام آیا۔ اور جو باقی بچ بھی رہا وہ مجاہدین و شہداء کی اولاد اور اخلاف کے مانند انگریزوں اور مشرکوں کے حق میں کلمۂ حق کہنے میں کبھی مداہن نہ رہا۔

ہماری امتیازی تاریخ: اسلامیان ہند کی تاریخ میں واقعاتِ غدر کے ماقبل اور مابعد حالات پر نظر رکھنے والے خوب واقف ہیں کہ مغل حکومت اہل سنت کی حکومت تھی اور حنفی مسلک کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ اور وہ عالمگیری سے اخیر زمانہ تک سواد اعظم اہل سنت و جماعت ہی برصغیر کا عام مسلک کے مطابق فیصلے ہوتے تھے۔ اور دور عالمگیری سے اخیر زمانہ تک سواد اعظم اہل سنت و جماعت ہی برصغیر کا عام مسلک تھا جس میں بڑے بڑے علماء فقہا محدثین اور متکلمین پورا [illegible] ریاست قائم تھی۔ دور دیں

سے آکر حملہ آور انگریز کو خوب معلوم تھا کہ اگر یہ ریڑھ کی ہڈیاں توڑ دی جائیں تو اسلامی ریاست کا یہ خاکہ ڈھیر ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے اپنا اقتدار پانے کے بعد سب سے زیادہ ظلم و ستم علماء حق اہل سنت پر کیا اور انہیں مٹانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

اسی کے ساتھ ساتھ اپنی ہمنوائی کرنے والے اور حمایت میں کوششیں کرنے والوں کو انعامات وخطابات بھی دیئے۔ اس لیے آپ علامہ فضل حق خیر آبادی۔ علامہ عبدالحق خیر آبادی، علماء فرنگی محل علماء بریلی و بدایوں اور ان کے ہم مشرب اور ہم مسلک علماء میں سے کسی کو انگریز کا وفادار، خطاب یافتہ اور انعام یافتہ نہیں پائیں گے۔

سب اس کا یہ ہے کہ یہ طبقہ ان علماء حق کا ہے جن کا سب سے عظیم سرمایہ احقاق حق اور ابطال باطل ہے، ان کی دوستی اور دشمنی میں دنیاوی مصلحتیں حائل نہیں ہوتیں مصالح اور عواقب سے بلند ہو کر یہ محض رضاء حق کے لیے کسی سے لگتے ہیں اور کسی سے کٹتے ہیں، خانوادۂ ولی اللٰہی سے ایک مثال حاضر خدمت ہے۔

ایک مثال: مفتی صدر الدین آزادہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم اور انگریز گورنمنٹ کے تحت صدر للصدور تھے انہوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے صاحبزادے شاہ عبدالغنی کی خدمت میں کچھ روپے پیش کیے۔ مفتی صاحب کو علم تھا کہ شاہ صاحب نہایت عسرت اور تنگدستی میں گزر بسر کرتے ہیں۔ مگر شاہ صاحب نے وہ روپے لینے سے انکار کر دیا۔ شاہ بلیغ الدین اپنی کتاب روشنی میں لکھتے ہیں کہ۔

مفتی صاحب نے شاہ صاحب سے عرض کیا۔ حضور سمجھتے ہیں کہ یہ صدر الصدور ہے رشوت لیتا ہوگا۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔

جواب ملا۔ مجھے کبھی یہ خیال نہیں ہوا کہ تم رشوت لیتے ہو عرض کیا۔ پھر کس وجہ سے انکار ہے؟ فرمایا ایسٹ انڈیا کمپنی کو بھی اچھا نہیں سمجھتا۔ اور تم ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم ہو۔ اس لیے میں یہ نذرانہ نہ لینے سے معذور ہوں۔ (''روشنی'' از شاہ بلیغ لدین، ص ۲۲۹، ۲۲۸)

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ پورا خانوادۂ ولی اللٰہی حقیقی سنی عقائد اسلام کا پابند تھا۔ سوائے مولوی اسماعیل دہلوی کے جن کے مفسر اور فتنہ پرواز بن جانے کے وجوہ واسباب پر یہاں تفصیلی بحث مقصود نہیں۔ بقول شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ اتنا ہی از بس ہے کہ۔

پسر نوح بابداں بنشست
خاندان نبوتش گم شد

واقعہ مذکورہ بالا میں جو دینی تصلب ہے وہی ہمارا طرہ امتیاز ہے۔ گویا۔

بجز سرکار سرّ کار ایجاد
سروکارے بہ سرکارے ندارم

غلامان رسول اپنے آقا کی وفاداری کا پر بھرنے ہی میں لگن اور سرشار ہیں۔ اس کے سوا نہیں اور کسی کی غلامی کی حاجت بھی نہیں، اگر برصغیر ہند کے تمام مسلمان دور اول ہی کی طرح مئے حب رسول میں سرشار رہتے تو بھلا انگریز کو اپنے پنج گردانے کے لیے لالۂ کار کہاں سے میسر آتے؟ ہندوستان میں عسکرِ اسلام کے ہر اول رستے پر کامیابی پانے کے بعد علماء حق کے لہو پر اپنی گورنمنٹ کی عمارت استوار کرنیوالے انگریز کو پھر بھی اگر کسی طبقہ سے خطرہ لاحق تھا تو وہ علماء کی معنوی اولاد اور جرأت مند مسلمانوں سے تھا۔ چنانچہ ایک طرف اس نے ان خوشامندوں کو کچلا دوسری طرف اپنے کاسہ لبوں کو نواز کر ان کے ذریعہ انتشار وافتراق کا کام لیا۔ اور ان پر اپنے انعامات واکرامات کے دروازے کیوں دیئے۔ ظاہر بات ہے ہر با اختیار اپنے خیر خواہوں، ہمدردوں اور وفاداروں کو نوازتا ہے۔ انگریزوں کو معلوم تھا کہ فرنگی محل، اور بریلی و بدایوں کے علماء سب کے سب علامہ فضل حق خیر آبادی کی معنوی اولاد ہیں۔ جو اپنے اسلاف کے خون کو تا قیامت معاف نہیں کر سکتے۔ اور مسلم ریاست کو تباہ کرنے والے، سلطان ٹیپو کو شہید کرنے والے اور ہزاروں مجاہدین اسلام کو گولی کا نشانہ بنانے والوں کو کبھی اپنا یا مسلمانوں کا وفادار نہیں شمار کر سکتے۔ ایسی صورت میں وہ انہیں کیوں پنپنے دیتے۔

لہٰذا علماء ربانین کے لٹے پٹے قافلے میں سے جو قدسی نفوس باقی رہ گئے تھے۔ ان پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کے لیے فکرو فرنگ نے انہی مسلمانوں میں کے بکے ہوئے نام نہاد علماء کو آگے بڑھایا جنہوں نے علماء حق کے خون اور ہڈیوں کو چوڑ کر اپنی رفعت کے زینے بنائے جنہوں نے جہاد کیا وہ یا تو شہید ہوئے یا قید مشقت میں اپنی زندگی گزار گئے۔ مگر یہ لوگ انگریزوں کی آغوش میں بیٹھ کر عام مسلمانوں اور عالم اسلام کی نمائش کے لیے انگریز سے اپنے جہاد کی تاریخ مرتب کرتے رہے۔ مگر اپنے حق میں جھوٹی تاریخ کے واضعین اگر یوم حساب کو دور سمجھتے ہیں تو یہ نہ بھولیں کہ مجاہد اسلام علامہ فضل حق خیر آبادی کی معنوی نسل کا سوتا ابھی خشک نہیں ہوا ہے۔ تائید ایزدی سے تحقیق اور تاریخ کا بھرم رکھنے والے قدم بڑھائیں گے تو ثابت حقیقت اظہر من الشمس ہو جائیں گی کہ علماء حق کون ہیں اور اہل السوء میں کس کا شمار ہے۔

جہاد علماء اہلسنت نے کیا: سردست ہم صرف یہ ثابت کریں گے کہ ہندوستان کی مغل مسلم ریاست پر جب ادبار کا وقت آیا تو سربکف ہوکر میدان جہاد میں آنے والے علماء اہلسنت ہی تھے دیکھئے سرسید کے مجموعہ مقالات کے مرتب محمد اسماعیل پانی پتی مقالات کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

"ہنگامۂ ۱۸۵۷ء میں پورے جوش کے ساتھ انگریزوں کے خلاف جنگ میں حصہ لینے والے وہ سب کے سب علماء کرام شامل تھے جو عقیدۂ حضرت سید احمد اور حضرت شاہ اسماعیل کے شدید ترین دشمن تھے، اور جنہوں نے حضرت شاہ اسماعیل کے رو میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور اپنے شاگردوں کو لکھنے کی وصیت کی ہے۔ (مقالات سرسید (حاشیہ) حصہ شانزدہم ص ۳۵۲)

انگریز نواز ٹولیوں نے انگریزوں سے جہاد کرنے والے علماء کو جاہل، بے علم مفسد غدار وغیرہ معلوم نہیں کن کن گالیوں سے نوازا ہے۔ شاید وہ اسی طرح اپنے سمندر پار آقاؤں کا حق نمک ادا کرتے ہوں۔ اور خود آج تاریخ جہاد ہند کے ہیرو بننے اور بنائے جانے والوں نے واضح کردیا ہے کہ انگریزوں سے جہاد کرنے والے علماء حق، سواد اعظم کے زعماء فضلاء اہل سنت و جماعت تھے۔ اور دوسری تنظیمیں بھی موجود تھیں مگر وہ سب غیر سنی تحریکیں جہاد کے خلاف تھیں۔ جناب محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند کی تحریر سے نتیجہ نکالئے۔

"دوسری تنظیم جو اس تحریک کے زمانے میں موجود تھی۔ وہ تنظیم ہے جس کو وہابی تحریک کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے جس کا مرکز صادق پور تھا۔ یہ تنظیم بحیثیت تنظیم تحریک سے الگ بلکہ اگر مولانا عبد الرحیم صاحب مصنف الدر المنثور کا قول صحیح تسلیم کرلیا جائے تو یہ تنظیم ۱۸۵۷ء کی تحریک کی مخالف رہی (علماء ہند کا شاندار ماضی ج ۴، ص ۲۱۳)

فرقۂ اہل حدیث کے ایک فاضل مولوی محمد حسین بٹالوی اپنی کتاب میں انگریز کے خلاف جہاد کرنے والوں کو کن تمغات سے نوازتے ہیں آپ بھی دیکھتے چلیں۔

"مفسدۂ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے۔ وہ سخت گنہگار اور بحکم قرآن وحدیث وہ مفسد، باغی اور بدکردار تھے (معاذ اللہ) اکثر ان میں عوام کالانعام تھے۔ بعض جو خواص وعلماء کہلاتے تھے۔ وہ بھی اصل علوم دین سے بے بہرہ تھے یا نافہم و بے سمجھ۔ باخبر اور سمجھ دار علماء اس میں ہرگز شریک نہیں ہوئے (الاقتصاد فی مسائل الجہاد ص ۴۹)

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

دیکھا آپ نے نصاریٰ کے خلاف جہاد کرنا مفسدہ پردازی، بغاوت اور بدکرداری گردانی جاری ہے۔ اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسی ٹولے کے کچھ قلم فرسا حضرات انہی اپنے اکابرین کو مجاہدین کی صف میں زبردستی شامل کرنے کے لیے کیوں کوشاں ہیں اور اس مقصد کے حصول میں ایڑی چوٹی کا زور کیوں صرف کررہے ہیں، قلم کی ان سیاہ کاریوں کے باعث آپ کے اکابر عند اللہ علامہ فضل حق خیر آبادی، عنایت احمد کا کوروی وغیرہ جاں بازان اسلام کے درجوں کو تو نہیں پہنچ جائیں گے۔ جہاد کیا ہوتا ہے اور مجاہدین اسلام کیسے ہوتے ہیں؟ اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے نگاہوں کو آمادہ کیجئے۔ اور کفار نصاریٰ کے روبرو اسلامی حمیت علامہ فضل حق کا آوازۂ حق حمیت سے سرشار سلطان المجاہدین صاحب السیف والقلم علامہ الشاہ مولانا فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کی صدائے حق کی گونج زیب سمع کیجئے انگریز ججوں کے روبرو علامہ پیش کئے گئے۔ یہ واضح رہے کہ علامہ کی گرفتاری بھی انگریز نواز ضمیر فروش مسلمانوں ہی کی مہربانیوں کا نتیجہ تھی، علامہ اپنی شان علم وفضل کے ساتھ جب عدالت میں پہنچے۔ اور آپ پر الزامات کی بوچھار ہونے لگی تو آپ نے پوری جرأت ایمانی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے ظالموں کے سامنے کلمۂ حق کا فریضہ سرانجام دیا۔ جس مخبر نے عدالت میں مولانا پر اعتراضات پیش کئے تھے آپ کی علمی ہیبت سے لرز اٹھا۔ اور کہنے لگا کہ یہ وہ شخص نہیں ہے جس نے فتویٰ جہاد پر دستخط کیا تھا۔ میری شناخت غلط ثابت ہوئی۔ اس مقام پر پہنچ کر الفاظ کی پیوند کاری سے سوانح اور کردار کا ڈھانچہ مرتب کرنے والوں کو میں دعوت نظارہ دیتا ہوں کہ آئیں۔ اور اسلام وایمان کی چلتی پھرتی تصویر دیکھیں۔ غیرت ملی، اور جذبۂ جہاد اسلامی میں سرشار مجاہد کی گھن گرج سنیں، حیلہ جوئی، بہانہ بازی اور دنیا سازی کے تاروپودے سے باہر آکر آوازۂ حق کی سربلندی کا انداز ملاحظہ کریں، خودنمائی کے جذبہ سے نہیں رضائے حق کے تحت اپنی گردن پیش کردینے کا بے باکانہ تیور زیبر تر کریں۔

علامہ نے بلا لومۃ لائم انگریز کچہری کو للکارا۔ اور کہا مخبر جو بیان پہلے دے چکا وہی صحیح ہے۔ اور اب میری صورت دیکھ کر مرعوب ہوگیا ہے اور فیصلہ بیانی کررہا ہے۔

سنو جہاد کا فتویٰ میں نے دیا ہے، اور میں اب بھی اپنے فتویٰ پر قائم ہوں، اس سلسلہ میں میں نے اپنے فیصلہ سے سرمو انحراف نہیں کیا ... آج ... دنیا کی کوئی طاقت مجھے

اس امر سے باز نہیں رکھ سکتی، یہ فتویٰ میرا ہے، یہ بیان میرا ہے، یہ دستخط میرے ہیں اور میں وہی فضل حق ہوں کوئی غیر نہیں۔ اسی احقاق حق کی پاداش میں مجھے کسی دنیاوی مصیبت کی پرواہ نہیں۔

یہ مجاہد حق کا معاملہ ہی کسی دنیا فروش کی سوداگری نہیں۔ زندگی اور زندگی کے لذائذ پر عزت وحق نیوشی کی موت کو ترجیح دینا انہی جیسے دلاروں کا شیوہ ہے جنہوں نے اپنے کردار عمل سے انگریز کو لرزہ بر اندام کر دیا۔ یقیناً

ع: اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

علامہ خیر آبادی کی اس عظمت حیات کو وہ لوگ کیا سمجھیں جنہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ سے اسلامی غیرت وحمیت کا سبق سیکھنے کے بجائے اہل فرنگ کی کاسہ لیسی کی زندگی پسند ہے۔ جن کے علم وکردار بک چکے ہوں۔ اور مردار دنیا پر فریفتہ ہو کر جنہوں نے اپنی تحریر وتقریر کا سودا کر لیا ہو۔

بات بن سکتی نہیں کوئی صداقت کے بغیر
تیر کی پشت پہ کردار کماں ہوتا ہے

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی علامہ فضل حق خیر آبادی پر ایک مضمون میں رقم طراز ہیں۔

''مسلمانوں کو عزت وآبرو کی زندگی بسر کرنے کے لیے آخری مرتبہ جان کی بازی لگا دینے پر، آمادہ کرنے کے لیے ایک باقاعدہ جہاد کا فتویٰ تیار کیا گیا۔ جس پر دستخط کرنے والوں میں مفتی صدر الدین آزردہ، اور مولوی فضل بھی شریک تھے مولانا فضل حق نے فتوے کے بعد جگہ جگہ دورے کئے۔ اور بالآخر دہلی پہنچ گئے، اس زمانہ میں ان کی سیاسی سرگرمیوں کا اندازہ جیون لال کے روزنامچے سے ہوتا ہے۔ جس میں اس نے مختلف تاریخوں میں مولانا کا قلعہ کی مجلس مشاورت میں شریک ہونا بیان کیا ہے۔ مولانا فضل حق کے مشورے صرف قلعہ معلی کی پوشیدہ مجلسوں تک محدود نہ تھے وہ جزی بخت خاں سے ملے، مشورے ہوئے اور آخر میں بعد نماز جمعہ دہلی کی لال مسجد میں علماء کے سامنے تقریر کی اور فتویٰ پیش کیا۔ (''خیال'' لاہور سن ستاون نمبر ص ۲۶۴)

مستقیم احمد حامدی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

''ہر تاریخ کا اس نے اپنے حافظہ سے ایسی ایسی جاں باز حق گو، بہادر اور جامع کمالات شخصیتوں کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیا، جنہوں نے اپنے دور میں وقت کے تیز وتند طوفانوں سے بے خوف وخطر ٹکرا [illegible] فضل حق خیر آبادی [illegible] اللہ علیہ تاریخ کے ان جوانمرد اور نڈر مجاہدین میں سے تھے جن کی جرأت وہمت اور حق گوئی وبے باکی نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ تاریخ کے صفحات میں ان کو شایان شان کیا کوئی معمولی جگہ بھی نہیں مل سکی۔ (ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۲۳، نومبر ۶۲ ص ۹،)

قارئین کرام مجھے معاف رکھیں کہ مرزائی تحریک کے آپریشن کی ذیل میں جن سفید پوش سیاہ باطنوں کے حقیقی چہرے ہم آپ کو دکھانا چاہتے تھے اس ضمن میں بات کچھ امید سے زیادہ طویل ہو گئی آپ بتائیں کیا تحریک مرزائیت کی طرح انگریزوں کے لقموں پل کر بڑھنے والی تحریک وہابیت بھی انگریز ہی کا خود کاشتہ شجر نہیں ہے؟ اس کے فروغ اور ترقی کے عوامل میں سے بعض کی جانب ہم سطور سابقہ میں اشارہ کر آئے ہیں۔

اسلامی عقائد اور وھابی خیالات: یہاں ضرورت سمجھتے ہوئے ہم سواد اعظم اہلسنت وجماعت کے قرون اولی سے آج تک مسلمہ عقائد کے خلاف وہابیت کے عقائد کی جھلکیاں پیش کر کے مضمون تمام کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ آج تک دنیا بھر کے عقائد کیا تھے اور وہابی فرقہ نے کیا نئے گل کھائے۔ مثلاً۔

مسلمانوں کا عقیدہ: ہر عیب اور نقص سے اللہ تعالیٰ منزہ ہے اور اس کی ذات میں کسی عیب کا امکان نہیں۔

وہابی عقیدہ: اللہ تعالیٰ سے جھوٹ ممکن ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ: حضور اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات ہیں۔

وہابی عقیدہ: حضور مر کر مٹی میں مل گئے۔

مسلمانوں کا عقیدہ: حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفیع المذنبین (شفاعت کرنے والے) ہیں۔

وہابی عقیدہ: جس کا نام محمد اور علی ہے کسی چیز کا مالک ومختار نہیں، بلکہ حضور سے شفاعت کا عقیدہ رکھنے والا مشرک اور کافر ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ: مقربان خدا سے توسل اور استمداد جائز ہے۔

وہابی عقیدہ: توسل اور استمداد کفر اور شرک ہے۔

مسلمانوں کا عقیدہ: حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عطائے الٰہی سے عالم غیب ہیں۔

وہابی عقیدہ: حضور عالم غیب نہیں ہیں۔

مسلمانوں کا عقیدہ: حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح کوئی اور نہیں (ہوا نہ ہوگا)

وہابی عقیدہ: حضور ممتنع النظیر نہیں [illegible] وغیرہ وغیرہ۔ ☆☆☆

اھمیت قرآن

محمد عالم ملک پوری، دربھنگہ

ابتدائے آفرینش سے ہی برابر انسان کو زندگی گذارنے کے لیے ایک لائحہ عمل کی ضرورت رہی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ برابر اس ضرورت کی تکمیل انبیاء کرام کے ذریعے اپنی کتابیں بھیج کر فرماتا رہا ہے، اسی غرض سے سب سے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نازل فرمایا۔ قرآن مجید نازل ہونے سے قبل بھی بہت سی آسمانی کتب دنیا میں آئیں، مثلاً توریت، زبور، انجیل اور دیگر صحائف وغیرہ اسی طرح سے دوسرے مذاہب نے بھی اپنے لیے لائحہ عمل ترتیب دیا، مثلاً ہندو مذاہب میں وید، گیتا، رمائن وغیرہ، سکھ مذہب میں گرنتھ، بودھ مذہب میں گوتم، ان تمام کتابوں سے باوجود اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی آسمانی کتابوں کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا وجہ کیا ہے؟ چونکہ وجہ یہ ہے کہ قرآن محفوظ ہے اور دیگر کتب محفوظ نہیں، اور جہاں تک قرآن کی محفوظیت کا تعلق ہے تو اس کا دعویدار خود اللہ تعالیٰ ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ بیشک ہم نے ذکر کو نازل کیا یعنی قرآن کو اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

قرآن کی گواھی:- قرآن اپنے بارے میں ارشاد فرماتا ہے الم ذالك الکتاب لا ریب فيه هدی للمتقین۔ الف، لام، میم، یہ وہی کتاب ہے جس کا وعدہ کیا گیا تھا، اس کے کتاب الٰہی ہونے میں شک نہیں متقیوں کے لیے ہدایت ہے۔

قرآن ہدایت رہنمائی کا سامان بن کر یوں تو سارے انسانوں کے لیے آیا ہے، لیکن اس سے فائدہ وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جن کے اندر تقویٰ و پرہیزگاری اور خوف خدا ہو، قرآن سے زیادہ سے زیادہ رہنمائی اور ہدایت حاصل کر سکتے ہیں قرآن ہی سے اپنے دلوں کی آلودگیوں کو پاک وشفاف کر سکے اور دلوں کا زنگ دور کر سکے، حدیث پاک میں آیا ہے، قال رسول الله ان هذه القلوب تصداءُ كما يصداءُ الحديد اذا اصابه الماءُ قيل يا رسول الله وما جلاءُ ها قال كثرة ذكر الموت وتلاوة القرآن (سفینۂ مشکوٰۃ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دلوں کو بھی زنگ لگتا ہے جس طرح لوہے کو زنگ لگتا ہے جب بھیگ جاتا ہے عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول دلوں کا زنگ کس چیز سے دور ہوگا فرمایا موت کو بکثرت یاد کرنے اور قرآن کی تلاوت سے۔

قرآن کی تعریف: قرآن کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا وانه لتنزيل من رب العالمين، نزل له الروح الامين على قلبك لتكون من المنذرين فى لسان عربى مبين۔ قرآن اللہ رب العلمین کی نازل کردہ وہ کتاب ہے جو بلیغ عربی زبان میں ہے جس کو بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے بذریعہ جبریل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شب قدر میں نازل کیا، جس پر ہر مسلمان کو ایمان لانا لازم وضروری ہے۔

قرآن پر صحابۂ کرام کا عمل:- صحابہ کرام قرآن پر کس طرح عمل پیرا تھے۔ جسے ہر مسلمان بحسن وخوبی سمجھ سکتا ہے، وہ صحابہ کرام ہی تھے کہ جب ان کے کانوں میں لا تقربوا الزنا انه كان فاحشة وساء سبيلا۔ کی پرکشش آواز پہنچی تو انہوں نے فوراً اپنی پارسائی کا ثبوت فراہم کیا، اور اگر بتقاضائے بشریت کبھی ان سے غلطی کا صدور ہوا بھی تو نفس لوامہ نے انہیں چین نہ لینے دیا، بروقت انہوں نے دربار رسالت میں پہنچ کر اپنے گناہوں کی تلافی کر لی قرآن ہی پر عمل کا جذبہ تھا کہ جب قرآن کی آیت وان كنتم الا تقسطوا فى اليتمىٰ فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلث وربع نازل ہوئی تو ابن عم ان ابن غیلان نے فوراً اپنی

انسانوں کے لیے یاددہانی اور نصیحت ہے قرآن میں کبھی خدا کی صفات ہوتی ہیں، کبھی اس کی نعمتوں اور نوازشوں کا تذکرہ ہوتا ہے، کبھی انسان کو اپنے وجود کی طرف متوجہ کرتا ہے، اور کبھی آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے، دریا، پہاڑ، چرند، پرند، بارش، ہوائیں، اختلاف روز شب، باغات، کھیت، کھلیان میں خدا کی قدرت، اہمیت رحمت اور ربوبیت کی غیر معمولی جلوہ گری پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے، کبھی وہ ہمیں لئے ماضی میں چلا جاتا ہے اور قوموں کے عروج وزوال کی داستانیں سناتا ہے، تباہ شدہ قوموں کے کھنڈرات پر سے گذارتا ہے تو دلوں میں کپکپی پیدا کر جاتا ہے بدر جیسے معرکوں میں تین سو تیرا کو اپنے سے تین گنی طاقت کو بالمقابل غالب ہوتے ہوئے بتاتا ہے تو نیا حوصلہ پیدا ہوتا ہے احد میں اپنی غلطی سے مسلمانوں کے زخم کھانے کا منظر سامنے آتا ہے تو مومن کو حد درجہ محتاط اور چوکنا کر دیتا ہے، جنت میں لے کر کبھی پہنچ جاتا ہے تو ایک سے بڑھ کر ایک دلنواز اور جانفزا منظر دلوں میں چٹکیاں لینے لگتا ہے، دوزخ کی طرف سے گذارتا ہے تو لگتا ہے اس کے شعلے پیچھا کر رہے ہیں انسان جب غور کر کے تدبیر کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو یہ سارے مناظر سامنے آتے ہیں اور ہر منظر الگ الگ روپ رکھتا ہے اور مخصوص اثر چھوڑتا ہے اس لیے قرآن بار بار اپنے اندر غور وفکر کی دعوت دیتا ہے مثلاً کہتا ہے کتب انزلنا الیک مبارکۃ البروایتہ وایتذکرا اولو الالباب۔ یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے تم پر اتاری ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیت پر غور کریں اور عقل خالص رکھنے والے نصیحت حاصل کریں۔

اللہ کے رسول کا ارشاد ہے ان اللہ یرفع لھذا الکتاب اقواما ویصع لہ آخرین۔ اللہ اس کتاب کے ذریعہ کچھ لوگوں کو سر بلندی عطا کرتا ہے اور کچھ کو پستی میں ڈال دیتا ہے۔

☆☆☆

دس بیویوں میں سے چھ کو جدا کر دیا، اسی طرح جب ولھا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق کا نزول ہوا تو اس کا اثر صحابۂ کرام پر نہ صرف یہ ہوا کہ بچوں کو در گور کرنا بند کر دیا بلکہ شادی ایسی عورتوں سے کی جانے لگی جو زیادہ بچہ جننے والی ہوتی تھیں یہی وجہ ہے کہ اکثر صحابہ کرام کثیر الاولاد ہوتے تھے اور جب وکلوا مما رزقکم اللہ حلالہ طیباً نازل ہوئی تو فوراً صحابہ کرام نے اس پر اپنا نمونۂ عمل پیش کیا، اور حرام اشیاء سے اجتناب کرنے لگے جب قرآن کی آیت یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوہ۔ نازل ہوئی تو وہ جام جو لبوں کے قریب پہنچ چکے تھے وہیں رک گئے اور صحابہ کرام نے نہ صرف یہ کہ اس کا پینا ترک کر دیا بلکہ شراب کے مٹکوں کو پھینک دیا جس کی بنا پر مدینہ کی پوری گلیاں تر ہوگئی اور لوگوں کا چلنا مشکل ہوگیا غرض صحابہ کرام کو قرآن سے کس قدر والہانہ محبت تھی کہ اس کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیتے جیسا کہ مذکورہ مثالوں سے یہ خوب واضح نظر آتی ہے۔

قرآن سے گھروں کو آباد کرو:- عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجعلوا بیوتکم مقابران الشیطان ینفر من البیت الذی یقراءُ منہ سورۃ البقرہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورہ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔

قرآن کے ساتھ ہمارا تعلق:- سوال یہ ہے کہ قرآن سے ہمارے تعلق کی نوعیت کیا ہے، کیا یہ کتاب محض حصول برکت اور ایصال ثواب ہی کا ذریعہ ہے جیسا کہ ہم نے اسے عملاً بنا رکھا ہے، قرآن اپنی یہ حیثیت تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہے، وہ تو اپنے کو حق و باطل کی کسوٹی، تاریکیوں میں روشنی، اور ہدایت و رہنمائی کی کتاب بتاتا ہے اور

مسجد! اسلامی معاشرہ کا دینی و ثقافتی مرکز

ملک محبوب الرسول قادری

مذاہب عالم میں زمانے اور ضرورت کے مطابق عبادت گاہوں کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے ہر عہد میں مذہبی انسان اور ان کی عبادت گاہوں کا باہمی طور پر چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ اہل اسلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے مساجد کو بطور عبادت گاہ پسند فرمایا اور رسول پاک صاحب لولاک علیہ السلام کے وسیلہ جلیلہ سے امت مسلمہ کے لیے ساری زمین کو عبادت کے لیے قبول فرمالیا۔ ''مسجد'' کا لغوی معنی ''سجدہ کی جگہ'' کے ہیں۔ سابقہ امتوں کی عبادت کے لیے ساری دنیا میں چند مقامات مخصوص تھے جہاں نماز پڑھی جاسکتی تھی۔ عبادت کی جاسکتی تھی ان متعینہ اور مقررہ مقامات پر گئے بغیر ان کی عبادت نہیں ہوسکتی تھی لیکن محبوب رب اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کو عام اجازت عطا فرمائی گئی کہ جہاں چاہو عبادت کے لیے مسجد بنالو۔ تمہاری عبادت قبول کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ''اور یہ مسجدیں اللہ ہی کی ہیں۔ تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو'' (الجن ۱۸: ترجمہ کنز الایمان) اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا کہ ''اور اس سے بڑھ کر ظالم کون، جو اللہ کی مسجدوں کو روکے۔ ان میں نام خدا لیے جانے سے۔ اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب (البقرہ ۱۱۴: ترجمہ کنز الایمان) تیسری جگہ ارشاد فرمایا ''مشرکوں کو (حق) نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دے کر، ان کا تو سب کیا دھرا، اکارت ہے اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔ اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں، جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں'' (التوبہ: ۱۷، ۱۸: ترجمہ کنز الایمان)

مذکورہ ارشادات باری تعالیٰ سے مسجد کی اہمیت وعظمت، مرتبہ ومقام اور حیثیت کے تعین کرنے میں بہت ساری وضاحت اور مدد ملتی ہے۔ صدر الافاضل حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ تفسیر خزائن العرفان میں رقمطراز ہیں کہ ''مسجدوں کے آباد کرنے کے مستحق مومنین ہیں۔ مسجدوں کے آباد کرنے میں یہ امور بھی داخل ہیں جھاڑو دینا، صفائی کرنا، روشنی کرنا، اور مسجدوں کو دنیا کی باتوں سے اور ایسی باتوں سے محفوظ رکھنا جن کے لیے وہ نہیں بنائی گئی ہیں۔ مسجدیں عبادرت کرنے اور ذکر کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں اور علم کا فروغ اور درس بھی ذکر میں داخل ہے۔'' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے اور جو شخص مسجد میں قندیل روشن کرتا ہے اس کے لیے ستر ہزار فرشتے اس وقت تک استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ قندیل روشن رہتی ہے۔ (تقریرات رافعی)

صحیح مسلم شریف میں حدیث نبوی ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی۔ فرمایا۔ مسجد حرام (خانہ کعبہ) میں نے عرض کیا۔ اس کے بعد؟ فرمایا۔ مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں نے پوچھا۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اب یہ فرمایئے کہ ان دونوں کی تعمیر میں کتنے وقت کا وقفہ ہے؟ ارشاد فرمایا۔ چالیس سال کا اور جہاں نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لو۔ وہی مسجد ہے۔'' ترمذی میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث پاک مروی ہے کہ پیغمبر امن ورحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں کثرت سے مسجدوں میں جانے والے ہیں انہیں خوشخبری سنا دو کہ قیامت کے دن انہیں پورا نور عطا کیا جائے گا۔ ابوداؤد میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین افراد ایسے ہیں کہ جن کی حفاظت رب کریم کے ذمہ کرم پر ہے ان میں سے جو زندہ رہے گا اسے رزق دیا جائے گا اور اس کی حاجات پوری کی جائیں گی اور اگر وفات پا گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں جگہ مرحمت فرمائے گا وہ تین یہ ہیں (۱) جس نے اپنے گھر میں ہوتے ہوئے اپنے اہل وعیال کو سلام کیا۔ (۲) جو مسجد کی طرف نکلا (۳) جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلا۔ (اللہ اکبر)

طبرانی میں حدیث نبوی ہے کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے آرام اور راحت، رحمت اور پل صراط پر سے سلامتی کے ساتھ گزر کر اللہ تعالیٰ اور جنت حاصل ہو جانے کی ضمانت دی ہے جس کا گھر مسجد ہو۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سردار وہ جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ مسجد میں آتا جاتا ہے تو اس کے ایمان پر گواہ ہو جاؤ۔ کیونکہ ارشاد الٰہی ہے کہ مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین میں سب سے زیادہ محبوب مقامات مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ ناپسندیدہ مقامات بازار ہیں دوسری روایت میں فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت یا شام کے وقت مسجد کی طرف جائے اللہ تعالیٰ اس لیے جنت میں مہمانی فرمائے گا۔ (مسلم شریف)

آپ ہی کی ایک روایت ابن ماجہ شریف میں یوں مرقوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ...... مومن کو اس کے اچھے اعمال اور حسنات سے جو چیزیں موت کے بعد پہنچتی ہیں ان میں سے ایک تو علم ہے جو اس نے سیکھا اور پھیلایا اور وہ نیک اولاد ہے جسے اس نے چھوڑا یا قرآن مجید ورثہ میں چھوڑ گیا یا مسجد بنا گیا یا مسافر خانہ تعمیر کر گیا یا نہر جاری کر گیا اس نے کوئی صدقہ کر دیا۔ جسے اس نے اپنی زندگی میں اپنے مال سے نکالا تھا۔ یہ صدقہ اس کی موت کے بعد اسے پہنچتا رہے گا۔ حدیث نبوی ہے کہ جس شخص نے اپنے گھر میں اچھی طرح وضو کیا۔ پھر مسجد میں آیا۔ وہ اللہ کا مہمان ہے اور مہمان کی تکریم کرنا میزبان پر مہمان کا حق ہے۔ (طبرانی) اسی طرح حلیۃ الاولیاء میں حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ حدیث نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ یوم حشر ارشاد فرمائے گا "میرے پڑوسی کہاں ہیں؟" فرشتے عرض کریں گے۔ اے اللہ! تیرا پڑوسی کون ہو سکتا ہے؟ اللہ پاک ارشاد فرمائے گا۔ مسجدوں کو آباد کرنے والے میرے پڑوسی ہیں، سبحان ربی العظیم۔

ان آیات ربانی اور احادیث نبویہ سے مسجد کی اہمیت وافادیت کے حوالے سے خوب روشنی پڑتی ہے اب چند اہم امور پر غور وفکر کرنا بھی ضروری ہے۔ مسجد کی تعمیر کے حوالے سے جہاں جی چاہے سرکاری جگہ پر قبضہ کر کے مسجد بنالینا یا مسجد کی بنیاد رکھ لینے کے بعد پچاس پچاس سال تک کمرشل بنیادوں پر چندے اکٹھے کرتے رہنا کسی طور پر بھی جائز اور درست نہیں ہے۔ ملت مسلمہ کے عظیم بزرگ حضرت علامہ محمد بن خلفہ وشتانی مالکی (المتوفی ۸۲۷ھ) فرماتے ہیں......

"...... مساجد بنانے کی اصل ذمہ داری تو حکومت کی ہے۔ حاکم وقت مساجد بنوائے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو پھر عام مسلمانوں پر فرض ہے وہ مسجد بنائیں۔ اگر آبادی کی ضرورت ایک مسجد سے پوری ہو تو ٹھیک ورنہ آبادی کی ضرورت کے مطابق اور مسادج بنوائی جائیں۔ اسی طرح ائمہ مساجد کی ضروریات کے مطابق انہیں تنخواہ مہیا کرنا 'وظیفہ دینا' سہولیات کا انتظام کرنا بھی دراصل اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اگر حکام اور ارباب اقتدار تساہل سے کام لیں تو پھر یہ مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری ہے......"

(اکمال اکمال العلم جلد: ۲، صفحہ ۲۲۸)

اسی طرح قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ھ) رقم طراز ہیں کہ "مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ کفار کو تعمیر مسجد سے منع کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مساجد صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا منکر ہو اس کو مساجد بنانے کا کوئی حق نہیں ہے۔" (تفسیر مظہری، جلد: ۴، صفحہ ۴۶) اس سے معلوم ہوا کہ نہ تو غیر مسلموں سے مسجد بنوانا درست ہے اور نہ ہی تعمیر مسجد کے لئے کسی غیر مسلم سے چندہ لینا جائز ہے۔ اسی طرح قادیانیوں کا اپنے عبادت

خانوں کو مسجد کے سٹائل میں تعمیر کرنا یا اس کو مسجد کا نام دینا بھی "مداخلت فی الدین" قرار پائے گا لہذا ضروری ہے کہ قادیانیوں کو ان کے عبادت خانوں پر محراب و مینار تعمیر نہ کرنے دیئے جائیں کیونکہ وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم صفت "ختم نبوت" کے منکر ہیں۔ جب کہ ختم نبوت کا مسئلہ قرآن حکیم کی متعدد واضح آیات مبارکہ اور بے شمار احادیث نبوی سے ثابت ہے لہذا منکرین ختم نبوت اور گستاخان رسول پکے کافر اور مرتد ہیں۔ اہل اسلام کو اس نہایت اہم اور نازک مسئلے پر گہری دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانثار ثابت کرنا چاہئے کیونکہ یہی جان ایمان بلکہ عین ایمان ہے۔

مساجد کے آداب کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا از حد ضروری و لازمی ہے مثلاً بخاری و مسلم کی ایک متفقہ حدیث شریف میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہے کہ جو شخص لہسن یا پیاز وغیرہ کھائے وہ اس وقت تک ہماری مسجدوں کے قریب نہ آئے جب تک ان کی بو ختم نہیں ہو جاتی۔ کیونکہ جن چیزوں سے انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے اور ان چیزوں سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہونا چاہئے تو یوں کہے کہ اے اللہ میرے لئے رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر آنا چاہے تو کہے کہ اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوالی ہوں۔ سرکار دوعالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگو! جب تم جنت کے باغوں سے گزرو تو خوب کھاپی لیا کرو۔ عرض کیا گیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا مسجدیں پوچھا گیا اور جنت کے پھل؟ فرمایا سبحان الله، الحمدلله ولا اله الا الله والله اكبر یعنی ذکر الٰہی جنت کا پھل ہے۔ مراد ہے کہ ذکر الٰہی کی محافل برپا کرو کیونکہ یہ روحانی غذا ہیں۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے آداب کے باب میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز (نفل) پڑھ لے۔ عہد نبوی میں مسجد [illegible] جاتے تھے۔ ان میں سے تعلیم امت کا کام تھا۔ عدل وانصاف کا کام تھا۔ منصوبہ بندی کا کام تھا۔ مستقبل کی پلاننگ اور وفود کی تیاری کا کام تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں دو مجلسوں کے پاس سے گزرے اور فرمایا دونوں مجالس خیر پر مبنی ہیں لیکن ان میں سے ایک افضل ہے۔ ایک مجلس میں بیٹھے لوگ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ رہے تھے اور اس کی طرف متوجہ ہو رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کو عطا فرمادے اور اگر چاہے تو عطا نہ فرمائے۔ دوسری مجلس میں لوگ بیٹھے دین میں سمجھ حاصل کر رہے تھے، تفہیم دین کا ایک سلسلہ جاری وساری تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ علم دین حاصل کر رہے ہیں اور نہ جاننے والے کو سکھا رہے ہیں اس لئے یہ لوگ افضل ہیں۔ پھر آپ خود اسی مجلس میں آ کر جلوہ افروز ہو گئے۔ اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ (دارمی)

مسجد نبوی سے ملحق اصحاب صفہ کا چبوترہ تھا اور الحمدللہ آج بھی موجود ہے۔ اس چبوترے پر نومسلم حضرات کو علم دین سے آراستہ کیا جاتا تھا۔ گویا عہد نبوی میں نومسلموں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا گیا اور آج شاید پورے پاکستان میں نومسلموں کی تعلیم وتربیت کے لئے ایک بھی درس گاہ موجود نہیں۔ کاش حکومت، اہل علم اور اصحاب ثروت اس پہلو پر بھی توجہ مرتکز کر سکیں؟ مسجد نبوی میں محفل نعت منعقد ہوتی تھی۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے حضرت حسان بن ثابت اور حضرت علی، کعب بن زہیرہ رضی اللہ عنہم جیسے مقتدر نعت گو اور نعت خواں صحابہ، بارگاہ رسالت میں گلہائے عقیدت پیش کیا کرتے تھے۔ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تو مجلس شوریٰ کے باقاعدہ اجلاس مسجد نبوی میں منعقد ہوا کرتے تھے۔

لیکن ان تقدس مآب مجالس کو آڑ بنا کر مساجد میں دنیاوی جلسے اور منفی تقریبات کرنا درست نہیں۔ کیونکہ مساجد میں خرید فروخت کرنا، گمشدہ چیزوں کے اعلانات، بھیک مانگنا، اور دنیاوی باتیں کرنا جائز نہیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن [illegible] رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی دنیاوی باتیں ان کی مسجدوں میں ہوں گی اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ آج کل عورتوں کا مسجدوں میں نماز کے لئے آنا بھی رواج بن گیا ہے جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے کہ عورت کی نماز جو اس کے کمرے میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو اس کے گھر کے صحن میں پڑھی جائے۔ اور اس کی نماز جو اندر والے خاص کمرے میں پڑھی جائے وہ اس نماز سے بہتر ہے جو کسی عام کمرے میں پڑھی جائے۔ (ابوداؤد) آج ہماری بہو بیٹیوں اور جدید معاشرے کو یہ ارشاد گرامی بھی پیش نظر رکھنا چاہئے۔

ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ مساجد میں چند افراد کی اجارہ داری قائم ہے کوئی نوجوان مسجد چلا جائے تو الا ماشاء اللہ اسے طرح طرح کی تنقید کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جس کے لاشعوری طور پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اصلاح کا مثبت انداز اپنایا جائے۔ اہل علم اور بزرگ حضرات پیار کی زبان میں اصلاح کا فریضہ سرانجام دیں اور نوجوان بھی مسجد سے پیار اور بازاروں میں آوارہ گردی سے بیزاری کا اظہار کریں۔ مساجد صاف ستھری اور جدید سہولیات سے آراستہ بنانا کوئی جرم نہیں بلکہ اجر وثواب کا موجب ہے لیکن مسجدیں سنگ مرمر اور قیمتی ٹائلوں سے بنا کر ان پر اُترانا ہرگز درست نہیں ابن ماجہ اور ابوداؤد شریف میں حدیث نبوی ہے کہ آثار قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ لوگ مسجدیں بنا بنا کر آپس میں فخر کریں گے اللہ تعالیٰ ہمیں مسجدیں آباد کرنے اور ان کی قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن مقابلہ بازی میں مسجدوں کی آرائش وزیبائش کرنا درست نہیں ہے۔ مسجد میں نماز کے لئے بعض اوقات انسان دیر سے پہنچتا ہے اب جماعت شروع ہوگئی تو آنے والا دوڑ کر اپنی ایک رکعت بچانا چاہتا ہے۔ حالانکہ یہ طریقہ پیغمبر امن ورحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا۔ جب مسجد میں آنا ہو، بڑے آرام وسکون، پوری سنجیدگی اور باوقار طریقے سے آنا چاہئے۔ مسجد کی صفائی کا خاص خیال رکھا جانا چاہئے۔ مسجد میں پہلے آنے والے اگلی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے لانا درست نہیں ہے مسجد میں تھوکنا از حد مکروہ ہے۔ بچوں کو جھڑکنے کا رواج سا ہو گیا ہے حالانکہ یہ ناپسندیدہ عمل ہے خدانخواستہ اس بچے کے ذہن میں مسجد کے حوالے سے کوئی ایسا تاثیر پیدا ہو جائے کہ وہ بڑا ہو کر مسجد سے دور ہو جائے تو کیا اس کا گناہ جھڑکنے والے کو نہیں ہوگا؟ اس لئے احتیاط ضروری ہے مسجدوں میں لاؤڈ سپیکر بہت پاورفل لگے ہوتے ہیں تو عموماً لاؤڈ اسپیکر کا بے جا اور بے تحاشا استعمال بھی لوگوں کو ذہنی اضطراب میں مبتلا کر دیتا ہے مسجد کمیٹیوں اور علماء کو عوام کے مسائل پر بھی خاص توجہ مرتکز رکھنا چاہئے۔ بعض مساجد کے ساتھ دکانیں تعمیر کی جاتی ہیں تا کہ مسجد کی مستقل آمدن کا ذریعہ رہیں اب ان میں کسی نے میوزک سینٹر کھول رکھا ہے تو کوئی گرم حمام چلا رہا ہے۔ کسی نے ہوٹل کھول دیا۔ اس سے قباحت یہ پیدا ہوگئی میوزک سینٹر والا ہمہ وقت گانے بجاتا ہے۔ حمام والا گلوکاروں کے کیسٹ بلند آواز میں جاری رکھتا ہے اور ہوٹل پر رکھے ٹی وی میں کھیلوں کے میچ ڈرامے وغیرہ دکھاتے جارہے ہیں جو بہرحال مساجد کے تقدس کے منافی ہیں لہٰذا کمیٹیوں کو چاہئے کہ وہ دکانات کرایہ پر دینے سے پہلے معاہدہ کے ذریعہ کرایہ دار کو اس امر کا پابند بنائیں کہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کریں گے جس سے مسجد کے تقدس پر آنچ آئے۔ بہرحال مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں۔ خانہ کعبہ کی بیٹیاں ہیں۔ ان کے تقدس کو برقرار رکھنا ہماری دینی ومذہبی ذمہ داری ہے جو ہمیں پوری کرنا چاہئے۔ ویسے بھی طبرانی میں حدیث شریف ہے کہ جو شخص مسجد سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مبارک گھر سے محبت کی توفیق بخشے اور مساجد کے حقیقی فیضان سے امت کو فیض یاب فرمائے۔ آمین۔

اللھم صلی علی سیدنا محمد علی قدرحسنه وجماله وفضله وکماله وبذله نواله وفوزه وماله وعلی آلهٖ واصحابه وبارك وسلم

★★★

قضاء وتحکیم کے چند اصولی اور بنیادی مسائل

قاضی فضل احمد مصباحی، مفتی جامعہ عربیہ ضیاء العلوم بنارس

اسلامی شریعت کا دائرہ کسی زمانہ یا ملک وقوم تک محدود نہیں ہے، بلکہ قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کے لیے اسلامی شریعت پر عمل کرنا واجب اور ضروری ہے۔

اسلامی قانون جس طرح ان ممالک کے لیے ہے جن کی زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے، اسی طرح ان ممالک میں بسنے والے مسلمانوں کے لیے بھی لازم العمل ہے جن کے باگ ڈور غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہے۔

دور حاضر میں حکومت کا دائرۂ کار چند میدانوں تک محدود نہیں رہ گیا ہے، بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں قانون سازی، منصوبہ بندی حکومت اپنا فرض سمجھتی ہے۔ غیروں کے قائم کئے ہوئے غیر اسلامی نظام وماحول میں رہنے والے کروڑوں مسلمان سخت گھٹن اور تنگی میں ہیں۔ بہت سے اسلامی احکام پر عمل ان کے لیے حکومت کے قوانین کی روشنی میں دشوار تر ہو گیا۔ اگر اسلامی احکام کو چھوڑتے ہیں تو ان کا دل انہیں ملامت کرتا ہے، آخرت میں باز پرس اور عذاب الٰہی کا خوف ان کے لیے سوہان روح بن جاتا ہے۔ اور اگر ان اسلامی احکام کی کامل پابندی کرتے ہیں تو انتہائی ضیق یا تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں۔

شریعت مطہرہ میں قضاء وتحکیم کا اصول ان اہم اور بنیادی اصولوں میں سے ہے جسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے مقدمات ومعاملات کا فیصلہ کرنے اور ان کے درمیان عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے جائز کیا ہے، انسانی فطرت میں خالق نے خیر کی محبت ودیعت کی ہے، پسندیدہ چیزوں کے حصول کے لیے ان میں باہم مقابلہ اور مسابقت ہوتی ہے، کسی ایک چیز کی طلب میں جب چند افراد آگے بڑھتے ہیں تو بسا اوقات ان میں لڑائی ہو جاتی ہے، اسی نزاع کو ختم کرنے کے لیے قاضی وحَکَم کی ضرورت پڑتی ہے کہ وہ شریعت کے مقرر کردہ حدود پر قائم رہتے ہوئے عدل وانصاف کی بنیاد پر لوگوں کے جھگڑوں کا تصفیہ کردے اور ہر صاحب حق تک اس کا واجبی حق پہنچا دے۔ چنانچہ فقہاء کرام نے قضاء کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"ھو لغۃ الحکم وشرعاً فصل الخصومات وقطع المنازعات" (درمختار علیٰ ہامش [illegible])

جب کہ تحکیم میں معاملہ کسی انصاف ور عالم کے سپرد کر دیا جاتا ہے کہ وہ دونوں فریق کی رضامندی سے اپنی صوابدید کے مطابق معاملہ کا تصفیہ کردے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

"ھو لغۃ جعل الحکم فیمالك لغیرك وعرفاً تولیة الخصمین حاکماً یحکم بینھما"۔ (درمختار علیٰ ہامش رد المحتار ج۴، ص ۳۴۷)

تو گویا قاضی اور حکم (ثالث) کا فیصلہ انسانی معاشرے کی ایک بنیادی ضرورت ہے۔

قضاء وتحکیم کی مشروعیت:- قرآن وسنت اور فقہائے امت کے کلام میں قضاء وتحکیم کی اہمیت ومشروعیت کا ذکر متعدد مقامات پر ملتا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کو لوگوں کے تنازعات میں حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔

اے داؤد بے شک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔ (سورہ ص)

اور ہمارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے اتارے سے (سورہ مائدہ)

اسلام میں چونکہ عدل وانصاف پر مبنی فیصلہ ہی کی اہمیت ہے، اسی وجہ سے مسلمانوں کو طاغوت کے پاس اپنے مقدمات کے فیصلہ کے لیے جانے سے روکا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

کیا تم نے انہیں نہ دیکھا جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر جو تمہاری طرف اترا اور اس پر جو تم سے پہلے اترا، پھر چاہتے ہیں شیطان کو اپنا پنچ بنائیں، اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اصلاً نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکا دے (سورہ نساء)

پھر چند آیات کے بعد ارشاد ہوتا ہے۔

اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں، پھر جو کچھ تم حکم [illegible] اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان

لیں۔ (سورہ نساء)

اسی طرح احادیث کریمہ اور آثار صحابہ میں بھی قضاء و تحکیم کے تعلق سے کافی ووافی تذکرے ملتے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر ہم یہاں صرف دو حدیثوں کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابو بردہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو یہ تاکید فرمادی کہ لوگوں میں آسانیاں پیدا کرنا، دشواریاں مت لانا، لوگوں کو بشارت وخوشخبری دینا، وحشت ونفرت مت دلانا، اتفاق رائے سے کوئی فیصلہ کرنا، آپس میں اختلاف نہ کرنا، چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

"عن ابی بردة قال بعث النبی صلی اللہ علیه وسلم جدهٔ ابا موسیٰ ومعاذاً الی الیمن فقال یسّراولا تعسرا، بشّرا ولا تنفرا وتطاوعاولا تختلفا." (بخاری ومسلم)

۲۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا، میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ مجھے بھیج رہے ہیں جب کہ میں نوعمر ہوں اور قضاء کے تعلق سے مجھے کوئی تجربہ نہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرے قلب کی رہنمائی فرمائے گا اور تیری زبان کو حق پر ثابت رکھے گا، جب تمہارے پاس دو شخص مقدمہ کے فیصلہ کے لیے آئیں تو صرف پہلے کی بات سن کر فیصلہ مت کردینا جب تک دوسرے کی بات سن نہ لو، کہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ فیصلے کی نوعیت تمہارے لیے واضح ہوجائے گی، حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے فیصلہ کرنے میں کبھی شک وتردد نہ ہوا۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

"عن علی قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الی الیمن قاضیاً فقلت یا رسول اللہ ترسلنی وانا حدیث السنّ ولا علم لی بالقضاء فقال ان اللہ سیھدی قلبك ویثبت لسانك اذا تقاضی الیك رجلان فلا تقض للاول حتیٰ تسمع کلام الآخر فانه احری ان یبتین لك القضاء قال فما شککت فی قضاء بعد."

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابۂ کرام کو لوگوں کے درمیان ... فیصلہ ... کی طرف قاضی بنا کر بھیجا گیا تو اب جب کہ زمانہ عہد مبارک سے کافی دور نکل چکا ہے، مالی ومعاشرتی اختلافات اتنے وسیع اور عام ہوگئے ہیں کہ کسی مستحکم شرعی نظام کے قیام کے بغیر ان پر قابو پایا جانا حد درجہ مشکل ہوگیا ہے۔ لہٰذا قاضی وقضاء کی ضرورت واہمیت پہلے کی بہ نسبت دوچند ہوگئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے امت نے قضاء کو فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ رحمۃ الباری رقمطراز ہیں۔

"قضاء فرض کفایہ ہے، کیوں کہ بغیر اس کے نہ لوگوں کے حقوق کی محافظت ہوسکتی ہے نہ امن عامہ قائم رہ سکتا ہے" (بہار شریعت ج ۱۲، ص ۵۴)

ملک العلماء علامہ علاؤالدین کا شانی حنفی قضاء کی اہمیت وضرورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قضاء، لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کو کہتے ہیں اور اس کے مطابق حکم کرنے کو جو اللہ عزوجل نے اتارا ہے تو قاضی مقرر کرنا فرض قضاء کی اقامت کے لیے ہے لہٰذا لازماً وہ بھی فرض قرار پایا۔ (بدائع ج ۵، ص ۴۳۸)

جب اسلام کا غلبہ تھا، ہر اسلامی ملک اور اسلامی سلطنت میں سلطان اسلام کی طرف سے قضاۃ وحکام اس بات پر مامور ہوا کرتے تھے کہ وہ لوگوں کے مالی ومعاشرتی مقدمات اور عائلی اختلافات میں حق وانصاف کے ساتھ فیصلے کریں۔ لیکن یہ وقت کا المیہ ہی ہے کہ آج ہم اپنی آنکھوں سے وہ حالات دیکھ رہے ہیں جن کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا یعنی ملک اسلامی ہے اور اس میں حکام عموماً کفار ہیں۔ امام اہل سنت اپنے فتاویٰ میں اس المیہ کا اظہار یوں فرماتے ہیں۔

"یہ بھی اسی زمانہ کے مطابق تھا، اس وقت میں اور اس کے بعد صدہا سال تک اس کی نظیر قائم نہ ہوئی تھی کہ شہر دار الاسلام ہو اور حاکم کافر، ولہٰذا نظر بحالت موجودہ اسلامیت شہر واسلام شہر یار میں تلازم تھا، ان بندگان خدا کے خواب میں بھی یہ خیال نہ گذرتا ہوگا جو آج آنکھوں کے سامنے ہے کہ شہر دار الاسلام اور اس پر کفار حکام"

(فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۱۷۱)

یہ شومئی قسمت ہی ہے کہ آج ہمارے ملک ہندوستان کا بھی یہی حال ہے۔ لہٰذا یہاں بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے ایسے قضاء کا شرعی نظام قائم کریں جس سے وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام اور ان کی شریعت کو پورے طور پر نافذ کرسکیں۔

تاہم یہ بات سب سے اہم اور قابل غور ہے کہ قاضی وحَکَم کا انتخاب وتقرر کس طور پر ہو؟ کیا کوئی شخص بطور خود وبزعم خویش قاضی بن بیٹھے تو اسے قاضی وحاکم کا درجہ مل جائے گا؟ یا دو اشخاص آپس میں یہ طے کرلیں کہ آپ مجھے قاضی کہیں، میں آپ کو قاضی کہتا ہوں، قاضی وحاکم شرع بن جائے گا؟ کیا پورے ملک اور پورے صوبہ کا قاضی کوئی ایک شخص ہوسکتا ہے؟ یا ہر ہر ضلع کا قاضی الگ ہوگا؟ اور جس طرح پورے ملک میں کسی ایک قاضی پر اتفاق دشوار ہونے کی صورت میں ہر ہر ضلع کیلئے الگ الگ قاضی کا انتخاب ہوگا، اسی طرح اگر ضلع کی آبادی کافی وسیع ہو، اس کے تحت مختلف قصبہ جات ہوں اور وہاں کسی ایک شخص پر اتفاق نہ ہوسکے تو ہر علاقہ کا قاضی الگ الگ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اس لیے ذیل میں ان چیزوں پر تفصیل سے روشنی ڈالنا ضروری اور مناسب ہوگا۔

قاضی کے انتخاب کا طریقۂ کار:- کسی ایسے اسلامی یا غیر اسلامی ملک میں جہاں کفار کا غلبہ وتسلط ہو اور وہی اختیار واقتدار میں ہوں تو اقامت جمعہ واعیاد، اور عدل وانصاف کے قیام اور لوگوں سے ظلم وزیادتی کے خاتمہ کے لیے ایک طریقہ تو یہ ہے کہ وہاں کے مسلمان آپسی اتفاق اور باہمی رضامندی سے قاضی وحاکم شرع کا انتخاب کرلیں، چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں۔

وہ شہر جن میں حکام کفار ہوں تو وہاں کے مسلمانوں کے لیے جمعہ وعیدین کی نماز قائم کرنا جائز ہے اور قاضی مسلمانوں کی باہم رضامندی سے قاضی بن جائے گا، تو وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ ان میں سے کسی کو اپنا والی مقرر کرلیں اور مسکین نے اپنی شرح میں اس کی نسبت اصل کی طرف ہے اور اسی طرح جامع الفصولین میں بھی ہے، اور فتح القدیر میں ہے کہ جب سلطان اسلام نہ ہو اور نہ کوئی ایسا حاکم ہو جس کی پیروی جائز ہو، چنانچہ بعض ان اسلامی شہروں میں جہاں کفار کا غلبہ وتسلط ہے ان کا یہی حال ہے، جیسے اس وقت قرطبہ میں، تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اتفاق رائے سے کسی ایک شخص کو قاضی ووالی بنالیں اور وہ مسلمانوں کے معاملات کا فیصلہ کریں، یوں ہی وہ کسی کو اپنا امام بنالیں جو ان کو جمعہ کی نماز پڑھائے الخ، یہ بات دل میں جمنے والی ہے لہٰذا اسی پر اعتماد کرنا چاہئے (ردالمحتار ج ۴، ص ۳۰۸)

مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ راقم ہیں۔

''مسلمانوں کی دینی ضرورتیں وہ بھی آتی ہیں جن کے بغیر ولایت شرعیہ سلطان اسلام بھی کافی نہیں، ان میں خاص خاص حاجتوں کے لیے فریقین راضی ہوں تو حَکَم مقرر کرسکتے ہیں، مگر بعض جگہ حَکَم کافی نہیں یا ایک فریق تحکیم پر راضی نہیں وہاں کیا کیجئے کہ دینی حکم کیلئے دنیوی طریقہ کافی نہیں، اس طریقہ پر ہو جو باجازت شرع احکام شرعیہ کا احداث کرسکے اور آخرت میں کام دے اس کے لیے تمام کتب مذکورہ اور خود محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم دیا کہ مسلمان اپنی ایسی دینی حاجتوں کے لیے اپنی طرف سے ان امور کا قاضی شرع مقرر کرلیں''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۵۰۴)

قاضی کے انتخاب کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس آبادی میں جو عالم سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل اور چیزوں میں وہی امام عام اور حاکم وقاضی ہے اور لوگوں کو ان کی طرف رجوع لازم ہے۔ یہاں ضروری نہیں کہ لوگ انہیں منتخب کریں، دیانت وفقاہت میں تفرد ہی ان کے منتخب ہونے کے لیے کافی ہے۔ چنانچہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے۔

جب زمانہ ایسے سلطان سے خالی ہو جو مسلمانوں کے شرعی امور کی انجام دہی کے لیے کافی ہو تو دینی وشرعی امور علماء کے سپرد ہوجائیں گے اور امت کو ان کی طرف رجوع لازم ہوگا، اور علماء ہی والی ہوں گے، اگر تمام لوگوں کا کسی ایک عالم پر اتفاق دشوار ہو تو ہر قطر وضلع کے لوگ اپنے اپنے علماء کی اتباع کریں گے، اگر ایک سے زائد عالم ہوں تو حاکم شرع وہ ہوگا جو سب سے زیادہ عالم ہو اگر علم میں سب برابر ہوں تو ان میں قرعہ اندازی کی جائے گی (حدیقہ ج ۱، ص ۳۴۰)۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

''ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے، اعلم علمائے بلد کہ اس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں ان کا امام عام ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۷۱۹)

یعنی جس آبادی میں علماء ہوں تو ان میں جو سب سے زیادہ علم فقہ رکھتا ہو وہی قاضی وحاکم شرع ہوگا، لیکن اگر وہ آبادی ایسی ہے جہاں کوئی عالم نہیں تو وہاں قاضی کا انتخاب مسلمانوں کے آپسی اتفاق اور باہمی رضاء سے ہوگا، چنانچہ مجدد دین وملت رقمطراز ہیں۔

''یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے، اول وہ سلطان اسلام ہو، ثانی جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں امامت عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے، ثالث جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بمجبوری عام مسلمان جسے مقرر کرلیں''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۳، ص ۲۰۵)

سلطان اسلام نہ ہونے کی صورت میں مسلمانوں کے دینی معاملات علماء کے حوالہ ہوجائیں گے، اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہر زمانے

میں ایسے علماء پائے جاتے رہیں گے جو مسلمانوں کے دینی کاموں میں رہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے، چنانچہ مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

''انشاءاللہ العزیز زمانہ ان بندگان خدا سے خالی نہ ہوگا جو مشکل کی تسہیل، معضل کی تحصیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل کے ماہر ہوں، بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذر سے درخت، درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں'' (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۲۷)

بحمدہ تعالیٰ آج علماء تقریباً ہر علاقہ میں کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں، مگر دقت یہ ہے کہ کسی آبادی میں اگر چند علماء ہیں تو ان میں سے ہر ایک اپنے کو سلطان اسلام سے کم نہیں سمجھتا۔ عام حالات میں بھلے ہی وہ عوام سے دور رہتے ہوں۔ تاہم عید کا موقع آتے ہی پورے جوش وخروش کے ساتھ وہ میدان میں آجاتے ہیں اور لوگوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اصل میں سلطان اسلام علی الاطلاق وہی ہیں، پھر ان میں باہم مقابلہ آرائی کا دور شروع ہوجاتا ہے۔ کوئی یہ کہتے ہوئے عید کا اعلان کردیتا ہے کہ اس وقت میزان شرع پر عادل نہیں اترتے، پوری آبادی فسق میں مبتلا ہے لہٰذا فاسقوں کی گواہیوں سے چاند ثابت ہوگیا ہے۔ دوسرا کہتا ہے، نہیں! اس وقت بھی میزان شرع پر عادل بہت مل جائیں گے، لہٰذا فاسقوں کی گواہی سے چاند ثابت نہیں ہوگا۔ اور تیسرا ذرا بیچ بچاؤ والی صورت اپناتے ہوئے کہتا ہے کہ ابھی شرعی ثبوت نہیں ملا ہے، تحقیق وتفتیش جاری ہے، چاند کی تلاش کیلئے آدمی اطراف وجوانب میں بھیج دیئے گئے ہیں، پھر آفتاب غروب ہونے سے گھڑی دو گھڑی پہلے کسی خاص معتمد آدمی کا خط آجاتا ہے اور وہ یہ اعلان کردیتا ہے کہ چاند کا شرعی ثبوت مل چکا ہے، روزہ توڑ دیا جائے اور عید کی نماز کل ادا کی جائے گی۔ انہی حالات ووقائع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام اہل سنت رقمطراز ہیں۔

''بعض ان مدعیان علم میں بھی جو بزعم خود فقیہ العصر، وحید الدہر ہوں، اعتماد خط کا عجیب جوش ہے، اپنے کسی معتمد کا خط آگیا اور شہادت شرعی میں کچھ باقی نہ رہا، گویا خط کاہے کو ہے خاص فلک قمر سے ان پر تفسیر بلالین نازل ہوئی۔'' (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۸۲)

ان حالات میں عوام جس اضطراب وبے چینی کے شکار ہوتے ہیں وہ قید تحریر سے باہر ہے۔ لوگوں کے پاس بظاہر کوئی ایسی چیز نہیں جسے معیار بنا کر وہ یہ فیصلہ کرسکیں کہ کون عالم ہے اور کون اعلم۔ اس لیے نظر فقہی میں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ [illegible] میں جو عالم مرجع فتاویٰ ہو، دینی مسائل میں لوگ ان کی طرف رجوع کرتے ہوں وہی اعلم علمائے بلد ہے اور وہی مسلمانوں کا حاکم وقاضی ہے اور مسلمانوں کو انہیں کی طرف رجوع لازم ہے۔ اور بحمد اللہ جب میں نے کلام علماء کی طرف مراجعت کی تو اس کی صریح تائید بھی مل گئی۔ امام اہل سنت یوں رقمطراز ہیں۔

''جہاں قاضی شرع نہیں تو مفتی اسلام مرجع عوام ومتبع الاحکام ہوکہ احکام روزہ وعیدین اسی کے فتویٰ سے نفاذ پاتے ہیں عوام کالانعام بطور خود عید ورمضان نہیں ٹھہرالیتے''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۵۵۲)

درج بالا فقہی اقتباسات سے یہ ثابت ہوگیا کہ جن بلاد میں اسلامی سلطنت نہیں، زمام اقتدار کافروں کے ہاتھوں میں ہے وہاں قاضی و والی نہ تو بطور خود منتخب ہوگا، نہ معدودے چند افراد کے آپس میں ایک دوسرے کو منتخب کرنے سے۔ بلکہ وہاں فی الواقع جو سب سے بڑا عالم وفقیہ ہوگا وہ یا پھر عامۂ مسلمین کے باہم اتفاق ورضامندی سے منتخب ہوگا۔

ایک ملک یا ایک صوبے یا ایک علاقہ کیلئے قاضی کی تقرری: پورے ملک یا ملک کے ایک یا کئی صوبوں کے لیے قاضی کی تقرری جائز ہے۔ کسی ایک شخص کو پورے ملک کا قاضی بنایا جاسکتا ہے۔ خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ والرضوان اندلس اور مصر کو چھوڑ کر ساری دنیائے اسلام کے قاضی القضاۃ تھے، یہی وجہ ہے کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے آپ کو ''قاضی الشرق والغرب'' لکھا ہے۔ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

سلطان نے جب کہا میں نے تمہیں قاضی بنایا اور یہ ذکر نہیں کیا کہ کس شہر کا قاضی بنایا تو وہ اس شہر کا قاضی نہ ہوگا جس میں سلطان بذات خود موجود ہے، اور قول مختار یہ ہے کہ وہ شخص سلطان کے تمام شہروں کا قاضی ہوجائے گا، خلاصہ میں اسی طرح مذکور ہے اور یہی قول زیادہ ظاہر اور حق سے زیادہ مشابہ ہے۔ (عالمگیری ج ۳، ص ۱۴۵)

الغرض! پورے ملک یا پورے صوبہ کا قاضی کوئی ایک شخص ہوسکتا ہے، اس میں اصالۃً کوئی حرج نہیں، مگر چونکہ ملکی یا ریاستی سطح پر کسی ایک شخص پر تمام لوگوں کا اتفاق دشوار ہے، بلکہ اب تو حال یہ ہے کہ ایک ضلع کے مختلف خطے اور علاقے کے لوگوں کا پورے ضلع کے کسی ایک عالم پر اتفاق دشوار ہورہا ہے۔ لہٰذا پورے ملک یا پوری ریاست کا قاضی کوئی ایک شخص نہ ہوگا، بلکہ ہر ضلع اور علاقہ کا قاضی الگ الگ ہوگا، جیسا کہ گزشتہ اوراق میں حدیقہ کے حوالہ سے ہم ثابت کرآئے۔

قاضی کیلئے صاحب اقتدار ہونا: عام فقہی کتابیں چونکہ ان صدیوں میں مرتب ہوئی ہیں جن میں اقتدار

مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا۔ اس لیے ان کتابوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قاضی وہی شخص ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ میں اقتدار اور قوت تنفیذ ہو، لیکن گہرائی کے ساتھ ان کلمات علماء میں غور و فکر کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اقتدار اور فیصلوں کو نافذ کرنے کی قوت قضاء کے ارکان و شرائط میں داخل نہیں ہیں۔ چنانچہ امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

"مسلمان اگر اپنے دین کو دین سمجھیں اور امور شرعیہ بطریقہ شرعیہ انجام دینا چاہیں تو تلاش کی بھی حاجت نہیں، ہر قطر و ضلع میں جو سنی صحیح العقیدہ متدین ہو حکم شرعی کی تکمیل اس کے یہاں کر لیں اور تنفیذ کیلئے گورنمنٹی محکمے کھلے ہوئے ہیں" (فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۵۰۴)

ایک دوسری جگہ رقمطراز ہیں۔

"پھر ان خاص امور کے لیے شرعی قاضی بہ تراضی مقرر کیے ہوئے کا حکم نفاذ بمعنی اول ہوتا نہ دیکھئے تکمیل حکم شرع یوں کر لیجئے تکمیل نفاذ حسی کے لیے گورنمنٹ نے لاکھوں روپے ماہوار کے صرف سے کچہریاں کھول رکھی ہیں، تنفیذ وہاں سے ہو جائے گی"۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۵۰۴)

قاضی کے اوصاف اور اس کا دائرۂ ولایت: قاضی ایسے شخص کو بنایا جانا چاہیے جس کے اندر تقویٰ و پرہیزگاری ہو، اور عقل کے ساتھ علم بھی ہو، مزاج میں نہ زیادہ شدت ہو نہ بہت زیادہ نرمی، چنانچہ بہار شریعت میں ہے۔

"قاضی اس کو کیا جائے جو عفت و پارسائی اور عقل و صلاح و فہم وعلم میں معتمد علیہ ہو، اس کے مزاج میں شدت ہو مگر زیادہ شدت نہ ہو اور نرمی ہو تو اتنی نہ ہو جو لوگوں سے دب جائے، وجیہہ ہو، اس کا رعب لوگوں پر ہو۔" (بہار شریعت ج ۱۲، ص ۵۶)

قاضی کا دائرۂ ولایت وہ شہر یا علاقہ ہے جس کا وہ قاضی بنایا گیا ہے، اور ان کا حکم و فیصلہ وہیں تک محدود رہے گا، جیسا کہ بہار شریعت ہی میں عالمگیری کے حوالہ سے ہے۔

"اگر اس کو کسی خاص جگہ کا قاضی بنایا ہے تو وہیں کا قاضی ہے دوسری جگہ کے لیے وہ قاضی نہیں"۔ (بہار شریعت ج ۱۲، ص ۵۷)

قضاء علی الغائب: قضاء کے لیے ضروری ہے کہ مدعی اور مدعیٰ علیہ مجلس قضاء میں موجود ہوں تا کہ مدعیٰ علیہ کے حق میں یا اس کے خلاف کوئی فیصلہ لیا جا سکے۔ درمختار میں ہے۔

غائب کے حق میں یا اس کے خلاف کوئی بھی فیصلہ اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ کوئی اس کا نائب مثلاً وکیل یا وصی موجود نہ ہو۔

قضاء علی الغائب کے عدم جواز کے سلسلہ میں احناف کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ ان کا یہ اجماعی فیصلہ ہے، البتہ اس بات میں اختلاف ضرور پایا جاتا ہے کہ اگر قاضی نے قضاء علی الغائب کے طور پر کوئی فیصلہ دے دیا تو یہ نافذ ہوگا یا نہیں چنانچہ درمختار میں ہے۔

"ولو قضیٰ علیٰ غائب بلا نائب ينفذ في اظهر الروايتين عن اصحابنا وقيل لا ينفذو رجحهٗ غير واحد" (درمختار علیٰ ہامش ردالمحتار ج ۴، ص ۳۳۹)

اگر نائب کی غیر موجودگی میں کسی غائب کے خلاف قاضی نے کوئی فیصلہ دے دیا تو ہمارے اصحاب سے جو دو روایتیں ہیں ان میں سب سے ظاہر روایت کی بنیاد پر یہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔ جب کہ دوسری روایت کی بنیاد پر نفاذ نہ ہوگا، اسی قول کو کئی ایک لوگوں نے ترجیح دی ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ہمارے نزدیک قضاء علی الغائب کے عدم جواز میں کوئی اختلاف نہیں، ہاں اختلاف اس میں ہے کہ کسی ایسے قاضی نے غائب کے خلاف فیصلہ کر دیا جو اس کے جواز کا قائل ہے تو وہ بغیر تنفیذ کے نافذ ہوگا یا دوسرے قاضی کی طرف سے تنفیذ ضروری ہوگی۔

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ رحمۃ الباری مزید فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں علماء کی رائیں مختلف ہیں، اور کوئی ایسا مضبوط و مستحکم واضح ضابطہ نہیں جس پر بلا کسی اضطراب و اشکال کے فروعیات کی بنیاد رکھی جا سکے، لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ قاضی بطور خود واقعہ کے سلسلہ میں غور و فکر کرتے ہوئے احتیاط سے کام لے، اور مواضع حرج و ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے جواز و فساد کا حکم دے تا کہ لوگوں کے حقوق کو ضیاع سے بچایا جا سکے۔ اور اس کی ایک بہتر صورت یہ ہے کہ قاضی مدعیٰ علیہ غائب کی طرف سے کوئی ایسا وکیل منتخب کرے جس کے بارے میں یہ غالب گمان ہو کہ وہ غائب مدعیٰ علیہ کے حق میں رعایت سے کام لے گا اور اس کے حق میں کسی قسم کی کوتاہی کو دخل نہ دے گا۔

قضاء بالعلم: قاضی و حاکم کو ذاتی طور پر کسی معاملہ کا علم ہو تو اس کا یہ ذاتی علم فیصلہ کے واسطے کافی ہے یا نہیں اس سلسلہ میں فقہائے متقدمین و متاخرین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، متقدمین اس شرط کے ساتھ جواز کے قائل ہیں کہ جس شہر میں وہ قاضی ہے، اس میں بوقت قضاء اسے علم ہو جائے اور وہ معاملہ خالص حق اللہ کا نہ ہو یعنی زنا و شرب خمر کا مسئلہ نہ ہو۔ بلکہ قرض، بیع، غصب، طلاق، قتل عمد، حد قذف وغیرہ کا معاملہ ہو۔ لیکن انحطاط زمانہ کے پیش نظر

جب متاخرین نے یہ دیکھا کہ قاضیوں میں اب وہ جذبۂ خداترسی باقی نہیں رہ گیا تو انہوں نے قضاء بالعلم کے عدم جواز کا فتویٰ دیا۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔ جان لو کہ کتابت بالعلم قول اصح میں قضاء بالعلم کی طرح ہے، تو جس نے قضاء بالعلم کو جائز قرار دیا اس نے کتابت بالعلم کو بھی جائز قرار دیا اور جس نے قضاء بالعلم کو ناجائز قرار دیا اس نے کتابت بالعلم کو بھی ناجائز قرار دیا، مگر ہمارے زمانہ میں قضاء بالعلم کا حکم نہ دیا جانا ہی معتمد ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

"فتویٰ اس پر ہے کہ قاضی وحاکم کا ذاتی علم فیصلہ کے واسطے کافی نہیں، نہ اسے اس پر فیصلہ دینا جائز ہے، اشباہ میں ہے الفتویٰ الیوم علیٰ عدم العمل بعلم القاضی فی زماننا کما فی جامع الفصولین"۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۷، ص ۱۷۴)

تحکیم (ثالثی) کے ارکان وشرائط: تحکیم کا رکن ایسے الفاظ کا استعمال ہے جن سے اپنے تنازع کا فیصلہ کسی شخص کے سپرد کرنا اور اس کے فیصلہ پر رضامند ہونا سمجھ میں آتا ہو۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

"ورکنه لفظ الدال علیه مع قبول الآخر ذلك"۔

علامہ شامی نے علامہ حصکفی کے قول کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ "مع قبول الآخر" سے مراد محکم یعنی ثالث ہے اور اس کا قبول کرنا ضروری ہے، اگر اس نے قبول نہ کیا تو یہ تحکیم (ثالثی) درست نہ ہوگی۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

"(قوله مع قبول الآخر) ای المُحَکَّمُ بالفتح فلو لم یقبل لا یجوز حکمه"۔ (ردالمحتار ج ۴، ص ۳۴۸)

تحکیم کے صحیح ہونے کے لیے حکم (ثالث) کا معلوم ومتعین ہونا ضروری ہے، اسی بناء پر اگر فریقین نے یوں کہا کہ جو شخص سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو وہ ہمارا حکم ہے تو جہالت کی وجہ سے بالاجماع یہ تحکیم درست نہ ہوگی۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

"لو حَکَّمَا اوّل من یدخل المسجد لم یجز اجماعاً للجهالة"۔ (درمختار علیٰ ہامش ردالمحتار ج ۴، ص ۳۴۸)

حکم (ثالث) فریقین کے حق میں قاضی کی طرح ہے کہ اس کا حکم دونوں فریق پر نافذ ہوتا ہے، اس لیے حکم (ثالث) میں قضاء کی اہلیت کا پایا جانا ضروری ہے اور قاضی میں اہلیت شہادت کا پایا جانا ضروری ہے تو اس سے ظاہر ہو گیا کہ تصفیہ طلب امور میں حکم (ثالث) کے لیے اہلیت شہادت کا پایا جانا ضروری ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے۔

"وشرطهٔ من جهة المُحَکَّم صلاحیتهٔ للقضاء کما مرّ"۔ (درمختار علیٰ ہامش ردالمحتار ج ۴، ص ۳۴۸)

حکم (ثالث) کی معزولی: فریقین جو کسی کو حکم بنانے پر راضی ہوئے اگر وہ دونوں اسے معزول کر دیں اور اس کی ثالثی کو فسخ کر دیں۔ یا فریقین میں سے کوئی ایک ثالثی سے رجوع کر لے، تو اگر یہ معزولی اور رجوع حکم (ثالث) کے فیصلہ صادر کرنے سے قبل ہو تو درست ہے، اور اگر فیصلہ صادر کرنے کے بعد فیصلہ سے رجوع ہو تو صحیح نہیں، کیوں کہ یہ فیصلہ شرعی ولایت کی بنیاد پر صادر ہوا ہے۔

کن معاملات میں تحکیم درست ہے اور کن میں نہیں: تحکیم (ثالثی) ایسے ہی امور میں درست ہے جنہیں خود فریقین انجام دینے کا اختیار رکھتے ہوں، کیوں کہ تحکیم میں فریقین کی طرف سے "حکم" کو فیصلہ کا اختیار سپرد کیا جاتا ہے۔ لہٰذا خود فریقین کے دائرہ اختیار سے جو چیزیں باہر ہیں ان کا اختیار وہ کسی دوسرے کو بھی سپرد نہیں کر سکتے، لہٰذا حقوق اللہ مثلاً حدود وغیرہ میں تحکیم درست نہیں، البتہ حقوق العباد مثلاً نزاعات مالی، نکاح اور طلاق وغیرہ میں ثالثی درست ہوگی، کیوں کہ خود فریقین ان امور کو انجام دینے کا اختیار رکھتے ہیں۔

حکم (ثالث) کے اختیارات: (۱) حکم کا فیصلہ صرف اسی معاملہ تک محدود رہے گا جس کے لیے اسے حکم بنایا گیا ہے، حتی کہ اگر فریقین کے درمیان دوبارہ وہی نزاع پیدا ہو جائے تو اس کا سابق فیصلہ اس نئے معاملے تک متعدی نہیں ہوگا۔ (۲) حکم (ثالث) کے فیصلے کا اثر فریقین تک محدود رہے گا، جو لوگ اس ثالثی میں شریک نہیں ہیں وہ اس فیصلہ کے پابند نہیں ہوں گے، کیوں کہ ثالث کا فیصلہ غیروں کے حق میں فریقین کے درمیان باہمی صلح کا درجہ رکھتا ہے۔ لہٰذا فریقین کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسی صلح کریں جس کا ضرر دوسروں کو پہنچے (۳) حکم کا ایسا فیصلہ صحیح نہ ہوگا جس سے کسی نابالغ کو ضرر پہنچتا ہو (۴) حکم (ثالث) کو یہ حق نہیں کہ وہ فیصلہ کا اختیار کسی دوسرے کو سپرد کر دے، کیوں کہ فریقین نے اس کے فیصلہ پر رضامندی ظاہر کی ہے نہ کہ کسی دوسرے کے فیصلہ پر (۵) حکم (ثالث) کا فیصلہ کسی شہر یا خطہ کے ساتھ خاص نہیں۔

☆☆☆

علم الکیمیا (CHEMISTRY): فتاویٰ رضویہ (حصہ اول) میں کیمیا سے متعلق بہت سی تحریریں ملتی ہیں۔ خاص طور پر باب التیمم میں عمل احتراق (COMBUSTION) پر ایک مفصل باب ہے جس میں احتراق کی پانچ صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) احتراق (۲) ترمہ (۳) لین (۴) ذوبان (۵) انطباع

اگر چہ یہ بیان بہت مفید ہے لیکن بہت تفصیل سے ہے۔ اس کے پڑھنے کا صحیح لطف اسی میں ہے کہ مکمل پڑھا جائے البتہ مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

۱- احتراق: احتراق کی تعریف اس طرح کی گئی ہے کہ اگر کوئی شئے آگ کا قوی تاثر لے لیکن اس کے اجزاء مقاصد برقرار رہیں جیسے مٹی آگ سے گرم ہو کر سیاہ ہو جائے۔ احتراق کی بھی چار صورتیں ہیں۔

(۱) انشقا (۲) انطفا (۳) انشقا، اول (۴) انشقا دوم (انشقا کی دو اقسام ہیں)

۲- ترمہ: کسی چیز کا آگ کے اثر سے راکھ ہو جانا جیسے سنگ مرمر کہ جل کر چونا بن جاتا ہے۔

۳- لین: نرم پڑنا، جس طرح کہ کھانا پک کر اپنی حالت خامی سے نرم پڑ جاتا ہے۔

۴- ذوبان: پگھل جانا یہ اس صورت کو کہتے ہیں کہ کوئی شئے تو آگ کے اثر سے اتنی گھل گئی کہ اس کے اجزاء اڑ جائیں اور نہ اتنی گرفت رہی کی جمی رہے۔

۵- انطباع: کسی چیز کا قابل صفت ہونا کہ جس طرح چاہیں گھڑ سکیں۔ البتہ اگر ڈھالا جائے تو وہ ذوبان ہوگا۔

یہ ایک مختصر سا جائزہ ہے ورنہ ان پانچوں حالتوں پر بحث تقریباً بتیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد اول، ص ۷۱۵)

عبارت: فتاویٰ رضویہ (حصہ اول) میں ہے۔

"جملہ معدنیات کا تکون گندھک اور پارے کے ازدواج سے ہے گندھک نر ہے اور پارہ مادہ" (فتاویٰ رضویہ، حصہ اول، ص ۷۳۶، سطر ۲۱)

تشریح: اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دو عناصر سے ایک عنصر کیسے ظہور پذیر ہوگا؟ تو اسکے پانچ جواب ہیں۔

۱- پہلا جواب یہ ہے کہ اب تک ۱۰۵ عناصر دریافت کئے جا چکے ہیں۔ جن میں سے بارہ (۱۲) عناصر صرف مصنوعی طور پر بنائے جا سکتے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ مصنوعی عناصر کوئی دو یا دو سے زائد عناصر کو ملا کر بنائے گئے ہوں گے۔ آخر وہ آسمان سے تو نہیں اترے۔

۲- دوسرا جواب یہ ہے کہ مشہور سائنسداں جارج گیمولے نے اپنی کتاب سورج کی پیدائش اور موت (The Birth and Death of the Sun) میں لکھا ہے کہ سورج کے اندرونی حصے میں ہائیڈروجن صرف ہونے سے ہلیئم (Heluim) پیدا ہوتی ہے۔ یہ نظریہ پوری دنیا کے سائنسداں تسلیم کرتے ہیں۔ یہاں بھی تو عنصر سے عنصر ظہور پذیر ہو رہا ہے۔

۳- تمام سائنسداں مانتے ہیں کہ جب سورج، زمین اور دوسرے سیارے وجود میں نہیں آئے تھے تو یہ ایک گولے کی صورت میں تھے اور یہ گولہ لطیف و سرد گیسوں پر مشتمل تھا۔ (سورج کی پیدائش اور موت، مصنفہ جارج گیمولے)

اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ ان لطیف و سرد گیسوں سے یہ ۱۰۵ عناصر کیسے وجود میں آئے؟ گویا یہ ماننا پڑے گا کہ عنصر سے عنصر تشکیل پا سکتا ہے۔

۴- ایسے عناصر جن کے ایٹمی نمبر (۸۲) سے زیادہ ہوں۔ جیسے یورینیم (۹۲) ریڈیم (۸۸) اور پولونیم (۸۴) وغیرہ قدرتی طور پر قیام پذیر ہوتے ہیں۔ یہ عناصر اپنی خصوصیات کے اعتبار سے مستقل طور پر ہر وقت مختلف نوعیت کی طاقتور شعاعیں خارج کرتے رہتے ہیں جسے تابکاری (Radio Activity) کہتے ہیں۔ اس طرح ان کے ایٹموں کی توڑ پھوڑ ہوتی رہتی ہے جس کے نتیجے میں وہ ایک قسم کے عناصر کے ایٹموں میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ گویا ایک عنصر سے دوسرا عنصر بن جاتا ہے۔

۵- اب ایک اہم دلیل پیش کی جاتی ہے جس کا سائنسی تجربہ (NuelearBombardment) کے ذریعے دوسرے عنصر میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً پارے کے جوہر میں (۸۰) برقیے (Electron) (۸۰) مثبتیے (Proton) اور (۱۲۰) بدیئے (Nucleus) ہوتے

ہیں اور سونے کے جوہر میں (۷۹) برقیے (۷۹) مشتبے اور (۱۱۸) بدیئے ہوتے ہیں۔ اب اگر پارے کے جوہر میں سے ایک برقیہ، ایک مشتبہ اور ایک دو بدیئے نکال لیے جائیں تو وہ سونے کا جوہر بن جائے گا۔ سائنسداں اس طریقے سے سونا بنا چکے ہیں۔

اب جہاں تک تعلق ہے گندھک کے نر اور پارے کے مادہ ہونے کا تو اس بات کو یوں ظاہر کیا جاسکتا ہے کہ جب کوئی دو یا دو سے زائد عناصر کا ملاپ ہوتا ہے تو ان میں برقیہ دیتا ہے۔ وہ (Donar Atom) اور جو برقیہ وصول کرتا ہے (Accepter Atom) کہلاتا ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نر سے مراد اعلیٰ حضرت کی اس عنصر سے ہو جو وجہ عمل کا کام کرتا ہے اور جس میں تبدیلی ہوتی ہے اسے مادہ کا نام دیا ہو۔ اس سلسلہ میں حکیم سعید مرحوم کا تبصرہ بھی خاص اہمیت کا حامل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ”مولانا (احمد رضا خاں) کی طبی بصیرت کا اہم ثبوت یہ بھی ہے کہ انہوں نے عام فقہا کی طرح صرف معدنی اجار کا ذکر نہیں کیا بلکہ اپنی اس اہم تحقیق سے بیان کا آغاز کیا کہ ”جملہ معدنیات کا تکون گندھک اور پارہ کے امتزاج سے ہے۔ کبریت نر ہے کہ گرم ہے اور پارہ مادہ۔ کیمسٹری کے علماء شاید انکار نہ کرسکیں کہ جدید علم الکیمیا کا نظریہ بھی یہی ہے اور معدنیات کی تخلیق فطری کیمیائی عمل کی تحلیل سے ہی ہوتی ہے“۔

(امام احمد رضا سالنامہ ۱۹۸۹ء شمارہ نہم، ص ۹۹)

بہر حال کچھ بھی ہوا اعلیٰ حضرت کی صلاحیتیں ان علوم میں ماننی پڑیں گی اور میرے خیال میں تو کسی شخص کا پچاس علوم وفنون میں دسترس کامل رکھنا ممکن نہیں۔ ذہین سے ذہین ترین شخص بھی اپنی تمام عمر صرف کرکے اتنے علوم حاصل نہیں کرسکتا۔

میں اس سلسلے میں جناب ایم حسن امام مالک پوری کی رائے سے اتفاق کروں گا، آپ نے اپنے مضمون میں فرمایا ہے ”امام احمد کی صلاحیت کسبی نہیں بلکہ الہامی اور وہبی تھی“ (انوار رضا، ص ۳۱۷)

☆☆☆

طارق سلطان پوری

حضرت ابراهیم خوشتر صدیقی رضوی رحمة الله تعالیٰ علیه

قطعہ تاریخ (سالِ وصال)

تاریخ وصال: ۱۵ راگست ۲۰۰۲ء مطابق ۵ رجمادی الآخر ۱۴۲۳ھ

”سراج محفل رضا“ ۱۴۲۳ھ ”خورشید ذوقِ نگاہ“ ۲۰۰۲ء

گیا دارِ فنا سے سوئے جنت ☆ وہ شیدائے امام اہل سنت
وہ گلزارِ رضا کا نغمہ پرداز ☆ نسیم فیض فکر اعلیٰ حضرت
نشانِ محفلِ حامد رضا خاں ☆ دم اس مرد خدا کا تھا غنیمت
زباں سے اور زبانِ خامہ سے بھی ☆ کی اس نے دینِ حق کی خوب خدمت
نقیب عظمت محبوب حق تھا ☆ مثالی حق نے بخشی اس کو حشمت
عطا فرمائی تھی اس کو خدا نے ☆ ضیائے علم وتنویر بصیرت
تھی بے شک قابلِ تحسین اس کی ☆ فنِ تاریخ گوئی میں مہارت
محاسن کی وہ اک تصویر رعنا ☆ ہمارا ناز تھا وہ فیض درجت
”گرامی جاہ خوشتر والا اوصاف“ ☆ کہا طارق نے اس کا سال رحلت
۲۰۰۲ء
اس عالی مرتبت کے وصل کا سال ☆ کہو ہجری کا یہ ”زین وفخر ملت“
۱۴۲۳

The Monthly Sunni Dunia Bareily
Regd No.17(82) Vol-3 Annual Subscription Rs (100)
Per Copy- Regd. PO. No. BR/211/2004

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی عصری درسگاہ کا عظیم منصوبہ

مرکزالدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا

دارالحفظ — دارالقرات — درس نظامی

کی دومنزلہ عالیشان عمارت مکمل ہو چکی ہے۔

ریسرچ سینٹر — دارالاقامہ — مسجد — لائبریری — اسکول

اور دیگر شعبہ جات کی تعمیر ابھی باقی ہے، انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد تعلیم کا آغاز کیا جائے گا۔
جملہ احباب اہلسنت سے گزارش ہے کہ مرکز کی شاندار اور مستحکم عمارت کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اور اپنے والدین، عزیز واقارب کے ایصال ثواب کے لئے حصہ لیکر ثواب جاریہ کے مستحق ہوں۔

باہتمام۔امام احمد رضا ٹرسٹ، ۸۲ سوداگران بریلی شریف (یوپی)